مثنوی میر حسن بالتصویر-

2358 دو حصہ-

મશ્નવી મીર હસન

બાતસ્વીર બે ભાગ

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

مثنوی میر حسن با تصویر



مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں بحسن آرائش چھپی

(باہتمام بابو لیسریداس سیٹھ سپرنٹنڈنٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کروں پہلے توحید یزداں رقم ۔ جھکا جسکے سجدہ کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبین ۔ کہا دوسرا کوئی تجھسا نہیں
قلم پھر شہادت کی انگلی اٹھا ۔ ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا
نہیں تیرا کوئی نہوگا شریک ۔ تری ذات ہے وحدہ لاشریک
پرستش کے قابل ہے تو اے کریم ۔ کہ ہے ذات تیری غفور رحیم
رہ حمد میں تیری عز و جل ۔ تجھے سجدہ کرتا چلوں سر کے بل
وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے ۔ قلم جو لکھے اس سے افزود ہے
سبھوں کا وہی دین و ایمان ہے ۔ یہ ہیں دل تمام اور وہی جان ہے
ترو تازہ ہے اس سے گلزار خلق ۔ وہ ابر کرم ہے ہوادار خلق
اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے ۔ ولے پرورش سبکی منظور ہے
کسی سے نہ بر آوے کچھ کام جان ۔ جو وہ مہربان ہے تو کل مہربان
اگرچہ یہاں کیا ہے اور کیا نہیں ۔ ہر اک تن میں ہے تو کوئی کسیکا نہیں
موے پر نہیں اس سے رفت و گذشت ۔ اسکی طرف سبکی ہے باز گشت
رہا کون اور کسکی بابت رہی ۔ موے اور جلے وہی ہے وہی
نہاں سب میں اور سب میں ہے آشکار ۔ یہ سب اسکو عالم میں ہیں ہژدہ ہزار
وہی سب میں اوس سے وہ ہے سب سے پرے ۔ ہمیشہ سے ہے اور رہیگا ہمیش
چمن میں ہیں وحدت کے یکتا وہ گل ۔ کہ مشتاق ہیں جسکے یاں جز و کل
اسی سے ہے کعبہ اسی کا کنشت ۔ اسیکا ہے دوزخ اسیکا بہشت
جسے چاہے جنت میں دے وہ مقام ۔ جسے چاہے دوزخ میں رکھی مدام
وہ ہے مالک ملک دنیا و دین ۔ ہے قبضے میں اسکے زمان و زمین
سدا از نمود و نکلی ہے اس سے نمود ۔ دل اسکا لگا ہے اس سے کشود
اسکی نظر سے ہے ہم سبکی دید ۔ اوسیکے سخن پر ہے گفت و شنید
وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر ۔ اسیکے یہ ذرے ہیں شمس و قمر
نہیں اس سے خالی غرض کوئی شے ۔ وہ کچھ شے نہیں پر ہر اک شے میں ہے
نہ گوہر میں وہ ہے نہ ہے سنگ میں ۔ ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ میں
وہ ظاہر میں ہے ہر چند ظاہر نہیں ۔ یہ ظاہر کوئی اس سے باہر نہیں
تامل سے سمجھے اگر غور کچھ ۔ تو سب کچھ یہی ہے نہیں اور کچھ
اوسی گل کی ہے بو سے خوشبو گلاب ۔ پھرے ہے لئے ساتھ دریا حباب
پر اوس جوش میں آ کے بہتا نہیں ۔ سمجھنے کی ہے بات کہتا نہیں
قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار ۔ لکھے کسطرح حمد پروردگار

کہ عاجز ہوں یاں انبیا کی زبان — زبان قلم کو یہ قدرت کہاں
اس عہدے سے کوئی بھی نکلا نہیں — سوا عجز درپیش یاں کچھ نہیں
وہ معبود کیا خداے جہان — کہ جسنے کیا کن میں کون و مکان
دیا عقل و ادراک اُسنے ہمیں — کیا خاک پاک سے ہمیں
پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے — وصی اور امام اُسنے پیدا کیے
جہاں کو اُنھوں نے دیا انتظام — بُرائی بھلائی سو جتائی تمام
دکھائی اُنھوں نے ہمیں راہ راست — کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست
سو وہ کونسی راہ شرع نبی — کہ رستے کو جنت کے سیدھی گئی

نعت حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم

نبی کون یعنی رسول کریم — نبوت کے دریا کا دُرّ یتیم
ہوا گو کہ ظاہر میں اُمّی لقب — یہ علم لدنی کھلا دیہ سب
بغیر از لکھے اور کہے بے رقم — چلے حکم پر اُسکے لوح و قلم
ہوا اعلم دین اُسکا جو آخر کار — گذشتہ ہوے حکم تقویم پار
اوٹھا کفر اسلام ظاہر کیا — بتوں کو خدائی سے باہر کیا
کیا حق نے نبیوں کا سردار اُسے — بنایا نبوت کا حقدار اُسے
نبوت جو کی حق نے اُس پر تمام — لکھا اشرف الناس خیر الانام
بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اُسے — خدا نے کیا اپنا محبوب اُسے
کہوں اُسکے رتبہ کا کیا میں بیان — کھڑے ہوں جہاں بندھ کے صف مرسلان
مسیح اُسکے خرگاہ کا پارہ دوز — تجلی طور اوسکی مشعل فروز
خلیل اُسکے گلزار کا باغبان — سلیمان سے کئی مہردار اُسکے دان
خضر اُسکی سرکار کا آبدار — زرہ ساز داؤد دستے وہاں ہزار
محمد کے مانند جگ میں نہیں — ہوا ہے نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
یہ تھی رمز جو اوسکا سایا نتھا — کہ رنگ دوئی وانکا پایا نتھا
نہونیکے سایہ کا تھا یہ سبب — ہوا صرف پوشش میں کعبہ کی سب
وہ قد اسلیے تھا نہ سایہ فگن — کہ تھا گل وہ اک معجز کا بدن
بنا سایہ اُسکا لطیف اسقدر — نہ آیا لطافت کے باعث نظر
عجب کیا جو اُس گل کے سایہ نہو — کہ تھا وہ گل قدرت حق کی بو
خوش آیا نہ سایہ کو ہونا جدا — اُسی نور حق کے رہا زیر پا
نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھاؤں تو — کسیکا نہ منہ دیکھا دیکھا اوسکی بو
وہ ہوتا زمیں گیر کیا فرش پر — قدم اُسکے سایہ کا تھا عرش پر
نہونیکی سایہ کے اک وجہ اور — مجھے خوب سوجھی یہ ہے شرط غور
جہاں تک کہ تھے پاک اہل نظر — سمجھ یا یہ نور کحل البصر
سبھوں نے لیا تیلیوں پر اُٹھا — زمیں پر نہ سایہ کو گرنے دیا
سیاہی کی تیلی کا ہے یہ سبب — پھری سایہ پھرتا ہے آنکھوں میں اب
وگرنہ یہ تھی چشم اپنی کہاں — اوسی سے یہ روشن ہے سارا جہان
نظر سے جو غائب وہ سایہ رہا — ملائک کے دل میں سمایا رہا

منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

نہیں ہمسر اوسکا کوئی جز علی — کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی
ہوئی جو نبوت نبی پر تمام — ہوئی نعمت اوسکے وصی پر تمام
جہاں فیض سے اُنکے ہے کامیاب — نبی آفتاب و علی ماہتاب
علی دین و دنیا کا سردار ہے — کہ مختار کے گھر کا مختار ہے
دیا ر امامت کے گلشن کا گل — بہار ولایت کا باغ سبل
علی راز دار خدا و نبی — خبردار سر خفی و جلی
علی بندۂ خاص درگاہ حق — علی سالک رہبر راہ حق
علی ولی ابن عم رسول — لقب شاہ مردان و زوج بتول
کہے یوں جو چاہے کوئی بیر سے — یہ نسبت علی کو نہیں غیر سے
خدا النفس پیغمبرش خواندہ است — وگر را فضیلت بکس ماندہ است
یہاں بات کی اب سمائی نہیں — نبی اور علی میں جدائی نہیں
نبی اور علی ہر دو نسبت بہم — دو تا دیکھے جوں زبان و قلم

علی کا عدو دوزخی دوزخی
علی کا محب جنتی جنتی
نبی و علی فاطمہ اور حسن
حسین ابن حیدر یہ ہین پنجتن

ہوئی اونپہ دو جگ کی خوبی تمام
اونھونپر درود اور اونھونپر سلام
علی سے لگا تا بہ مہدی دین
یہ ہین ایک فخر خداے برین

انھون سے ہی قائم امامت کا گھر
کہ بارہ ستون ہین یہ اثنا عشر
صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہین
حساب عمل سے یہ بیباک ہین

ہوا یان سے ظاہر کمال رسول
کہ بہتر ہوئی سب سے آل رسول

تعریف اصحاب پاک رضوان اللہ علیہم

سلام اونپہ جو اوسکے اصحاب ہین
وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہین
خدا نے اونھون کو کہا مومنین
وہ ہین زینت آسمان و زمین

خدا اونسے راضی رسول اونسے خوش
علی اونسے راضی بتول اونسے خوش

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

ہوئی فرض اونکی ہمین دوستی
کہ ہین دیے وہ جان نثار نبی

الٰہی بحق رسول امین
بحق علی و باصحاب دین
بحق بتول و بآل رسول
کرون عرض جو مین سو ہووے قبول

الٰہی مین بندہ گنہگار ہون
گناہون مین اپنے گرفتار ہون
مجھے بخشیو میرے پروردگار
کہ تو ہے کریم اور آمرزگار

مری عرض یہ ہے کہ جبتک جیون
شراب محبت کو تیری پیون
سوا تیری الفت کے اور سب ہے ہیچ
یہی ہو نہو اور کچھ لیچ تیچ

جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم
سوا اس الم کے نہو کچھ الم
رہے سب طرف سے مری دلکو چین
بحق حسن اور بحق حسین

کسی سے نکرنی پڑے التجا
تو کر خود بخود اوسکی حاجت روا
صحیح اور سالم سدا مجکو رکھ
خوشی سے ہمیشہ خدا مجکو رکھ

مری آل اولاد کو شاد رکھ
مرے دوستونکو تو آباد رکھ
مین کھاتا ہون جسکا نمک اے کریم
سدا رحم کر اونپہ تو اے رحیم

جیون آبرو اور حرمت کیساتھ
رہون مین عزیز و مین عزت کیساتھ
بر آوین مری دین و دنیا کے کام
بحق محمد علیہ السلام

پلا مجھکو ساقی شراب سخن
کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن

تعریف سخن

سخن کی مجھے فکر دن رات ہے
سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے

سخن کے طلبگار ہین عقلمند
سخن سے ہے نام نکویان بلند
سخن کی کرین فکر مردان کار
سخن نام اونکا رکھے برقرار

سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام
جنھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام
سخن سے سلف کی بھلائی رہے
زبان قلم سے بڑائی رہے

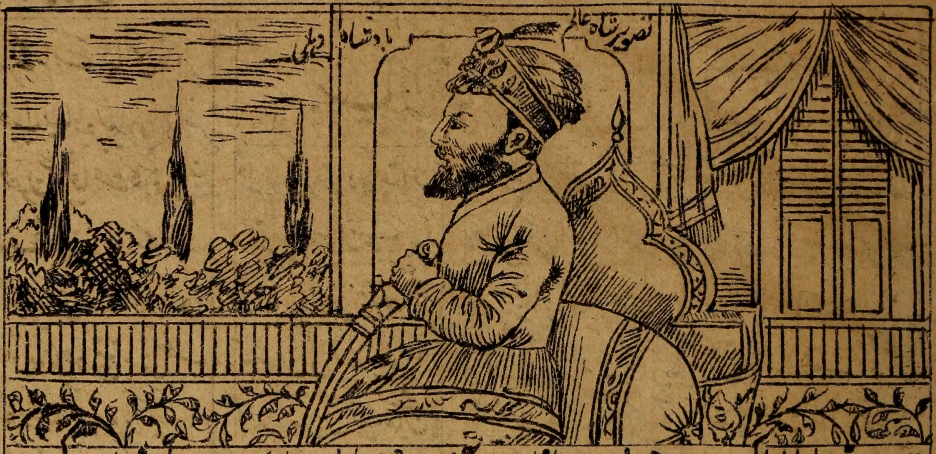
کہان رستم و گیو و افراسیاب
سخن سے رہی بات یہ نقش بر آب
سخن کا صلہ یار دیتے رہے
جواہر سدا مول لیتے رہے

سخن کا سدا گرم بازار ہے
سخن سنج اوسکا خریدار ہے
رہے جبتلک داستان سخن
الٰہی رہین قدردان سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ غازی بہادر کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر
زمین بوس ہین جسکے شمس و قمر
جہان آسکے پرتو سے ہو کامیاب
وہ ہے برج اقلیم مین آفتاب

اسی مہر سے ہے منور یہ ماہ
جہان ہو وے اور ہو جہاندار شاہ
وہ مہر منور یہ ماہ منیر
اور اوسکا یہ نجم سعادت وزیر



مدح وزیر الممالک جناب نواب آصف الدولہ بہادر کی

فلک رتبہ نواب عالی جناب
کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
وزیر جہان حاکم عدل و داد
ہے آبادی ملک جسکی مراد

جہان عدل سے اوسکے آباد ہے
فقیرون غریبونکا دلشاد ہے
پھرے بھاگتا مور سے فیل مست
زبردست ظالم ہے زیردست

کتان پر کرے مہ اگر بد نظر
تو آدھا ادھر اور آدھا ادھر
کسیکا اگر مفت لے زلف دل
تو کھایا کرے پیچ وہ متصل

وہ انصاف سے جو گذرتا نہین
کسی پر کوئی شخص مرتا نہین
نہو بالکہ پری مین کچھ گفتگو
اگر اوسکا جیتا نہووے کبھو

گر آواز سن صید کی کچھ کہے
تو باز آئے چنچ کہ بہری رہے
پھرے شمع کے گرد آکے جو پر
صبا کھینچ لیجاوے اسکو بزور

نہ دے جبتلک شمع پروانگی
پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آب سے اوس پہ وہ آگرے
تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے

گر آجائے اوسکے زرین بال و پر
تو گلگیر نے شمع کا کاٹا سر
اوسے عدل کی جو طرح یاد ہے
کسے یاد ہے یہ خداداد ہے

ستم اوسکے ہاتھون سے رویا کرے
سدا فتنہ دہر سویا کرے
گھرونمین فراغت سے سوتے ہین سب
پڑے گھر مین چور اپنے روتے ہین سب

وہ ہے باعث امن خرد و کلان
کہ ہے نام سے اوسکے مشتق امان

بیان سخاوت کا

بیان سخاوت کرون جو رقم
تو زر ریزہ کاغذ یہ ہووے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر
دیا مثل نرگس اسے سیم و زر

سخاوت یہ دنی سی اک اسکی ہے
کہ اکدن دوشالے لیے ساتھ سے
سوا اسکے ہے اور یہ داستان
کہ ہو جب یہ قربان حاتم کی جان

ہوئی کم جو اکبار کچھ برشکال
گرانی سی ہونے لگی ایکسال
غریبونکا دم سا نکلنے لگا
تو کل کا بھی پانون چلنے لگا

وزیر الممالک نے تدبیر کر
خدا کی دیا راہ مین مال و زر
محلہ محلہ کیا حکم یہ
کہ ناڑے سے اہل غم کی کھولین گرہ

یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیے
کئی لاکھ لاکھون اکدن مین دیے
یہ لغزش پڑی ملک مین جو تمام
لیا ہاتھ نے اوسکے گرتونکو تھام

یہ بندہ نوازی یہ جان پروری
یہ آئین سرداری و سروری
ہوئی ذات پر اوس سخی کی تمام
تکلف ہے آگے سخاوتکا نام

فقیرونکی ہے یان تلک تو بنی
کہ ایک ایک یان ہو گیا ہے غنی
یہ کیا دخل آواز دے جو گدا
چٹک کی کلی کی نہ ہووے صدا

نہو اوسکا شامل جو ابر کرم
اثر ابر نیسان سے ہووے عدم
قدح لیکے نرگس جو ہووے کھڑی
تو خجلت سے جاوے زمین مین گڑی

ہر اک کام اوسکے جہاں کی مراد
حب ایسا وہ پیدا ہوا ہی بشر
لکھوں گر شجاعت کا اسکی بیان
کرے جسجگہ زور اوسکا نمود
اگر سجائی سے کوئی عدو
نہو کیونکہ وہ تیغ برق غضب
لگا دے اگر کوہ پر ایک بار
اور اس زور پر ہی یہ حلم و حیا
سخندان سخن سنج شیرین بیان

بیان شجاعت کا

قلم ہو مرا رستم داستان
دل آہن و سجایہ ہووے کبود
ملادیوے اوس تیغ نے منہ کبھو
کہ برش کی تشدید جوہر سے ہی
گذر جاے یون جیسے صابن مین تار
کہ ہو خلق کا جیسے دریا بہا
وزیر جہان و وحید زمان

غضب سے وہ ہاتھ اپنا جسپر اوٹھاے
چلے تیغ گر اوسکی روز مصاف
تو ایسی ہی کھا کر گری سر کے بل
ہوئی ہم قسم اوسکی تیغ اجل
غضب سے غضب اوسکے کانپا کرے
جہانتک کہ ہین علم و کسب و کمال
سخن کی نہین اوس سے پوشیدہ بات

فلاطون طبیعت ارسطو نژاد
سبب اوسکو دیا ہی یہ کچھ مال و زر
اجل کا طمانچہ قسم اوسکی کھاے
نظر آئے دشمن سے میدان صاف
کہ سر پر کھڑی اوسکے ہووے اجل
نکل آئے یہ گر پڑے وہ اُگل
تہور سے ہیبت تھی اوسکے ڈرے
ہر اک فن مین ماہر ہی وہ خوشخصال
غوامض مین سب سہل اونکے نکات



سلیقہ ہر اک فن مین ہر بات مین
نہو اسکو کیونکر ہووے افگار
شہانہ از فرصت مشق شکار
زمہرش دل آہوان سوختہ
نہوتا اگر اوسکو عزم شکار
یہ انسان پر اوسکا احسان ہی
رکھا صید نخچیر پہ جسدم خیال
نہ سمجھو نکلتی ہی دریا مین سکبا

نکلتی نئی بات دن رات مین
تہور شعار اونکا ہی یہ شعار
کہ آید پی صید دلہا بکار
بتیر اک وحشیہا دوختہ
درندون سے بچتا نہ شہر و دیار
کہ بیخوف انسان کی جان ہی
لیا پشت پر اپنی ماہی نے حال
خوشی سے اوچھلتی ہی دریا مین سو سو

سدا اسپر اور تا شیر یہ دل
دلیر اونکو ہی بس دلیری سے کام
کھلے بند ہین جتنے صحرا مین صید
شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہی
نہ بچے جہان بیچ خرد و بزرگ
بنائی جہان اوسنے نخچیرگاہ
نگہ اپنا دیتے ہین جی جان کر
جرند اونکا دل اوسطرف ہو لگا

کشادہ دلی اور خوشی متصل
کہ رہتا ہی شیر اونکو شیری سے کام
ہین نواب کے دام الفت مین قید
درم ہاتھ مین ہی کہ یا دام ہی
یہ ہوجاتے سب لقمہ شیر و گرگ
رہے صید وان آکے شام و پگاہ
کہ ٹانیو یہ گرتے ہین آن آن کر
پرند اونکو رہتی ہی اوسکی ہوا

بنگلوں کا ہر بلکہ چیتا ہی
جو کچھ دلمیں گینڈا کے آوے خیال
اطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل
اوسکے لیے گو کہ ہیں یہ پہاڑ
چلیں جب کہ ہو وین یہ حیوان کے
کسے ہو نہ صحبت کی اوسکی ہوس
فلک بارگاہا ملک در گہا
پر اب عقل نے تیرے کھولے ہیں گوش
نے آیا ہوں خدمت میں بہر نیاز
رہیں شاد و آباد کل خیر خواہ
اب آگے کہانی کی ہے داستان
کسی شہر میں تھا کوئی بادشاہ
کئی بادشاہ اوسکو دیتے تھے باج
طویلے کی اوسکے جو ادنےٰ تھے خر
رعیت تھی آسودہ و بے خطر
لگے تھے ہر اک جا پہ وان سنگ و خشت
عمارت تھی گچ کی وہاں بیشتر
کروں اوسکی وسعت کا کیا میں بیان
یہ دیجیے بازار تھا چوک کا
وہ پختہ مکانوں کے دیوار و در
کہوں قلعی کی وسعت میں کیا شکوہ
ہمیشہ خوشی رات دن سیر باغ
غنی واں ہوا جو کہ آیا تباہ
کہاں تک کہوں اوسکا جاہ و حشم
ہزاروں پری پیکر اوسکے غلام

کمر آبند ہاوے ہماری کوئی
تو بھاگے اُس آگے سے اپنی ڈال
پلک اُسکی آنکھوں میں ہو روئے نیل
قدم اپنے رکھتے ہیں سب گاڑ گاڑ

خبر اوسکی سنکر یہ گینڈا اچلے
کھڑے ایسے ہوتے ہیں جوڑ جوڑ
سو وہ تو اطاعت میں ہیں تیز تر
کہ شاید مشرف سواری سے ہوں

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

ہوا ہیں جو قدموں سے تیری رہا
دیا ہے مدد نے تری مجکو ہوش
یہ اُمید ہے پھر کہ ہوں سرفراز
پھریں ان گھرانے سے دشمن تباہ

نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے
سو میں اک کہانی بنا کر نئی
مرا عذر تقصیر ہووے قبول
رہے جاہ و حشمت ترا یہ مدام

آغاز داستان

کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ
خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
اونھیں نعلبندی میں ملتا تھا زر
نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
ہر اک کوچہ اُسکا تھا رشک بہشت
کہ گذرے صفائی پہ جسپر نظر
کہ جو صفاہان تھا وہ نصف جہان
کہ ٹھہرے جہاں پر وہیں دل لگا
سپیدی پہ جسکی نہ ٹھہرے نظر
گئے دب بلندی کو دیکھ اوسکی کوہ
نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
محل و مکان اوسکا رشک ارم
کمر بستہ خدمت میں حاضر مدام

بہت حشمت و جاہ و مال و منال
کوئی دیکھتا آگے حب اوسکی فوج
جہاں تک کہ سرکش تھے اطراف کے
عجب شہر تھا اسکا مینو سواد
زمین سبز و سیر عالم تمام
کہیں چاہ و منبع کہیں حوض و نہر
ہنرمند واں اہل حرفہ تمام
جہاں تک کہ رستے تھے بازار کے
صفا پر جو اوسکی نظر کر گئے
وہ دو نقش خانہ کہ نور تھا
سدا عیش و عشرت سدا راگ رنگ
نہ دیکھا کسی نے کوئی واں فقیر
سدا ماہرویوں سے صحبت اوسے
کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم

کہ ہاتھی بھی ہو مست انیدہ چلے
کہ جی کون دیتا ہے بدبدکے ہوڑ
نشے میں محبت کے سب ہیں
سرفراز جا کر عماری سے ہوں
تو پھر حق بجانب ہو انسان کے
دئے کیا زبان جو نہو دسترس
رکھا مجکو محروم تقدیر نے
دُر فکر سے گوندھ لڑیاں کئی
بحق علی و آل رسول
بحق محمد علیہ السلام
ذرا سینے دل دیکے اسکا بیان
بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج
وہ اوس شہ کے رہتے تھے قدموں لگے
کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد
نظر کو طراوت وہاں صبح و شام
ہر اک جا پہ آب لطافت کی لہر
ہر اک نوع خلقت کا تھا ازدحام
کہے تو کہ دستے تھے گلزار کے
گئے دیکھ کر سنگ مرمر گئے
سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
نہ تھا رست سے اپنی کوئی تنگ
ملے اوسکی دولت سے گھر گھر امیر
سدا جامہ زیبوں سے رغبت اوسے
مگر ایک اولاد کا تھا الم

اسی بات کا ایک تھا دل پہ داغ
نہ رکھتا تھا وہ اپنے دل کا چراغ
وزیروں کو اک روز اوس نے بلا
جو کچھ دل کا احوال تھا سو کہا
فقیر اب نہوں تو کروں کیا علاج
نہ پیدا ہوا وارث تخت و تاج
دریغا کہ عہد جوانی گذشت
جوانی گئی زندگانی گذشت
ہے بے تمیزی و بیجا صلی
کہ از فکر دنیا و دین غافلی
فقیری جو کیجے تو دنیا کے ساتھ
نہیں خوب جانا ادھر خالی ہاتھ
جو غافل ہوں وہ سوچیں ٹک یہ ہیں
کہ ایسا نہووے کہ پھر سب کہیں
یہ دنیا جو ہے مزرع آخرت
فقیری میں ضائع کرو اسکو مت
رکھو یاد عدل و سخا کی بات
کہ اس فیض سے ہے تمھاری نجات
عجب کیا کہ ہووے تمھارے خلف
کرو تم نہ اوقات اپنی تلف
بلاتے ہیں ہم اہل تنجیم کو
نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ تو
نجومی و رمال اور برہمن
غرض یاد تھا جنکو اس ڈھب کا فن
پڑا جب نظر وہ شہ تاج و تخت
دعا دی کہ ہوں شہ کے بیدار بخت
نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب
مرا ہے سوال اسکا لکھو جواب
یہ سنکر وہ رمال طالع شناس
لگے کھینچنے زائچے بیقیاس
جو پھینکیں تو شکلیں کئی بیٹھیں بھل
کئی شکل سے دل گیا اونکا کھل
یہ سن ہمسرا ہی عاموں کے شفیق
بہت ہمنے تکرار کی ہر طریق
ہوا اس بات پر اجماع تمام
کہ طالع میں فرزند ہے تیرے نام
نجومی بھی کہنے لگے در جواب
کہ ہمنے بھی دیکھی ہے اپنی کتاب
ستاروں نے طالع کے بدلے ہیں طور
خوشی کا کوئی دم میں آتا ہے دور
کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار
تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
کہا رام جی کی ہے تجھ پر دیا
چندرماں سا بالک ترے ہوئیگا
مہاراج اب ہونگے مقصد شتاب
کہ آیا ہے اب پانچواں آفتاب
مقرر ترے جائیے ہو پسر
کہ دیتی ہے یوں اپنی پوتھی خبر
یہ لڑکا تو ہوگا و لے کیا کہیں
خطر ہے اسے بارھویں برس میں

دنوں کا عجب اوسکے یہ پھیر تھا
کہ اوس روشنی پر یہ اندھیر تھا
کہ میں کیا کرونگا یہ مال و منال
فقیری کا ہے میرے دلکو خیال
جوانی تو میری گئی سر بسر
نمودار پیری ہوئی سر بسر
بہت ملک پر جان کھویا کیا
بہت فکر دنیا میں سویا کیا
وزیروں نے کی عرض کا ہے آفتاب
نہو ذرہ تجکو کبھی اضطراب
کرو سلطنت لیکن اعمال نیک
کہ تا دو جہاں میں رہے حال نیک
تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ بر آسمان نیز پرداختی
عبادت سے اس کشت کو آب دو
کہ واں جا کے خرمن بھی طیار ہو
مگر ہاں جو اولاد کا ہے یہ غم
سو اسکا تردد بھی کرتے ہیں ہم
نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو
کہ قرآن میں آیا ہے لا تقنطوا
تسلی تو دے شاہ کو اس نمط
ولے اہل تنجیم کو بھیجے خط
بلا کر اونھیں شہ کنے لیگئے
جو ہیں روبرو سب وہ شہ کے گئے
کیا قاعدے سے ٹھہر کر سلام
کہا شہ نے ہیں تم سے رکھتا ہوں کام
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں
کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں
دھری تختی آگے لیا قرعہ ہاتھ
لگا دھیان اولاد کا اوسکے ساتھ
جماعت نے رمال کی عرض کی
کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی
بیاض اپنی دیکھی جو اس رمل کی
تو ایک ایک نقطہ ہے فرد خوشی
زن و زوج کی شکل میں ہے فرح
بیا کرے وصل کا تو قدح
نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل
عمل اپنا سب کر چکا ہے زحل
نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر
تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر
جنم پترا شاہ کا دیکھکر
تولا اور برچھک پہ کر نظر
نکالے ہیں اب تو خوشی کے بچن
نہو گر خوشی تو نہیں برہمن
نصیبوں نے کی آپکے یاوری
کہ آئی ہے اب پانچویں مشتری
ولیکن مقدر ہے کچھ اور بھی
کہ ہیں اس بھلے میں برے طور بھی
نہ آئے یہ خورشید بالائے بام
بلندی سے خطرہ ہے اسکو تمام

نہ نکلے یہ بارہ برس شہ محل
رہے برج میں یہ مہِ چاردہ

کہا سنکے یہ شہ نے اُنکے تئیں
نجومی کا خطرہ تو اسکو نہیں

کہا جان کی سب طرح خیر ہے
مگر دشت غربت کی کچھ سیر ہے

کوئی اُس پہ عاشق ہوں جن و پری
کوئی اُسکا معشوق ہو ہو پری

کچھ ایسا نکلتا ہے جوتش میں اب
خرابی ہو اُس پر کسی کے سبب

ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم
کہ دنیا میں قائم ہے شادی و غم

کہا شہ نے اس پر نہیں اختیار
جو چاہے کرے میرا پروردگار

یہ فرما محل میں درآمد ہوئے
منجم وہاں سے برآمد ہوئے

خدا پر زمیں آسماں کو تھا اعتقاد
لگا مانگنے اپنے حق سے مراد

خدا سے لگا کرنے وہ التجا
لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا

نکالا مرادوں کا آخر سراغ
لگائی اُدھر لو تو پایا چراغ

سحابِ کرم نے کیا جو اثر
ہوئی کشت امید کی بارور

داستان تولد ہونے شاہزادہ بینظیر کی

اُسی سال میں یہ تماشا سنو
رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دیکھ لیے گذرے تھے رنج و تعب
مبدل ہوئے وہ خوشی ساتھ سب

خوشی سے پلا مجھکو ساقی شراب
کوئی دم میں بجتا ہے چنگ و رباب

گروں نغمۂ تہنیت کو شروع
کہ اک نیک اختر کرے ہے طلوع

گئے نو مہینے جب اُس پر گذر
ہوا گھر میں شہ کے تولد پسر

عجب صاحب حسن پیدا ہوا
جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا

نظر کو نہ ہو حسن پر اُسکے تاب
اُسے دیکھ مہتاب ہو آفتاب

ہوا وہ جو اُس شکل سے دلپذیر
رکھا نام اُسکا شہ بینظیر

خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا
گئیں نذریں گذرانیاں اور کہا

مبارک تجھے ای شہ نیکبخت
کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

سکندر نژاد اور دارا حشم
فلک مرتبت اور عطارد رقم

رہے اُسکے اقلیم زیر نگین
غلامی کریں اُسکی خاقان چین

یہ سنتے ہی مژدہ بچھا جانماز
کیے لاکھ سجدے کہ اے بے نیاز

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہو تجھسے مایوس امیدوار

دوگانہ غرض شکر کا کر ادا
تہیہ کیا شاہ نے جشن کا

وہ نذریں نجومیوں کی جو تھیں لیے
انہیں خلعت و زر کا انعام دے

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
کہو خانساماں سے طیار ہو

نقیبوں کو بلوا کے یہ کہدیا
کہ نقارخانے میں دو حکم جا

کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام
خبر سنکے یہ شاد ہوں خاص و عام

یہ مژدہ جو پہونچا تو نقارچی
لگا ہر جگہ بادلہ اور زری

بنا ٹھاٹھ نقارخانے کا سب
مہیا کر اسباب عیش و طرب

غلاف اُنہیں بانات پر زر کے ٹانک
شتابی سے نقاروں کو سینک تاپ

دیا زیر کو پہلے بم سے ہلا
لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا

کہا زیر نے بم سے بہر شگون
کہ دوں دوں خوشی کی خبر ہو بدُون

لگے شادیانے جو واں اُس گھڑی
ہوئی گردِ پیش آکے خلقت کھڑی

بہم مل کے بیٹھے جو شہنا نواز
بنا منہ سے پھرکی لگا اُسپہ ساز

سحر نیمروزہ سریح معمول کے
خوشی سے ہوئے گال گل پھول کے

لگے لینے اونچیں خوشی سے بڑی
ارانا لگا بجنے اور اُس گھڑی

نگوروں میں نوبت کی شادی کی دُھن
سگھڑ سننے والوں کو کہتے تھے سُن

ترہی اور قرنا و شادی کی دم
لگے بھرنے زیل اور طرح میں بہم

سنی جھانجھ نے جو خوشی کی نوا
تھرکنے لگا تابیوں کو سجا

نئے سر سے عالم کو عشرت ہوئی
کہ لڑکے کے ہونے کی نوبت ہوئی

محل سے لگا تا بدیوان عام
عجب طرح کا اک ہوا ازدحام

چلے لیکے نذریں امیر و وزیر
لگے کھینچنے زر کے تودے فقیر

دیے شاہ نے شاہزادوں کو ناؤں
مشائخ کو اور پیرزادوں کو گانوں

امیروں کو جاگیر لشکر کو زر
وزیروں کو الماس لعل و گہر

خواصوں کو جو انکو جوڑے دیے ۔ پیادے جو تھے اونکو گھوڑے دیے
کیا بھانڈ اور بھگتیوں نے ہجوم ۔ ہوئی آہ آہ مبارک کی دھوم
جہاں تک کہ سازندے تھے ساز کے ۔ دمعی دست کے اور آواز کے
لگے بجنے قانون و بین و رباب ۔ بہا ہر طرف جوئے عشرت کا آب
لگا چھنکو سارنگیوں کو بنا ۔ خوشی سے ہر اک ونکی ترین ملا
ستاروں کے پردے بنا کر درست ۔ بجانے لگے سب وہ چالاک و چست
خوشی کی ترنگین ہر طرف تھی بسا ۔ لگے ناچنے اوسپہ اہل نشاط
وہ بالے چمکتے ہوے کان مین ۔ پھڑکنا وہ نتھنے کا ہر آن مین
کبھی دلکو پانون سے مل ڈالنا ۔ نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا
کسیکے چمکتے ہوے نور تن ۔ کسیکے وہ ٹکڑے پہ نتھ کی پھبن
وہ گرمی تھی چہرے کی جون آفتاب ۔ جسے دیکھ دلکو ہو اضطراب
کبھی منہ کے تئین پھیر لینا ادھر ۔ کبھی چوری چوری سے کرنا نظر
ہر اک تان ہی اونکو ارمان یہ ۔ کہ دل لیجیے تان کی جان پہ
کوئی دیکھ گت بہی ہین پانون تلے ۔ کھڑی عاشقونکے دلونکو ملے
غرض ہر طرح دلکو لینا انھین ۔ نئی طرح سے داغ دینا انھین
کہین دھرپت اور گیت کا شور و غل ۔ کہین قول و قلبانہ و نقش و گل
مجیرا کبھاوج گلے ڈال ڈھول ۔ بجاتے تھے اوسجا کھڑے باندھ غول
پری پیکروں کا ہر اک جا ہجوم ۔ وہان بھی پڑی عیش و عشرت کی دھوم
برستے ابر بہاری مین جون ہلال ۔ محل مین لگا بڑھنے وہ نونہال
وہ گل جنکہ جو تھے برس مین لگا ۔ بڑھایا گیا دودھ اوس ماہ کا
طوائف وہی اور وہی رنگ ڈھنگ ۔ ہوئی بیاکہ دونی خوشی کی ترنگ

خوشی سے ہوا کیا یہانتک زر نثار ۔ جسے ایک دینا تھا بخشے ہزار
لگا گنجنے جو نہ پڑتی تمام ۔ کہانتک مین یون پرنکارونکا نام
جہانتک کہ تھے گائیت اور نشاط ۔ لگے گانے اور ناچنے ایکبار
لگی تھاپ طبلونکی مردنگ کی ۔ صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی
لگا موم تار و بنے منہ چنگ کے ۔ ملا سر طنبور ونکے مردنگ کے
گئی پائین کی آسمان تک تنک ۔ اوٹھا گنبد چرخ سارا دھمک
کناری کے جوڑے چمکتے ہوے ۔ وہ پانونکے گھنگرو چھنکتے ہوے
وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤنکا سانگ ۔ دکھانا وہ رکھ رکھکے چھاتی پہ ہاتھ
دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا ۔ کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا
وہ دانتونکی مسی وہ کالا گر ۔ شفق مین عیان جیسے شام و سحر
چمکنا گلو کا صفا کے سبب ۔ وہ گردن کے ڈورے قیامت غضب
دوپٹے کو کرنا کبھی سر کی اوٹ ۔ کہ پردے مین ہو جاوے دل لوٹ پوٹ
کوئی فن مین سنگیت کے شعلہ رو ۔ پرم جوت کچھی لیے پر بلو
کوئی دائرے مین بجا کر پرن ۔ کوئی دمدمے مین جتا اپنا فن
کبھو مار عوکر کرین تت تھام ۔ کبھی ہاتھ اوٹھا یون کہ گرتونکو تھام
کہین بھانڈ اور لولیونکا سمان ۔ کہین ناچ کشمیریونکا وہان
محل مین جو دیکھا تو اک ازدحام ۔ مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام
چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات ۔ کہ دن عید اور رات تھی شب برات
برس گانٹھ جب سال اسکی ہوئی ۔ دل بستگان کی گرہ کھل گئی
ہوئی اٹھتی جو کچھ بیاہ شادی کی دھوم ۔ اسیر جسے پھر ہو اوان ہجوم
وہ گل باپ نے اپنے بھیجا چلا ۔ وہان آنکھوں کو نرگسوں نے ملا
کیے بردے آزاد تب اوسکے نانوں

داستان طیاری مین باغ کے

لگا کہنے وہ شہ جب یا نون پان
نے ارغوانی پلا ساقیا ۔ کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا
عمارت کی خوبی در و نکی وہ شان ۔ لگے جسمین زربفت کے سائبان
کوئی دور سے دریہ اٹکا ہوا ۔ کوئی دل نہ یہ خوبی سے لٹکا ہوا
دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ ۔ ہوا رشک سے جسکے لالے کو داغ
چمن اور پردے بندھے زرنگار ۔ در و پر کھڑی دست بستہ بہار
وہ مقیش کی ڈوریان سربسر ۔ کہ مہ کا بندھا جسمین تار نظر

چھتوں کا تماشا تھا آنکھوں کا جال — نگہ کو وہانسے گذرنا محال
دیئے ہر طرف آئینے جو لگا — گیا جو گنا لطف اسمین سما
رہیں کھنچ اسمیں روشن مدام — معطر شب و روز جس سے مشام
زمین پر تھی اس طور اسکی چمک — ستاروں کی جیسے فلک پر چمک
بنی سنگ مرمر کی چوپڑ کی نہر — گئی چار سو اُسکی پانی کی نہر
کہوں کیا میں کیفیت واز بست — لگائے رہیں تاک ان کی زبردست
زمرد کے مانند سبزے کا رنگ — روش پر جواہر لگا جیسے سنگ
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن — کہیں نرگس و گل کہیں یاسمن
کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشان — مدن بان کی اور ہی آن بان
کہیں جعفری اور گیندا کہیں — سمان شبو داؤدیوں کا کہیں
کھڑے سرو کیطرح چمپے کے جھاڑ — کہے تو کہ خوشبو نکے پہاڑ

سنہری مغرق چھتیں سائبان — وہ دیوار اور در کی گلکاریاں
وہ مخمل کا فرش اُسکا ستھرا اسپر — بڑھے جسکے آگے نہ پائے ہوس
چھپر کھٹ مرصع کا دالان میں — چمکتا تھا اسطح ہر آن میں
زمین کا کروں اُسکی کیا میں بیان — کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیاں
قرینے سے گردا گرد سرو سہی — کچھ اک دور دور اُس سے سیب و بہی
ہوائے بہاری سے گل کھلے — چمن سارے شاداب اور تر بتر
روش کی صفائی پہ بے اختیار — گل اشرفی نے کیا زر نثار
چنبیلی کہیں اور کہیں موتیا — کہیں رائے بیل اور کہیں موگرا
کہیں ارغوان اور کہیں لالہ زار — جدی اپنے موسم میں سبکی بہار
عجب چاندنی میں گلوں کی بہار — ہر اک گل سفیدی سے مہتاب دار
کہیں زرد نسرین کہیں نسترن — عجب رنگ کے زعفرانی چمن



پڑے آبجو ہر طرف کو بہے — کریں قمریاں سرو پر چہچہے
وہ جھلجھلاہٹ کی گرنا خیابان پر — نئے آن کا سا عالم گلستان پر
کہیں تخم پاشی کریں کود کر — بیری جما دیں کہیں کھود کر
لب جو یہ آئینے میں دیکھ قد — اکڑتا کھڑے سرو کا جیو قد
کھڑے نہر پر قاز اور قرقرے — لیے ساتھ مرغابیوں کے پرے

گلوں کا لب نہر پر جھومنا — اُسی کے نیے عالم میں منہ چومنا
لیے ہاتھ میں بیلچے مالنیں — چمن کو نگین دیکھنے بھالنیں
کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال — رہیں ہاتھ جوں مست گردن میں ڈال
خراماں صبا صحن میں چار سو — دماغوں کو دیتی ہر اک گل کی بو
صدا قمریوں کی ترو تکا و شور — درختوں پہ بگلے منڈیروں پہ مور

چمن آتش گل سے دہکا ہوا ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا
وہ کیلوں کی اور مولسریوں کی چھانو لگی جا بجا آنکھیں لیے جسکا نانو
درختوں پہ برگوں کے کھولے ورق کہ لین طوطیان بوستان کا سبق
دو دا دالیان اور مغلانیان پھرین ہر طرف انجمن جلوہ کنان
تکلف کے پہنے پھرین سب لباس رہین رات دن شاہزادے کے پاس
ترنگیلی کوئی اور کوئی خام روپ کوئی چیت لگن اور کوئی کام روپ
کوئی سیوتی اور سنکھ کوئی کوئی دل لگن اور تن سکھ کوئی
کہیں اپنے بیٹھے سنوارے کوئی اری او سہیلی پکارے کوئی
بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے کہیں واہ وا اور کہیں وا چھڑے
ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیے دم دوستی کوئی بھر بھر جیے
کوئی اپنے طوطے کی لیوے خبر کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر
کوئی آرسی اپنے آگے دھرے ادا سے کہیں بیٹھی کنگھی کرے
ہوا اون گلوں سے دوبالا سماں اوسی باغ میں تھا وہ سرو رواں
پلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ
معلم اتالیق منشی ادیب ہر اک فن کے استاد بیٹھے قریب
دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا کئی سال میں علم سب پڑھ چکا
خبردار حکمت کے مضمون سے غرض جو پڑھا اوسنے قانون سے
کیے علم نوک زبان حرف حرف اسی نحو سے اوسنے کی عمر صرف
ہوا جبکہ خوشخط وہ شیرین رقم پڑھا کر لکھے سات سے نو قلم
عروس الخطوط اور ثلث و رقاع خفی اور جلی مثل خط شعاع
کیا خط گلزار سے جب فراغ ہوا صفحہ قطعہ گلزار باغ
کمانکے جو درپے ہوا بے نظیر لیا کھینچ چلے میں سب فن تیر
رکھا چھوٹتے ہی جو لکڑی پہ چمن کیا اپنے قبضہ میں سب اوسکا فن
رکھا موسیقی پر جو کچھ خیال کیے قید سب اوسنے ٹھونٹن تال
کئی دن میں سیکھا یہ کسب تفنگ کہ حیران ہوئے دیکھ اہل فرنگ

صبا جو گئی ڈھیریان کرکے پھول پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول
خوشی ہر گلو پر سدا بلبلین تعشق کی آپس میں باتیں کریں
سمان قمریان دیکھ اوس آن کا پڑھیں باب پنجم گلستان کا
خواصوں کا اور لونڈیوں کا ہجوم محل کی وہ چہلیں وہ اوسکی دھوم
کنیزان مہرو کی ہر طرف ریل چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل
کوئی گیتکی اور کوئی گلاب کوئی مہر تن اور کوئی ماہتاب
اودھر اور اودھر آتیان جاتیان پھرین اپنے جوبن کو دکھلاتیان
کہیں چٹکیان اور کہیں تالیان کہیں قہقہے اور کہیں گالیان
دکھاوے کوئی اوکو گھر موڑ موڑ کہیں سوت بوٹے کہیں تار توڑ
کوئی حوض میں جا کے غوطہ لگائے کوئی نہر پر پاؤں بیٹھی ہلائے
کسیکو کوئی ڈھول مارے کہیں کوئی جان کو اپنی وارے کہیں
مقابہ کوئی کھول مسی لگائے لبوں پر دھڑی کوئی اپنے جمائے
غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے یہ سب واسطے اوسکے آرام کے
ہوئی اوسکے مکتب کی شادی عیان ہوا پھر اونھیں شادیوں کا سماں
کیا قاعدے سے شروع کلام پڑھانے لگے علم اوسکو تمام
معانی و منطق بیان و ادب پڑھا اوسنے منقول معقول سب
لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم زمین آسمان میں پڑی اوسکی دھوم
عطارد کو آنے لگی اوسکی ریس ہوا سادہ لوحی میں وہ خوشنویس
لیا ہاتھ جب خامہ مشکبار لکھا نسخ و ریحان و خط غبار
شکستہ لکھا اور تعلیق جب رہے دیکھ حیران اتالیق سب
کرون علم اوسکا کہانتک بیان کہ ہے خوب یاب مختصر یہ بیان
صفائی میں سوفار پیکان کیا کیا جبکہ تو وہ یہ طوفان کیا
ہوئیں دست و بازو کی مردانیان اوڑائیں گئی ہاتھ میں مچھلیان
طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر لگے رنگ سب اوسکے مد نظر
سو ان کمالوں کے کتنے کمال درستی کی جو آمد یت کی چال

رذالوں سے نفرو کن سے نفرت اوسے
سدا قابلوں سے ہی صحبت اوسے

گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر
ہر اک فن مین سچ مچ ہو تو بے نظیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم مین

پلا ساقیا مجھکو اک جام مل
جوانی مین آیا ہے ایام گل

غنیمت شمر صحبت دوستان
کہ گل پنج روزست در بوستان

ثمر سے بھلائی کا گر ہو سکے
نستانی سے بو جو کچھ ہو سکے

کہ رنگ چمن پر نہین اعتبار
یہان چرخ مین ہے خزان و بہار

پڑی جب گرہ بارھوین سال کی
کھلی گلجھڑی غم کے جنجال کی

کہا شہ نے بلوا نقیبوں کو شام
کہ ہون صبح حاضر سبھی خاص و عام

سواری تکلف سے تیار ہو
مہیا کرین جو کہ درکار ہو

کرین شہر کو سب کے آئینہ بند
سواری کا ہو لطف جس سے دوچند

رعیت کے خوش ہون صغیر و کبیر
کہ نکلیگا گل شہر مین بے نظیر

یہ فرما محل مین گیا بادشاہ
نقیبون نے سن حکم لی اپنی راہ

ہوئی شب لیا مہ نے جام شرب
گیا سجدۂ شکر مین آفتاب

خوشی مین گئی جلد شب جو گذر
ہوئی سامنے سے نمایان سحر

عجب شب تھی وہ جون سحر روسپید
عجب روز تھا مثل روز امید

داستان حمام مین نہانے کی لطافت مین

گیا مژدۂ صبح لے ماہتاب
اوٹھا سورج آنکھوں کو ملتا شتاب

کہا شاہ نے اپنے فرزند کو
کہ بابا نہا دھو کے تیار ہو

پلا آتشین آب پیر مغان
کہ ہووے مجھے گرم و سیر جہان

اگر چاہتا ہے مرے دلکو چین
ندینا وہ ساغر جو ہو قلتین

کدورت مرے دل کی دھو ساقیا
ذرا شیشۂ مے کو دھو دھا کے لا

کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر
گیا ہے نہانے کو بدر منیر

ہوا جبکہ داخل وہ حمام مین
عرق آگیا اوسکے اندام مین

تن نازنین نم ہوا اوسکا کل
کہ جسطرح ڈوبے ہے شبنم مین گل

پرستار باندھے ہوے لنگیان
مہ و مہر سے طاس لیکر وہان

نگین بنے اوس گلبدن کا بدن
ہوا ڈہڈہا آپ سے وہ چمن

نہانے مین یون تھی بدن کی دمک
برسنے مین بجلی کی جیسے چمک

لبوں پر جو پانی پڑا سر بسر
نظر آئے جیسے وہ گلبرگ تر

ہوا قطرۂ آب یون چشم بوس
کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ اوس

لگا ہونے ظاہر جو اعجاز حسن
ٹپکنے لگا اوس سے انداز حسن

گیا حوض مین جب شہ بے نظیر
پڑا آب مین عکس ماہ منیر

وہ گورا بدن اور بال اوسکے تر
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر

نمی سے تھا بالوں کا عالم عجب
ندیکھی کوئی خوبتر اوس سے شب

کہوں اوسکی خوبی کی کیا تجھسے بات
کہ جون بھیگتی جائے صحبت مین رات

زمین پر تھا اک موجۂ نور خیز
ہوا جب وہ فوارہ سان آبریز

زمرد کی لے ہاتھ مین سنگ پا
کیا خادموں نے جو آہنگ پا

ہنسا کھلکھلا وہ گل نوبہار
لیا کھینچ پانو نکو بے اختیار

عجب عالم اوس نازنین پر ہوا
اثر گرد گردی کا جبین پر ہوا

ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
ہوے جی سے قربان چھوٹے بڑے

دعائین لگے دینے بے اختیار
کہا خوش رکھے تجھکو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہے سبکی خوشی
مبارک تجھے روز و شب کی خوشی

نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل
چمکتا ہے یہ فلک کا سہیل

کیا غسل جب اس لطافت کیساتھ
اوڑھا کھیس لائے اوسے ہاتھوں ہاتھ

نہا دھو کے نکلا وہ گل اسطرح
کہ بدلی سے نکلے ہے مہ جسطرح

غرض شاہزادے کو نہلا دھلا
دیا خلعت خسروانہ پنہا

جواہر سراسر پنہایا اسے
جواہر کا دریا بنایا اسے

کڑے کنگنی اور کلغی اور نورتن
گیا رنگ سے اوس کے زیب بدن

مرصع کا سرپیچ جون موج آب
منور بشکل رخ آفتاب

وہ موتی کے مالے بصد زیب و زین / کہیں جسکو آرام جان و دل و چین
غرض ہو کے اسطرح آراستہ / خراماں ہوا سرو نوخاستہ
زبس تھا سواری کا باہر ہجوم / ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب مین دھوم

جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور / کہ اک اک عدد اوسکا تھا کوہ طور
نکل گھر سے جسدم ہوا وہ سوار / لیے خوان گوہر کے اوس پر نثار
برابر برابر گھوڑے تھے سوار / ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار

تصویر سواری شاہزادہ بینظیر جانب باغ



سنہری روپہلی وہ عماریان / شب و روز کی سی طرحداریان
ہزاروں ہی اطراف مین پالکی / بھلا بوری جھلجھلی نالکی
بندھین بگڑیان تاش کی سر اوپر / جیکا چمکتین جس سے آدمی نظر
وہ ماہی مراتب وہ سر در وان / وہ نوبت کا دولھا کا جیسے سماں
وہ آہستہ گھوڑون پہ نقارچی / قدم با قدم با لباس زری
سوار اور پیادہ صغیر و کبیر / جلو مین تمامی امیر و وزیر
ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار / چلے سب قرینے سے باندھے قطار
طرق کے طرق اور پرے کے پرے / کچھ ادھر اودھر کچھ ادھر کچھ پرے
وہ جلو کی اور ریگڈ بر کی شان / جھلکتے وہ نقشین کے سائبان
سواری کے آگے بے اہتمام / لیے سونے روپے کے عاصے تمام
اسی اپنے معمول و دستور سے / ادب سے نقارچی اور دور سے

چلے ہوئے بادلے کے نشان / سوارونکے خث اور بادلے کی تھان
کہارونکی زربفت کی کرتیان / اور اونکے وہ بانونکی کرتیان
وہ ہاتھونمین سونیکے موٹے کڑے / جھلک جسکی ہر ہر قدم پر پڑے
وہ شہنائیونکی صدا خوشنما / سہانی وہ نوبت کی وہی صدا
بجاتے ہوئے شادیانے تمام / چلے آئے آگے لے شادکام
وہ تدرین کہ جس جس بے نقشین بہا / شہ و شہزادیکو گذرانیان
سجے اور سجائے سبھی خاص و عام / لباس زری مین ملبس تمام
مرصع کی سازونسے کوتل سمند / کہ خوبی مین روح القدس سے دوچند
چلے پایۂ تخت کے ہو قریب / بدستور شاہانہ بنتے جریب
نقیب اپنے رجلودار اور چوبدار / یہ آپسمین کہتے تھے ہر دم پکار
بڑھائو جو آتو بڑھے جائیو / دوجانب سے باگین لیے آئیو

بڑھے جائیں آگے سے چلتے قدم
بڑھے عمر و دولت قدم با قدم

تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم
کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم

منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در
تمامی تھا وہ شہر سونے کا گھر

رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ
گذرتی تھی رک رک کے ہر جا نگاہ

یہ خالق کی سن قدرت کاملہ
تماشے کو نکلی زن حاملہ

وحوش و طیور اون تلک بے محل
پڑے آشیانوں سے اپنے نکل

غرض شاہزادہ بہت تھا حسین
ہوئے دیکھ عاشق کہین و مہین

دعا شاہ کو دی کہ یا رب اِلٰہ
سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ

غرض شہر سے باہر اک سمت کو
کوئی باغ تھا شہ کا اسمین سے ہو

اسی کثرت فوج سے ہو سوار
پھر اس شہر کیطرف وہ شہریار

جہاں تک کہ تھیں خادمان محل
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تلک آئین نکل

بلائیں لگیں لینے سب یکبار
کیا جی کو یکدست سب نے نثار

جواہرات تک پہنے پوشاک وہ
رہا ساتھ سبکے طربناک وہ

نکھارے سے تھا اوسکے دلکو سرور
عجب عالم نور کا تھا ظہور

ہوا شاہزادے کا دل بیقرار
یہ دیکھی جو وان چاندنی کی بہار

خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
کہ شہزادے کی آج یوں ہے خوشی

کہا شہ نے اچھو گئے دن نکل
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے خلل

لب بام پر جب وہ سوئے صنم
کریں سورۂ نور کو اوسپہ دم

کہا تب خواصوں نے حق سے امید
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں روسپید

قضارا وہ دن تھا اوسی سال کا
غلط وہم ماضی میں تھا حال کا

پڑے لیٹے اپنے جو سب عیش بیچ
نسمجھے زمانے کی کچھ اونچ نیچ

کہ اس بیوفا کی نئی ہے ترنگ
یہ گردش بدلتا ہے ہر دم میں رنگ

غرض اس طرح سے سواری چلی
کہے تو کہ باد بہاری چلی

لگا قلعے سے شہر کی حد تلک
دوکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک

کیا تھا بس شہر آئینہ بند
ہوا جو گگا لطف وان چار چند

ہوئے جمع کوٹھوں پہ جوں سیم تن
ہر اک سطح تھا جوں زمین چمن

لگا لنج سے تا ضعیف و نحیف
تماشے کو نکلے وضیع و شریف

نہ پہونچا جو اک مرغ قبلہ نما
سو وہ آشیانے میں تڑپا کیا

نظر جسکو آیا وہ ماہ تمام
کیا اوسنے جھک جھک کے اوسکو سلام

یہ خوش اپنے مہ سے کہ ہے شہریار
کہ روشن رہے شہر پروردگار

گھڑی چار تک خوب سی سیر کر
رعیت کو دکھلا کے اپنا سیر

سواری کو پہونچا گئی فوج اودھر
گئے اپنی منزل میں شمس و قمر

قدم اپنے حجرے سے باہر نکال
لیا سب نے آ پیشوا حال حال

گیا جب محل میں وہ سرو رواں
بندھا ناچ اور راگ کا وان سماں

قضارا وہ شب تھی شب چاندنی
پڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ

عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
کہے تو کہ دریا تھا سیماب کا

کچھ آئی جو اوس مہ کے جی میں ترنگ
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
کہ بھایا ہے عالم لب بام کا

برا تنا ہوا اوس سے سب جدا ہون
جنونکی ہو جو کی نہ بیدار ہون

تمہارا امرا یوں بالا رہے
یہ اس گھر کا قایم اوجالا رہے

پھرین حکم نے وانسے پھر شاہ کا
بچھونا وہیں جا کیا ماہ کا

سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
کہ تم گے قضا کے ہو احمق حکیم

یہ جانا کہ یوں ہیں رہیگا یہ دور
نہ دریافت تھی اس زمانے کے طور

گرا بادۂ عیش در جام ریخت
کہ بر فرق صبحش ز صد شام ریخت

داستان شاہزادے کے کوٹھے پر سونے کی اور پری کے اوڑا لیجانے کی

نداری تعجب ز نیرنگ دہر
کہ آرد زیک حقہ تریاک زہر

شتابی سے اوٹھ ساقی سیمبر
کہ چاروں طرف ماہ ہی جلوہ گر

بلوریں گلابی میں دے بھر کے جام
کہ آیا بلندی یہ ماہ تمام

جوانی کہاں اور کہاں پھر یہ دن
وہ سونے کا جو تھا جڑاؤ پلنگ
کھنچی چادر اک اوس پہ شبنم کی صاف
دھرے اوس پہ تکیے کئی نرم نرم
وہ گل تکیے اوسکے جو تھے رشک ماہ
چھپائے سے ہوتا نہ حسن اوسکا ماہ
وہ بس نیند میں تھا جو وہ ہو رہا
ہوا اوسکے سونے پہ عاشق جو چاند
وہ پھولوں کی خوشبو وہ ستھرا پلنگ
غرض سب کو وان عالم خواب تھا
کبھو کا سا دیکھا جو اوسکا بدن
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہاں
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس
محبت کی آئی جو دل میں ہوا
شب مہ میں وہ یوں زمین سے اٹھا
غرض لیگئی آن کی آن میں

شب ہر کہ ہر چاندنی چار دن
کہ سیمیں تنوں کو ہو جس سے امنگ
کہ ہو چاندنی جس صفائی غلاف
کہ مخمل کو ہو جسکے دیکھے سے شرم
کہ ہر وجہ تھی اونکو خوبی میں راہ
دیے تھے لگا اوسکے مکھڑے کو چاند
بچھونے پہ آتے ہی وہ سو رہا
لگا دی ادھر اوسنے اپنی نگاہ
جوانی کی نیند اور وہ سونے کا رنگ
لگا جاگتا ایک مہتاب تھا
جلا آتش عشق سے اوسکا تن
منور ہو سارا زمین آسمان
ولیکن چھپانے کہاں اوسکو بس
وہاں سے اوسے لے اڑی دلربا
چلے شیر جسطرح سے جوش کھا
اڑا کر وہ اوسکو پرستان میں

اگر مہ کے دینے میں کچھ دیر ہو
سراسر دوپٹے زری باف کے
کسے اوس پہ بسنے وہ مقیش کے
کہاں تک کہوں اونکی خوبی کو یار
کبھی نیند میں جبکہ سوتا تھا وہ
ہوئی دونوں کے حسن کی ایک جوت
وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر
وہ مہ اوسکے کوٹھے کا ہالہ ہوا
جہاں تک کہ چوکی کے تھے باری دار
قضارا ہوا اک پری کا گذر
ہوئی لاکھ جی سے وہ دل سے نثار
دوپٹے کو اوس مہ کے منہ سے اٹھا
پری عشق میں پھر یہ سوجھی نئی
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند
جلے رشک سے اوسکے شمع و چراغ
کبھی خوش ہو دل اور کبھی دردمند

تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہو
کہ تھے رشک آئینہ صاف کے
کہ چھبون میں تھے جسکے موتی لگے
جسے دیکھ آنکھوں کو آرام آئے
تو رخسار رکھ اوس پہ سوتا تھا وہ
کہ جیسے ہوں دو چشمہ نور ایک سوت
رہا پاسباں اوسکا بدر منیر
غرض وہ انکا عالم دوبالا ہوا
ہوا جو چلی سو گئے ایکبار
پڑی شاہزادے پہ اوسکی نظر
وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اوتار
دیا گال سے گال اپنا ملا
کہ لیچلیے اسکا امانت پلنگ
ہوا ان ستارہ سا جسکا دو چند
کہ اوس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
زمانے کی جیسی ہے پست و بلند

تصویر اوڑا لیجانے پری کی شاہزادے کو



داستان حالت تباہ کرنے ماں باپ کی شاہزادے کے غائب ہونے سے

شتابی مجھے ساقیا دے شراب
کہ یہ حال سنکر ہوا دل کباب

کروں حال ہجران زدوں کا رقم
کہ گذرا جدائی سے کیا اونپہ غم

نہ ہو وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو
نہ وہ گل ہو اور نہ وہ اسکی بو

کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو
گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب
کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب

نہ بن آئی کچھ اونکو اسکے سوا
کہ کہیے یہ احوال شہ سے جا

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی
کہ کیطرح سے بکس رہ گئی

کہا شہ نے وانکا مجھے دو پتا
عزیزو جہاں سے وہ یوسف گیا

یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا
کہا ہاے بیٹا تو یاں سے گیا

عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

لب بام کثرت جو یکسر ہوئی
تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی

عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ
قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ

اوٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل
کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل

گیا جبکہ وہ سرو اس باغ سے
نظر پھول آنے لگے داغ سے

صدا اب جو کوئی اونکی سنے
تو کوکو سے اونکی جگر تک بھنے

ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
گلونکا جگر درد سے پھٹ گیا

اوڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب
ہوے بال سنبل کے ماتم کی شب

لگی آگ لالے کے دلکو تمام
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام

گرے غم سے انگور مدہوش ہو
گرے سارے سائے سیہ پوش ہو

وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا
سو آنکھوں کو وہ رنگئی ڈبڈبا

مژہ پہ جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
غرض روتے روتے گڑھے پڑ گئے

کہاں وہ کنوئیں اور کہاں آبشار
کوئی دلمیں روتے کوئی ڈاڑھ مار

جہاں رقص کرتے تھے طاؤس باغ
لگے بولنے واں منڈیر پہ زاغ

یہاں کا تو قصہ یہیں چھوڑیاں
ذرا اب سنو غمزدوں کا بیاں

کھلی آنکھ جو ایک کی ان کہیں
تو دیکھا کہ وہ شاہزادہ نہیں

رہے دیکھ یہ حال حیران کار
کہ یہ کیا ہوا ہاے پروردگار

کوئی بلبلائی سی پھرنے لگی
کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی

کوئی رکھکے زیر زنخداں چھڑی
رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی

کسی نے دئے کھول سنبل سے بال
طمانچوں سے جوں گل کئے سرخ گال

سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
گرا خاک پر کہکے ہاے پسر

ہوا گم جو یوسف پڑی جو دھوم
گیا تا دمان محل فی ہجوم

گئیں لیکے وہ شہ کو لب بام پر
دکھایا کہ سویا تھا وہ سیمبر

مری نوجوانی میں کہاں جاؤں مر
نظر تو نے پھیر نہ کی بیشتر

کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں
ترقی میں ہر دم تھا شور و فغاں

شب آدھی وہ جسطرح سے کٹ گئی
رہی تھی جو باقی وہ رو کٹ گئی

سحر نے کیا جب گریباں چاک
اوڑانے لگے ملکے سب سر پہ خاک

غم و درد سے دل جو سب کا بھرا
ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا

اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول
اڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

ہوئے خشک اور زرد سارے نہال
ثمر لگکے پانون کے پایمال

تبسم کیا حزن سے غنچہ بھول
ہوا غمسے الجھن کو پیچے پھول

لب جو ہوا اوڑنے لگی گرد گرد
گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

پڑا ماتم اوس باغ میں بسکہ سخت
ہوے نخل ماتم تمامی درخت

لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ
وہ ہلہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ

اوچھلتے تھے فوارے جو اوسکے واں
گیا سب نکل اوسکا تاب و تواں

ہوا حال چشموں کا یاں تک تباہ
کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ

نہ بگلوں کا عالم نہ وہ قرقرے
نہ وہ آبجوئیں نہ سبزے ہرے

سہانی وہ چھائیں جو مجھ بیچ تھیں
تو کیا ہو کہ اب دل لگی واں نہیں

منقش جہاں تھی وہ رنگین مکان
ہوئی سب چون دیدہ خونچکان

گلوں کی طرح کھل رہے تھے جو دل
سو وہ سب خزاں آئے ہوئے مضمحل

خزاں کا الم دل میں جو آ گیا
جگر برگ گل کی طرح چھڑ پڑا

نہ غنچہ نہ گل نے گلستان رہا
فقط دل میں اک خار ہجران رہا

وزیروں نے دیکھا جو احوال شاہ
کہ ہونی ہے اب اسکی حالت تباہ

کہا گو جدائی گوارا نہیں
و لیکن جدائی سے چارا نہیں

نہیں خوب اتنا تحمل اضطراب
نصیبوں سے اسکے نہ آیا وہ شتاب

خدا جانے اب اسمیں کیا بھید ہے
یہ کہتے ہیں جینے کو امید ہے

خدا کی خدائی جو معمور ہے
غرض اسکے نزدیک کیا دور ہے

نہیں ایکصورت یہ کوئی مدام
اوسکی غرض ذات کو ہے قیام

یہ کہہ اور سنہ کو بیٹھا تخت پر
بہر نوع رہنے لگے یکدگر

لٹایا بہت باپ نے مال و زر
ولیکن نہ پائی کچھ اوسکی خبر

داستان پرستان میں لیجانے کی

مجھے دیجیے دی کھوج اسکا بتا
ذرا خضر رہ ہو تو ہی ساقیا

نہ پائی کہیں یان تو اس گل کی بو
کروں اب پرستان میں جستجو

اڑی وہ پری وان سے لیکر اسے
اتارا پرستان کے اندر اسے

وہاں ایک تھا شہر کا ایسا باغ
کہ جسکے گلوں سے ہو تازہ دماغ

ریاحین و گل و سمین انواع کے
طلسمات گل اسمیں انواع کے

طلسمات کے ساری دیوار و در
نہ پانکے سے کوٹھے نہ پانکی سے گھر

مطلا منقش مشبک تمام
یہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اسمیں نام

کری جھمکے وان اس طرح انکے دیے
زر ودی کا جوں زعفران پر تو رو

نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر
نہ سردی نہ گرمی کا اسمیں خطر

ہرے اور بھرے سب گلشن کے مکان
جہاں چاہیے جا کے رکھدیں وہاں

درخشندہ ہر سقف دالان کی
ہو دیوار جیسے چراغان کی

زمیں ساری وانکی جواہر نگار
ادھر میں چمن اور ہوا میں بہار

کسیکو ہو جس چیز کا اشتیاق
نظر آوے وہ چیز بالائے طاق

جواہر کے ذی روح وحش و طیور
خراماں پھریں صحن میں دور دور

پھریں دہنیں ساری وہ حیوان ہو
کریں رات میں کام انسان ہو

لگے ہر طرف گوہر شب چراغ
وہیں انکو گوہر ہی شب چراغ

بندے ہوئی جال ہا ہم نہال
گل و غنچہ سب انکے دور از خیال

صدا آئے ایسے آب گھڑیال کی
کہیں ناچ کی اور کہیں راگ کی

لیے وانکی حیرت کا جو در کھلا
تو دنیا کے باجے کی آئے صدا

تو گر بند کر دیجیے ایکبار
تو جوں ارغنوں راگ نکلیں ہزار

مکانوں میں مخمل کا فرش و فروش
بخط سلیمانی اُنپر نقوش

طلسمات کے پردے اور چلمنیں
اڑے دیکھ کے اوٹھیں اور گریں

خواصیں پری زاد اسمیں تمام
پھریں گرد گرد اُس پری کے مدام

سراسر نگینہ مرصع نگار
سراپا برنگ گہر آبدار

رکھا شاہزادے کا اسمیں پلنگ
کھلا جس سے اسکے نگار کا رنگ

قضارا کھلی آنکھ اوس گل کی جو
نہ پائی وہاں شہر کی آب و بو

نہ وہ لوگ دیکھے نہ وہ اپنی جا
تعجب سے اک اک کو تکتا رہا

اچنبھے کا یہ خواب دیکھا جو وان
لگا کہنے یارب میں آیا کہاں

زبس تھا وہ لڑکا تو سہما بھی کچھ
ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ

سرہانے جو دیکھی مہ چار دہ
کہا ہو اجی سنیو اے رشک ماہ

کہا کون ہے تو یہ کسکا ہے گھر
کہ لے آیا مجھ کون گھر سے ادھر

پھرا منہ کو اور اودھر کر نقاب
دیا اوس پری نے یہ ہنسکر جواب

خدا جانے تو کون ہے میں ہوں کہاں
مجھے بھی تعجب ہے میں ہوں یہاں

پر اب خود تو آیا ہی یان اسکے گھر
لے آئی ہو تجکو قضا و قدر

یہ گھر گو کہ میرا ہے تیرا نہیں
پر اب گھر یہ تیرا ہے میرا نہیں

ترے عشق نے مجکو شیدا کیا
ترا غم مرے دلمیں پیدا کیا

چھٹے گر ترا تجھ سے شہر و دیار — نصیبوں ہی لائی ہے تقصیر وار
کہاں صورت جن کہاں شکل انس — غرض ٹھہری صحبت غیر جنس
کبھی یوں بھی ہو گردش روزگار — کہ معشوق عاشق کے ہو غمگسار
ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس — رہے وحشیوں کی طرح وہ اداس
وہ محلوں کی چہلیں وہ گھر کا سماں — رہے روبرو دھیان میں ہر زماں
کبھی اپنی تنہائی کا غم کرے — کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے
یہاں سے دن رات سوا کرے — نہ جب کوئی تب وہ رویا کرے
غرض ماہرخ اس پری کا تھا نام — پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام
وہ پریوں میں از بسکہ تھی ذی شعور — نئی چیز لاتی تھی اس سے حضور
نئے کھانے اور سو طرح کے اقسام کے — مہیا سب اسباب آرام کے
نئے سوانگ اور نئے راگ رنگ — کہ تا دل لگے اور نہ ہووے تنگ
شراب و کباب و بہار و نگار — جوانی و مستی و بوس و کنار
اسی غم میں گھل گھل کے مرتا تھا وہ — سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ
وہ بھی نازنیں بھی بہت عقلمند — نہ کھلنے سے کچھ اس کے ہوتی تھی بند
تو اک کام کر اک پہر بھر کہیں — کیا کر تو ٹک سیر روئے زمیں
سرشام جاتی ہوں میں باپ پاس — اکیلا تو رہتا ہے اس جا اداس
کہ گر شہر کی سیر کو جائے کہیں — وہ یا دل کسی سے لگائے کہیں
کہا کیونکہ میں تجھ کو جاؤں گا بھول — مجھے جو کہا تم نے سب ہے قبول

پری تو نہیں اور یہ پرستان ہے — یہاں سب یہ قوم پری جان ہے
پری کو بھولی شادی و سن کو غم — یہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم
غرض دل کو جوں جوں لگا یاد ہاں — کہا اوسنے جو کچھ کہا اوسکو ہاں
کبھی اشک آنکھوں میں بھر لاوے وہ — کبھی سانس لیکر کہے ہائے وہ
وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے — تو رو رو کے دریا بہائے
کرے یاد جب اپنے ناز و نعم — تو حیران پریشاں کرے دم بدم
غرض اضطراب اس کا سا حال میں — کہ جوں مرغ تڑپے نیا جال میں
کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی کہاں — کہ تا راز اس کا نہ ہووے عیاں
عجائب غرائب پرستان کے — دکھاتی تھی ہر شب اسے آن کے
نئی کشتیاں روز پوشاک کی — خوشامد سدا جان غمناک کی
شرابوں کے شیشے جو طاقوں میں تھے — گزرگہ کہ نکلا نہ آفاق میں
نہ تھا اور غم کچھ تو اس کو وہاں — بغیر از غم دوری دوستاں
پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے — وہ بیٹھی تھی اس کو اپنا کئے ہوئے
کہا ایک دن اس نے اے بے نظیر — مرے دام میں تو ہوا ہے اسیر
تو کر سیر کے کر اپنے جیکو پذیر — نہ پہونچے کہیں تیرے جی کو گزند
یہ گھوڑا تو کل دوں گی کل کا تجھے — ولیکن نہ دے تو دغا کا مجھے
تو پھر حال ہو جو گنہگار کا — وہی حال ہو تجھ سے دلدار کا
کہا ماہرخ نے کہ تو ہے تیرے تخت — کہ بخشا تجھے میں سلیمان کا تخت

داستان گھوڑے کی تعریف میں

جو اس نے تو کل کی سنی یوں خبر — جو بر عکس چاہے تو دوں موڑ تو
زمیں سے لگا اور تا آسماں — جہاں جا ہیو جائیو تو وہاں
کہوں کیا میں اس اسپ کی خوبیاں — پرندوں میں کب ہوں یہ جو بیاں
نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی — نہ مانے نہ بیمار ہووے کبھی
نہ ہو دو تکانہ موتر بولنا خلل — نہ پیشانی اوپر ستارہ کا بال
یہ گھوڑا جو اس کل کی تھا کل کا — فلک سیر تھا نام اوس خوش خرام کا
ہر اک طرف سے ہو گذرتا تھا — وہیں ایک پہر سیر کرتا تھا وہ

ذرا کل کو موڑے فلک پر ہوا — جو کیجے تو کیجئے اسے باد پا
نہ خشکی نہ تری نہ شب کو وہ ڈر — نہ گھنے لنگ اور نہ منہ زور وہ
نہ سایہ نہ ناگن نہ بھوتوں کا ڈر — ہر اک عیب سے وہ غرض بے خطر
سرشام وہ بے نظیر جہاں — اوسی نحس پر ہو کے جاتا کہاں
پھر جب کہ بجتا تو پھرتا شتاب — کہ پھر پھر تھا ماہرخ کا عتاب

داستان وارد ہونا بے نظیر کا باغ مین بدر منیر کے

کمر ہو تو ایسا ہی شوخ رنگ
کہ آیا ہوں مین بیٹھے بیٹھے پتنگ

لگے توسن طبع کو پر لگا
مجھے یان سے لیچل فلک پر اُڑا

ہوا نا کہاں اسکا آنجا گذر
سہانا سا اک باغ آیا نظر

وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جابجا
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا

یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ
اوتر اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا

جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہ سب کچھ گیا اُسکے جی سے اُتر

کہ یہ نیچے اوترا دبے پانون وہ
نظر سے بچائے ہوئے چھانون وہ

تھے اکطرف گنجان باہم درخت
کہ لپٹے ہوں جسطرح مشتاق سخت

جو دیکھی تو صحبت عجب ہے وہان
عجب چاندنی ہے عجب ہے سمان

ملی جنس کی اپنے جو اسکو بو
لگا تکنے حیرت سے ہر ایک سو

در و بام یک لخت سارے سپید
ہر اک طاق محراب صبح امید

زمین کا طبق آسمان کا طبق
سنہرے روپہلے ہوں جیسے ورق

چلا مجھکو اور کوئی تیز تند
کہ ہوتا چلا ہے مرا ذہن کند

سنو اک دن کی یہ تم واردات
اُٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات

سفید ایک ایسی تھی عمارت بلند
کہ تھی نور مین چاندنی سے دوچند

وہ نکھرا فلک اور مہ کا ظہور
لگا شام سے صبح تک وقت نور

لگا جھانکنے اس مکان کے تئین
کہ دیکھون تو یان کوئی ہے یا نہین

کہا جی سے اب تو کچھ ہو سو ہو
ذرا چلکے اس سیر کو دیکھ تو

الگ کھول ہاتھوں سے اُنکے کواڑ
چلا سایہ سایہ درختونکی آڑ

لگا واں سے چھپ چھپ کے کرنے نظر
درختون سے جون ماہ ہو جلوہ گر

عجب صحن رنگین اور طرفہ محل
چلا دیکھتے ہی دل اوسکا نکل

نظر آئی واں چاندنی کی بہار
کہ آنکھونسے کی خیرگی اختیار

مغرق زمین پر تمامی کا فرش
جھلک جسکی ہے فرش سے تا بعرش

بلورین کٹہرے ہر طرف سنگ فرش
کہ جس سے منور ہے رنگ فرش

تصویر عمارت و باغ



گئی اوسکے عالم پہ جسدم نگاہ
اور آئی نظر اسمین اک بارگاہ

کہین دیکھا اوسنے کتنے ہی ہوشمند
پری کو کیا ہوگا قفسے مین بند

پسینے ہوئے بادلون سے درخت
زمین و ہوا صاحب تاج و تخت

لب نہر صاف جو غور کی
تو ٹپری تھی وہ ایک بلور کی

مقرض پڑا اسمین مقیش جو
گڑا وان تنک سے پڑے ہو

غرض اپنی صورت سے تارونکو توڑ
زمین کو فلک کا بنایا تھا جوڑ

فقط چاندنی مین کہان
کہ طرہ نہ چھپتا ہے اور یہ

گل و غنچہ زرین و تاج و خروس
زمین چمن سب جبین عروس

کھڑا ایک منگیرہ زرنگار
کہ تھے جسکی جھالر پہ موتی نثار

کھنچی ڈوری اکطرف زرتار کی
لڑی جون کناری کے ہون ہار کی

مغرق بچھی مسند اک جگمگی
کہ تھی چاندنی جسکے قدمون لگی

بلورین صراحی و جام بلور
دل و دیدہ وقف تماشائے نور

چمن سارے داؤدیون سے بھرے
جوانان شبو کے ہر جا پرے

اگر کیجے سایہ ادہر نگاہ
تو ہو وہ بھی جون سایۂ مہر و ماہ

کرون کونسے حسن کو انتخاب
اگر آئینے مین وہی ماہتاب

نکل ہی وحدت سے کثرت مین آ
وہی نور ہو جلوہ گر جا بجا

طرح اسکی ہر دلکی مانوس تھی
کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی

ہر اک سمت وان نور کا ازدحام
لگے آئینے قد آدم تمام

علی الخصوص وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر
پڑے چشمۂ ماہ سے جسمین لہر

ترٹرا اسمین فوارے چھٹتے ہوئے
ہوا نیچ موتی سے لٹتے ہوئے

نئے گود مقیش چھوٹے بڑے
ہر اک جا ستارے اوڑا دین بکھر

ہوئے وہ جگنو سے تمکین بہم
ملین جلوہ مہ کو زیر قدم

زمانہ زرافشان ہوا زرفشان
زمین سے لگا تا سما زرفشان

خرامان زری پوش ہر مہ وش
کرین دیکھکر مہر و مہ جنکو غش

جڑاؤ دو استادے الماس کے
ڈھلے ایک سانچے کے اک راس کے

کہون کیا مین جھالر کی اسکی پھبن
کہ سورج کے ہو گرد جیسے کرن

نہ جھولے سماتے تھے تکیہ دہرے
کہ تھے وہ فقط حسن ہی سے بھرے

زمین نور کی آسمان نور کا
جدہر دیکھو ادہر سمان نور کا

ستارونکا مہتاب مین جال یون
کہ جو نیکا پانی مین قطرے ہون جون

کرے ہے نگہ جسطرف کو گذر
بجز نور آتا نہین کچھ نظر

نظر جسطرف جائے نزدیک و دور
اوسی ایک سے کا ہے ہر جا ظہور

نئے رنگ سے ہر طرف ماہتاب
وہی ایک نکتہ کہ جسکی کتاب

حقیقت کی لیکن بصارت بھی ہو
کہ دیکھے نہ اوسکے سوا غیر کو

داستان تعریف بدر منیر اور عاشق ہونا بے نظیر کا

گلابی کو لا سامنے ساقیا
مہ چاردہ کو دکھا کر بلا

کرون اوس مکان کے مکین کا بیان
کہ ہے بعد خاتم نگین کا بیان

برس پندرہ ایک کا سن و سال
نہایت حسین اور صاحب جمال

خواصین کھڑین ادہر اودہر تمام
ستارونکا جون ماہ پر ازدحام

ادہر آسمان پر درخشندہ مہ
اودہر یہ زمین پر مہ چاردہ

نظر آئے اتنے جو اکبار چاند
زبانین کے منہ کو لگے چار چاند

کرون اوسکی پشواز کا کیا بیان
فقط اک پشواز آب روان

اور اک اوڑھنی جون ہوا کا حباب
جسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب

کہ دیکھے سے جسکے ہو دلکو سرور
نظر کام کر جائے نزدیک و دور

وہ مسند جو تھی موج دریائے حسن
وہان تھی اک مسند آرائے حسن

دیے کہنی تکیہ پہ اک ناز سے
سر نہر بیٹھی تھی انداز سے

وہ بیٹھی تھی یہ دہج بنائے ہوئے
دل اوس چاندنی پر لگائے ہوئے

پڑا عکس دونون کا جو نہر مین
لگے لوٹنے چاند ہر لہر مین

عجب لہر کا حسن تھا جا نظر
کہ مہ روبرو جیسے تھا تھال پر

برس موتیونکی تھی سنجاف گل
کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی مین تل

صباحت صفا اسمین جھلکی ہوئی
پڑی سر کاندہے پہ ڈھلکی ہوئی

گریباں تھا تکمہ اک الماس کا
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا

وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار
نیا باغ اور ابتدا کی بہار

جھلک پاجامہ کی دامن سے یوں
کہ روشن ہو فانوس میں شمع جوں

صفائی یہ پوشاک کی دیکھیو
نظر سوچ میں ہے کہ میلی نہ ہو

وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن
وہ بازو یہ ڈھلکے ہوئے نور تن

جڑاؤ وہ بانے کہ ہاے کا رنگ
وہ موتی کے مالے کہ عاشق کا اشک

وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگاں کی نوک
کرنپھول کی اوسکی بانکی جھوک

وہ موتی کا دولڑا وہ موتی کا ہار
سدا اشک غمدیدہ جس پر نثار

لگا دھکدھکی کا طلا ست لڑا
سراسر لگا حسن اوسکے پڑا

جڑاؤ دکھتی وہ چینا کلی
رہے جس سے الماس کو بیکلی

تنا اوسکے موتی نے گرد گل
کہ جوں شبنم آلودہ ہو برگ گل

جہانگیر کا کروں کیا بیان
کہ اوٹھتی تھی ہاتھوں سے جسکی فغان

جواہر سے پنے کی ہیکل جڑی
کمر اور کولے کے نیچے پڑی

فقط موتیوں کی پڑی پازیب
کہ جسکے قدم سے گری پازیب

کسی کے کہاں ہاتھ وہ پانوں آگے
جواہر جہاں پانو پڑتے چاہئے

سراپا اگر ہو زبان میرا تن
سراپا میں اوسکے کروں کیا سخن

سب اعضا بدن کے موافق درست
ہر اک کام میں نے حیا اک خصیت

جہاں راستی چاہئے راستی
کجی جسجگہ چاہیے واں کجی

وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے
وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے

جو کچھ چاہئے پھبن تنک سے انگ
نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ

کچھ اک تمکنت اور کچھ اک بانکپن
غرض کس طرح میں ادا کی کہیں

کرشمہ ادا غمزہ ہر آن میں
غرض دلبری اوسکے فرمان میں

تغافل حیا ناز و غمزہ غرور
ہر اک اپنے موقع پہ وقت ضرور

تبسم تکلم ترحم ستم
موافق ہر اک حوصلے کے کرم

وہ ابرو کہ محراب لیوے جو حسن
جھکی شاخ نخل گلستان حسن

نگہ آفت و چشم عین بلا
مژہ دیں صفوں کو الٹ پر بلا

در گوش جب اوسکا تابندہ ہو
جہت کا دل صاف شرمندہ ہو

وہ بینی کہ جسکی نہیں کچھ نظیر
ہے انگشت قدرت کی سیدھی لکیر

وہ رخسار نازک کہ ہو جائے لال
اگر اوس نے سینہ کا گزرے خیال

نہیں ربط پالیس کا یاں کچھ حساب
بیاض گلو اوسکے سب انتخاب

وہ ساعد وہ بازو وہ گول گول
کہ بہتر ہو الماس کے جیبہ کا دل

وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب
شفق میں ہو جوں پنجہ آفتاب

زبس مثل آئینہ تھا اوسکا تن
کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن

کمر کو کہوں کیونکہ ہیں اوسکی ہیچ
نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ

وہ زانو کہ آجاے گر دیکھے ہاتھ
رہے عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ

وہ ساق بلوریں وہ انداز پا
بھرے ہے سحر جسکے دامن سدا

قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
قیامت کرے جسکو جھک کر سلام

وہ اٹکھیلیاں اور وہ اوس کی چال
کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال

بنا ایک کیسی ہی گو چال لائے
کہاں پر وہ رفتار کو اوسکی پائے

بھلا ایک چال اوسکی کیونکر چلے
یہ انداز سب اوسکے پانوں تلے

عجب لطف یا صاف انگشت پا
کف پا دکھا اور پشت پا

مغرق جواہر سے اک جفت کفش
نہ وہ مفت پا بلکہ پا مفت کفش

یہ قدرت کا دیکھا جو اوس نے جمال
کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال

درختوں نے وہ دیکھا لہلہانا
کسی کی نظر جا پڑی ناگہاں

جو دیکھے تو ہے اک جوان حسین
درختوں کی ہے اوٹ میں مہ جبین

یہ چرچا جو پھیلا تو فاسر ہوا
ہر اک حال سے اوسکے ماہر ہوا

یہیں ایک سے ایک وان سب کے سب
پھرے ہیں برگ گل کی طرح غنچہ لب

جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہے کچھ
درختوں کا روشن سا آنگن ہے کچھ

کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
کسی نے کہا چاند ہے یاں چھپا

کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن
کسی نے کہا ہے قیامت کا دن

لگی کہنے ماتھا کوئی اپنا کوٹ
ستارا پڑا ہو فلک سے ٹوٹ

ہوئی صبح شب کٹ گیا اور حجاب
درختوں میں نکلا ہو یہ آفتاب

کسی نے کہا دیکھیو اے بوا
کھڑا ہو کوئی صاف یہ مرد وا

کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے
کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے

یہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں
اشاروں سے کہتی تھیں جو جو نگیں

گئی بات یہ شاہزادے کے گوش
یہ سنتے ہی جاتا رہا اوسکا ہوش

کہا میں تو دیکھوں یہ کہکر اٹھی
گیا سنسنا جی تو گھبرا اٹھی

خواصوں کے کاندھے پہ رکھا اپنا ہاتھ
عجب اک ادا سے چلیں ساتھ ساتھ

کچھ آگے جو سرکے ہول کھاتی ہوئی
دھڑکا اپنے دل کی بتاتی ہوئی

لئی سمہ میں تھیں جو کچھ وہ پری زنیں
دعائیں وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھیں

گئیں جب وہ کرکے دل اپنا کر سخت
دہاں جسجگہ تھے وہ باہم درخت

جو دیکھیں تو ہو اک جوان نازنیں
کھڑا ہو وہ آئینہ سا مہ جبیں

سرکنے کی وانسے نہ جاگہ نہ ٹھانو
دیئے حیرت عشق نے گاڑ پانو

برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
جوانی کی راتیں مرادوں کے دن

نئی پشت لب سے مسی کی نمود
جسے دیکھ نیلا ہو چرخ کبود

لگا ہیں پڑا نیمہ شبنم کا ایک
بدن سے عیاں نور عالم کا ایک

تمامی کی سنجاف جلوہ کناں
کہ جوں عکس مہ زیب آب رواں

طرحدار اک سر پہ پھینٹا سجا
تمامی کا پٹکا کمر سے بندھا

عجب پیچ پر پیچ بیٹھے تھے بل
کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل

جواہر کا تکمہ گلے میں بندھا
ستارہ ہو جوں صبح کا جگمگا

وہ موتی کا لٹکن زمرد کی ہڑ
لٹک جسکی زینت دہ دیدۂ تر

وہ گورا بدن اور قبا زیب بر
بھریں ڈنڈ پر نور تن کی بہار

اک الماس کی ہاتھ انگشتری
سراسر حنا دست و پا میں لگی

عیاں جسمیں دریا کی گات سے
نمو جوانی ہر اک بات سے

بدن آئینہ سا دمکتا ہوا
گل باغ خوبی مہکتا ہوا

اکڑ زلف کی اور کاکل کا بل
جوانی کی شب اور سماں محل

قیافے سے ظاہر سراپا شعور
جبیں پر برستا شجاعت کا نور

لئے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے

یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئیں
وہ جنبی کہ آنی تھیں سب مر گئیں

شتابی سے جا کر کہا اونکا حال
کہ اے شاہزادی عجب کیا کمال

عجب سیر ہے سیر مہتاب میں
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں

لگے ہے ہمارے تمانو کی قسم
جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم

اوٹھا پائے گلگوں کو جلدی لگا
نہ جانے کہیں ہاتھ سے یہ بلا

نہیں اور کچھ تم نہ کیجو ہراس
چلی آؤ تم ان درختوں کے پاس

گئی اوسجگہ جب وہ بدر منیر
ادر اوسنے جو دیکھا تو بے نظیر

لگے دیکھتے ہی سب آپس میں کل
نظر سے نظر جی سے جی دینے دل

غرض بے نظیر اور بدر منیر
گرے دونوں آپس میں ہوکر اسیر

رہی کچھ نہ تن من کی سدھ بدھ انہیں
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدھ انہیں

تھی ہمراہ اک اوسکے دخت وزیر
نہایت حسین اور بعقلت شہیر

برس تھی ستارہ ہی وہ دلربا
اوسے لوگ کہتے تھے نجم النسا

شتابی سے اوسنے چھڑک کر گلاب
تب آپس کی باتوں میں لائی اوسے تاب

شہ اوٹھے تو اوٹھی یہ حیران سی
گل شبنم آلودہ گریان سی

وہ شہزادہ دیکھ اوسکے رخ کو ٹھٹھک
وہیں رہ گیا نقش پا سا جھجک

کہ وہ نازنیں بھی جھجک منہ چھپا
کمر اور چوٹی کا عالم دکھا

چلی اوسکے آگے سے منہ موڑ کر
دہن نیم بسمل اوسے چھوڑ کر

وہ گدی وہ شانے وہ پشت کمر
وہ چوٹی کا کوسے پانا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

پلا ساقیا ساغر مشکبو
کہ ہو مجھکو ورد تعریف مو

سر شام سے دے پیالہ تو ناب
کہ مستی میں دیکھوں رخ آفتاب

کروں اوسکے بالو کا کیا میں بیان
وہ کنگھی وہ چوٹی وہ کھنچی صاف صاف
نمایاں ہو یوں روشنی سے جھلک
سنگار و نمیں وہ سب سے گوہر آب تاب
گل و سنبل اُس سیر سے قربان ہے
لے ہاتھ آتا ہو اوسکا گُتھن
وہ بیٹھا اُسکی شفاف آئینہ سان
بھری تھی دو لونسے زلفیں اُسکی تنگ
کشاکش میں تھا ورنہ جیسا تو سیج
کرے سر جو کوئی شمیں موباف تا
کہاں تک کہوں اُسکی چوٹی کی بات
بہت موشگافی جو کی میں نے یان
اب اس پیچ سے باہر آتا ہوں میں
ادا میں سب اپنی دکھاتی چلی
یہ ہے کون کمبخت آیا یہان
دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
مجھے چوٹ جاتے تو خوش تے نہیں
کیا ہے اگر تو نے گھائل اسے
مے عیش کا جام اب نوش کر
کہان یہ جوانی کہان یہ بہار
سمجھی یونتو دنیا کے ہیں کاروبار
کہان جاہ والے ہیں یوسف عزیز
شتابی سے مجلس کو تیار کر
شب و روز پی مئے کے جام شراب
میں سمجھی ترا دل گیا ہے اودھر

نہ دیکھا کسی رات میں یہ سمان
کناری کا پیچھے چمکتا موباف
کہ جون ابر مین برق کی ہو چمک
پھبتے ہین جو یکا اُسکو سنگار
کہ اُسکی لٹک مین عجب آن ہے
کہ ہے فی الحقیقت وہ کالے کا من
قسم اور وہ چوٹی کا پڑنا وہان
بہت دل لیے اُسکی کنگھی نے ہائے
بھلا کو رکھا اونے ڈھیلا ہی پیچ
کئے خون دل اپنا اوسکو معاف
کہ تھوڑا ہے سو انکا در بڑی ہے یہ بات
گھٹا نکی جاگہ نہ تھی درمیان
سمان ایک تازہ دکھاتا ہون مین
چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی
مین اب چھوڑ گھر اپنا جاؤن کہان
چھپا ابر تاریک مین آفتاب
ترے ناز بیجا یہ بھاتے نہین
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اُسے
غم دین و دنیا فراموش کر
یہ جوبن کا عالم رہے یادگار
وہی حاصل عمر ہے وصل یار
اری باولی جاہ ہین کر تمیز
تو اس گل سے گھر تک گزارا کر
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب
بہانے تو کرتی ہے کیون مجھپہ دھر

وہ زلفین کہ دل جسمین اولجھا رہے
کہون اُسکی چوٹی کا کیا رنگ ڈھنگ
موباف زری نے کیا ہے غضب
نہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
لڑی تھی زبس سحر سے اُسکے ساتھ
او لٹکر نہ دیکھے او ہوشیار
کہون اوسکے عالم کا کیا ماجرا
دل عاشق اوسپر قربان ہے
غرض حسن کا اوسکے ہے سب یہ کچھ
کیا قتل گو اوسنے دلکو تو کیا
دیا شعر کو گرچہ ہے بار طول
قسم اوپر جو پوری نہ سلجھی مثال
غرض وہ مُری جب کہ کھا اپنے بال
غضب منے یہ ظاہر وے دلمین خفا
یہ کہتی ہوئی اُنکی آن مین
کہ اتنے مین آئی وہ دختر وزیر
مری طرف ٹک دیکھ تو ہائے ہائے
ٹک حظ اوٹھا زندگانی کا تو
یہ حسن و جوانی یہ جوش و خروش
سدا عیش دوران دکھاتا نہین
خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ
ترے گھر مین آیا ہے مہمان غریب
بلا ساقیان گل اندام کو
یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا
لگی کہنے ہنس ہنسکے وہ ہاتھ کو

اولجھنے سے جی جسکے سلجھا رہے
کہ جون آخر شب ہو چھٹکا کا رنگ
دیا ہے گرہ دلکو دنبال قسب
کہ اک نور رہے اسکے پیچھے پڑا
شب و روز کو دے رکھا اسنے گانٹھ
کروہ اک ستارہ ہو دنبالہ دار
کہ جون ہووے دریا پہ کالی گھٹا
کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید
شفق کا نہین کام پر خون بہا
ولیکن یہ ہو عرض میری قبول
ہوئی ہے مری فکر مجھپر وبال
تو گویا کہ مارا محبت کا جال
نہان آہ آہ اور عیان واہ واہ
چھپی جا کے اپنے وہ دالان مین
لگی ہنس کے کہنے کہ بدر منیر
مثل ہے کہ من بھاتے منڈیا ہلائے
مزا دیکھ اپنی جوانی کا تو
غفور ست ایزد تو ساغر بنوش
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین
کرین یکدگر جلوہ مہر و مہ
یہ ہے واردات عجیب و غریب
لگا ساتھ گردش مین لا جام کو
لگی کہنے اچھی بھلا ری بھلا
ہوئی تھی اوسے دیکھ مین ہی کو عشق

تمہیں نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب
بھلا میری خاطر بلا لو شتاب

یہ آپس میں مزہ کی باتیں ہوئیں
انسار و ذکی ہم جو گھاتیں ہوئیں

بلا لائی جا اُس کو اُس نے تئیں
کیا میزبان میہمان کے تئیں

بلا اک مکان میں بٹھایا اُسے
محل کا سماں سب دکھایا اُسے

پھر اُس ماہ زیں نے پکڑ اُسکا ہاتھ
بٹھایا ہی آخر اُس گل کے ساتھ

داستان ملاقات کرنا بدر منیر کا بینظیر سے

پلا ساقیا مجھکو صہبائے عیش
کہ ہر سو ہے یاں جائے عیش

بہم ملکے بیٹھے ہیں دو رشک مہ
قران مہ و مہر ہے اس جگہ

ہر اک بیچ رشک گلستان ہے آج
بہار و نہال غریبان ہے آج

بزور اُسکو لاکر بٹھایا وہاں
نہ پوچھو اُس گھڑی کی ادا کا بیان

وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے

منہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

پسینا پسینا ہوا سب بدن
کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن

گھڑی دو تلک وہ مہ آفتاب
رہے شرم سے باہم بند حجاب

انھوں کے پرے بیٹھنے سے خفا
ہوئی دل میں غنچہ وہ نجم النسا

گلابی کو لا اُسکے آگے دھرا
پیالے کو پھر جلد اُس نے بھرا

کہا شاہزادی کو بیٹھی ہے کیا
یہ پیالہ تو اس بت کے منہ سے لگا

ذرا میری خاطر سے ہنس بول تو
لب لعل شیریں کو ٹک کھول تو

میں صدقے ترے تجھکو میری قسم
گئی ساغر اُسکو پلا دمبدم

یہ دیکھ اُسکی منت پیالہ اٹھا
ادھر سے پھرا منہ کو اور مسکرا

کہا بادہ نوشی سے ہو جسکو ذوق
پیے یہ پیالہ نہیں اسکا شوق

کہا شاہزادے نے ہنسکے کہ تو
پیو تم کہ پیکے نہو رہے کیوں

غرض ہو کے آپس میں باز و نیاز
پیے دو پیالے بصد امتیاز

پھر آخر کو شہزادے نے بھی اٹھا
پیالہ بھرا اور اُسکو دیا

جب آپس میں چلنے لگے جام مل
مندے غنچہ ساں دل کھلے مثل گل

ہوئی یکدگر پھر تو تفتیش حال
لگے ہونے آپس میں قال و مقال

کھلا بند جب دم در گفتگو
جوان نے حقیقت کہی مو بمو

کہی ابتدا سے جو گذری تھی سب
جتایا سب اپنا حسب اور نسب

پری کا بھی احوال ظاہر کیا
چھپے راز سے اُسکو ماہر کیا

کہا اک پہر کی ہے رخصت مجھے
زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

یہ سن دل ہی دل بیچ کھا پیچ و تاب
دیا شاہزادی نے اُسکو جواب

مرو تم پری پر وہ تم پر مرے
بس اب تم ذرا مجھسے بیٹھو پرے

میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں
یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

عبث تم نے دلکو لگا دو کہیں
بھلے جی گئے دلکو جلانے کوئی

ہو شمع ساں کیوں کوئی ایک سے
جلے کسلیے آتش رشک سے

یہ سن پاؤں پر گر پڑا بینظیر
کہا کیا کروں آہ بدر منیر

کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر فدا
میں تجھ پر فدا ہوں مجھے اوس سے کیا

کہا چل سراپا قدم پر نہ دھر
کسیکے مجھے جی کی کیا ہے خبر

یہ رمز و کنایے جو ہونے لگے
تو آپس میں ہنس ہنسکے رونے لگے

رہی دل ہی دل میں غرض دونوں کی بات
پہر بھر گئی اتنے عرصے میں رات

تو پھر رات کی سن اُٹھا بینظیر
کہا اب میں جاتا ہوں بدر منیر

اگر قید سے چھوٹنے پاؤں گا
تو پھر آج کے وقت کل آؤں گا

پہ رخصت سمجھیو نہیں آرام میں
کروں کیا پھنسا ہوں عجب آن میں

دل اسکا اوٹھنے کو کرتا نہیں
کوئی آپ سے جان جاتا نہیں

کرم مجھپہ رکھیو ذرا میری جان
میں دل چھوڑے جاتا ہوں اپنا یہاں

یکایک جس طرف وہ روانہ ہوا
دل اس طرف اوسکا روانہ ہوا

گیا لے کے معمول سے بینظیر
ادھر کا ہوا قید ادھر کا اسیر

پری ساتھ کاٹی وہ جوں تیسی رات
اوٹھا صبح تنہا ہوا اپنے ساتھ

سماں سب کا آنکھوں میں چھایا ہوا
مزہ دل میں سارا سمایا ہوا

اُسنے جو کوئی وصل کا دیکھے خواب
نہ وہ ممل ادھر دلکو ہو اضطراب

نئی بانکا لطف پانا غضب
وہ پہلے ہیں دل لگانا غضب

محبت میں زلف سیہ فام کی
لگا دیکھنے راہ پھر شام کی

ادھر کا تو احوال تھا اسطرح
کہا میں نے کر مختصر جس طرح

وہ شب اُسکو اندوہ و غم میں کٹی
گھڑی جو کٹی سو الم میں کٹی

کچھ امید دلمیں کچھ اک دلکو یاس
لبوں پر ہنسی لیک چہرہ اداس

کہ تو آج کر خوب بنا سنگار
مجھے حسن کی اپنی دکھلا بہار

کروں کسکی خاطر میں اپنا سنگار
وہ ہے کون جسکو دکھاؤں بہار

نہا دھو کے اوس روز ایسی بنی
کہ دولہ کی سج ہو جیسی بنی

وہ مسی وہ اُسکے لب لعل فام
سواد دیار بدخشاں کی شام

ستم بستہ سرمے کی تحریر سی
کھنچی ہاتھ کافر کے شمشیر سی

وہ پشواز اک ڈانک کی جھلجلی
ستاروں کی تھی آنکھ جسپر لگی

جو دیکھے وہ انگیا جواہر نگار
فرشتے لیے ہاتھ بے اختیار

ڈلک ایک نیفے کی ابھری ہوئی
گلابی سی گرد ایک دی ہوئی

پڑی پانوں میں کفش زریں نگار
ستاروں کی جسکی زمیں پر بہار

گٹھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن
وہ پوشاک زیور کی اور سیمیں تن

بھری مانگ موتی سے جلوہ کناں
نمایاں شب تیرہ میں کہکشاں

ہوس ہے نہ دیکھ اُسکے زیور کو پھر
کہے تو کہ ٹیکا تھا اُسکے سر

وہ ہیرے کا تکمہ بصد آب و تاب
وہ صبح گلو مطلع آفتاب

وہ چھاتی پہ الماس کی دھکدھکی
لیے آنکھ سورج کی جسپر جھکی

وہ الماس کی ہنسلی اک خوشنما
تصور ہے جسکا دلے لگا

وہ پہونچی زمرد کی اور دستبند
نزاکت میں تھی شاخ گل سے دوچند

وہ بیٹنے کے پانوں میں چھلے تھے گل
کہ آنکھوں سے دل انپہ جاتے تھے گھل

زمیں سے معطر ہوا تا فلک
زمانہ گیا اُسکی بو سے مہک

فلک تک گئی حسن کی اُسکی دھوم
لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم

بچھا فرش اور کر چھپرکھٹ کو صاف
مرصع کا اُسپر اوڑھا کر غلاف

قلق دل پہ یہ تھے کہ روز و شب
دکھانا منہ شمع شب افروز کب

وہ دن ہجر کا اوسپہ شامت ہوا
اُسے کاٹنا دن قیامت ہوا

ذرا اب سنو تم ادھر کا بیان
ہوا طرف ثانی کا کیا حال اُن

رہی صورت آنکھوں میں جو یار کی
ہوئی یاد میں صبح رخسار کی

لگا اُسکو باتوں میں نجم النسا
لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا

لگی کہنے چل ری دوانی نہ ہو
کوئی چیز اپنی نگاہی نہ ہو

غرض شاہزادی بہت دور تھی
یہ شکل اُسکو پہلے ہی منظور تھی

وہ گہروں کا عالم وہ کنگھی کا رنگ
شب ماہ ہو دیکھکر جسکا دنگ

وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب
کہے تو پری پرستان میں شب

لکھوٹا وہ پانوں کا مسی کے ساتھ
کہ جوں دامن شب شفق سے ہو ہاتھ

اور اک اوڑھنی خالی مقیش کی
پڑی چاندنی سی مقیش کی

وہ باریک کرتی مثال ہوا
عیاں ہو مو جسمیں تن کی صفا

مغرق زری کا وہ خلوار بند
ثریا سے تابندگی میں دو چند

لگا پانسے وہ نازنیں تا بفرق
سراپا جواہر کے دریا میں غرق

وہ چھب تختی اُسکی نزاکت نما
چمن زار قدرت میں نخل مراد

وہ ماتھے پہ بندی کی اوسکی جھلک
سحر چاند تاروں کی جیسے چمک

وہ بالی کی تابندگی زیر گوش
جسے دیکھ اُڑجائیں بجلی کے ہوش

وہ تکمے پہ چنپا کلی کی پھبن
کہ سورج کے آگے ہو جیسی کرن

وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے
رہیں دل اچھالن بسر جھکتے ہوئے

وہ کچبند بازو کے اور نورتن
کہ جوں گل سے ہو شاخ زیر چمن

وہ نعلوں کی پازیب ونیرہ دار
سدا اشک خونیں ہو جسپر نثار

وہ بالوں کی بو رشک مشک ختن
وہ ڈوبا ہوا عطر میں اوسکا تن

کیا اسطرح جب اُسنے سنگار
ہو مہر و مہ اُسکے منہ پر نثار

خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

وہ نرگس کے دستے جو آفاق میں
نہ نکلیں سو لاکر چنے طاق میں

ولایت کے میوے دھرے ہر طرف — کہ لیجاوے بو اونکی گل تر شرف
دھرین کیاریان اکطرف مشتہا — جنی اکطرف ڈالیونکی قطار
چھپرکھٹ کے پاس ایک مسند بچھا — اور اوسپہ تمامی کے تکیے لگا
کئی عطر دان نان مرصع دھرے — انوکھی گرہتے کئی جو گھرے
دھری اک بیاض اور رشک چمن — پر از شعر سودا او میر حسن
دھرا اکطرف گنجفہ خوش قماش — دھری چوپڑ اکطرف کو غم تراش
صراحی و ساغر شراب و کباب — دھرا اوسپہ ساقی سے گرانخواب
کہا خاصہ بر کو خبردار کر — کہ رکھیو تو خاصے کو طیار کر
شرام لے ہاتھ مین اک چھڑی — ولیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی

دھرے تخلخے خاص ایوان مین — ہوا ہوگئی عطر دالان مین
اچار اور مربے دھرے خوشنما — وہ باہر کے دالان مین جابجا
چنگیرین بنا اور رکھ پاندان — قرینے سے اوسمین رکھے ہار پان
سرہانے مجلد دھری اک کتاب — ظہوری نظیری کا کل انتخاب
قلمدان بھی اک نزاکت بھرا — قرینے سے زیر چھپرکھٹ دھرا
کبھی ایک جو کی طرا تو وہ پوش — کرین دیکھکر غش جسے بادہ نوش
نے اوسکو رکھا چھپائے ہوئے — کہ چھوئے نہین منہ لگائے ہوئے
یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ — خرامان ہوا سرو نوخاستہ
اروش پر لگی پھرنے ایدھر اودھر — کہ چھپ جاے سورج بھی جسے دیکھکر

داستان بے نظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

پلا مجکو ساقی شراب وصال — کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال
پر اوسنے بھی اتنا تکلف کیا — کہ اک دن مین جوڑ یکو دھانی رنگا
نہین لعل و یاقوت کے نورتن — وہ گل سطح ہو کہ رشک چمن
نکلایک جو وارد ہوا اوس جگہ — کہ جیسے خرامان تھی وہ رشک مہ
گیا جھپکے عالم پہ جو اوسکے دھیان — تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان
کہے تو کہ تب چاند نے آنکے — نکلا ہے منہ کھیت سے دھانکے
سمان دیکھا اوس شعلہ حسن کا — ہوئی اور جلنے کی دونی ہوا
کہ اب کسطرف انکو لیجائیے — جہان حکم ہو جاکے بٹھلائیے
کے بہو جب اوٹھا کر نقاب — چھپا اسکو ان لا اٹھا لا شتاب
لے دیکھ اوسنے تو پھر غش کیا — لباس اور زیور سے غش غش کیا
پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اوسے — محبت کے رشتہ سے اینچا اوسے
تڑپتا ہی کب سے پڑا میرا دل — ذرا کھول آغوش اور مجسے مل
ہوا پھر تو صہبائے گلگون کا دور — ہوئے اور ہی اور کچھ انکے طور
کہ دستے جو نرگس کے وان تھی نہار — لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار

تڑپتا اودھر تھا جو وہ بے نظیر — ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر
تمامی کی سنجاب سی کر درست — بنا جلد جلد اور نہین تنگ و چست
فلک سیر پر ہو شتابی سوار — ہوا آسمانپر ہوا ایک بار
نظر نازنین کی جو اوسپر پڑی — ہوئی جادر خو کے اوس جھمکڑی
کہ دھانی ہے جوڑا گلیمین ترا — چھپا سبز مین چاند سا ہے کھرا
وہ حسن اور پوشاک اور وہ شباب — زمرد مین جون جلوہ آفتاب
خواصین جو تھین ہٹ گئین جانکے — کہا ایک ہمراز نے آنکے
کہا وہ جو آراستہ ہے مکان — ادھر سے تو دونون ہوئے لیجایان
وہ بیٹھا جو خلوت مین آ بے نظیر — اور ایدھر سے آئی جو بدر منیر
زبس حوصلے نے جو تنگی سی کی — حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی
لگی کہنے ہے ہے مرا چھوٹا ہاتھ — یہ گرمی ہے جس سے رہے اسکے ساتھ
غرض آخرش بعد راز و نیاز — وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز
ہوئے جبکہ مدمست وہ ماہرو — لگی اونمین ہونے عجب گفتگو
خواصین جو تھین رو برو ہٹ گئین — بہانے سے ہر کام کے ہٹ گئین

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
چھپر کھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ
در حسن کے کھل گئے دو کواڑ

لبوں سے لبے ہن سے دہن
دلوں سے دل بدن سے بدن

لگی جاکے چھاتی جو چھاتی کیساتھ
چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ

غم و درد دامن کشیدہ ہوے
وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوے

چھپر کھٹ سے باہر کو اپنے قدم
نکل آئے بھرتے محبت کا دم

عرق میں ادہر غرق وہ مہ جبین
کیے آنکھ نیچی ادھر نازنین

پھر وہ بچے اوٹھا بینظیر
ہوئی غم کی تصویر بدر منیر

کہا مجھسے پیارے نہ بیزار ہو
پھر آنکھ لگا بولی کہ مختار ہو

ہو دل جو دونوں کے آپس میں بند
لگے ہجر سے دل یہ آنے گزند

پھر ہر رات کو ہنسنا اور بولنا
در حسن اور عشق کو کھولنا

لیا کھینچ اونھوں نے جو پردہ شتاب
چھپے ایک جا دو مہ و آفتاب

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوئے نخل امید سے وہ نہال

لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو

کسیکی گئی چولی آگے سے چل
کسیکی گئی چین ساری نکل

اوٹھے پی کے باہم شراب امید
کوئی سرخرو اور کوئی رو سپید

نشہ سے وہ لذت کے بیہوش ہو
گئے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم ادھر
کہ اتنے میں اودھر سے باجا گجر

نہ بولی نہ کی بات باہم نہ کچھ کہا
نہ دیکھا ادھر آنکھ اونچی اوٹھا

خفا اوسکے ہونے سے وہ نوجوان
گیا تو ولے منہ پہ آنسو رواں

بندھا پھر تو معمول اوسکا مدام
کہ ہر روز آنا ادھر وقت شام

کبھی ہجر سے اوسکے ہونا ملول
کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول

داستان خبر پانا ماہرخ کا زبانی دیو کے عشق بینظیر اور بدر منیر سے اور قید کرنا بینظیر کو

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام
کہ ہے چرخ کو بھی در پئے انتقام

یہ ہے دشمن وصل و دلسوز ہجر
کرے ہے شب وصل کو روز ہجر

کسی دیو نے دی پری کو خبر
کہ معشوق عاشق ہوا اوس پر

قسم مجکو حضرت سلیمان کی
ہوئی دشمن اب اوسکی جان کی

کوئی نازنین سی ہے اک اوسکے ساتھ
کھڑی تھی دیے ہاتھ میں اوسکے ہاتھ

یہ ورتی سی اوسکو خبر سن پری
کہا دیکھنے پاؤں اوسکو ذری

وہ آوے تو آگے مرے نابکار
کر پیار کو اوسکے گردن تار تار

ہمارے بزرگوں نے سچ ہے کہا
کہ ہر آدمی زاد کل بیوفا

اوسے دیکھ غصے میں وہ ڈر گیا
کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا

تجھے سیر کو میں نے چھوڑا دیا
کہ اوس مالزادی کو جوڑا دیا

بھلا کا دیا تھا نہ تو نے یہی
بھلا اوسکا بدلہ نہ لوں تو سہی

مزہ چاہ کا دیکھ اپنی ذرا
جھکاتی ہوں کیسے کنوئیں میں بھلا

کہ چاہ الم میں پھنساؤں تجھے
ہنسا ہے تو جیسا رلاؤں تجھے

یہ دو دلکو اکجا بٹھاتا نہیں
کسیکا لگا دل بہاتا نہیں

جدائی انھونکی خوش آئی اوسے
پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اوسے

یہ سنکر وہ شعلہ بھبھوکا ہوئی
لگی کہنے ہیں یہ بلا کیا ہوئی

کہا دیو سے دے مجھے تو بتا
کہا وہ کسی باغ میں تھا کھڑا

قضارا اوڑا میں جو ہو کر ادھر
وہ دونوں مجھے واں پڑے تھے نظر

تو کہا جاؤں کیا اوسسے مروت ہو
لگی ہے مری بات وہ سوت ہو

یہی قول اقرار تھا میرے ساتھ
بھلا اوسکا دامن ہے اور میرا ہاتھ

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر
کہ اتنے میں آیا وہ رشک قمر

بلا سی وہ دیکھ اوسکے پیچھے پڑی
کہا سن تو اے موذی و مدعی

الگ مجھسے یوں رہنا اور چھوٹنا
یہ اور پری اور پرے مزے لوٹنا

پھرا جیسے راتوں کو دلشاد تو
کرے گا دنوں کو بہت یاد تو

تجھے جی سے ماروں تو کیا ہے عجیب
ولے چاہتے تجھے یہ تیرے نصیب

یہ کہہ اور بلا اک پریزاد کو
کہا سنیو اسکی نہ فریاد کو





لیے کھینچتا پانی سے نیچا شتاب
لے جا کے اُس چاہ میں بند کر
نہ دیکھو سو اُسکے جو کچھ سکے
گری اوسپہ جو آسمانی بلا
کہا دل یہ رتبہ جو کچھ آج ہی
وہ یوسف کنوئیں میں ہو جسکا بند
منور وہ گھر اُسکا سارا ہوا
لے پاؤں جب اُسکا تہ پر گیا
ہوا دور سے اوپر کی کانپ کانپ
اندھیرے اُجالے نہ نکلا تھا جو
اندھیرے سے اُسکا گیا دم ٹھٹھا
پکارا وہ جس تس کو فریاد کر
وہی چاہ تاریک اُسکا رفیق
کنواں ہی مدام اوسکا ہمدم رہے
سیاہی میں جیسے ہو کاغذ کا دل
غم و درد و آفت کو کھا کھا جیے
نہ تھا وہ کنواں تھا ستون الم

وہ صحرا جو ہی درد و محنت کا باب
وہی سنگ پھر اُسکے منہ پر تو دھر
یہی اسکا معمول دائم رہے
دل اُس نازنین کا ہوا ہو جلا
یہی عشق کی جان معراج ہی
ہوا اُس سے پستی کا رتبہ بلند
کنوئیں کی وہ پتلی کا تارا ہوا
کنواں اُسکے اندوہ سے بھر گیا
کنوئیں نے لیا سنگ سے منہ کو ڈھانپ
ہوا قید اُس اندھیرے میں وہ
کہ جوں لے سیاہی کسیکو دبا
نہ پہونچا کوئی کاروان بھی ادھر
وہی سنگ سر پر بجای شفیق
جو اوس سے سنے وہ ہی اوس کے غم
صعوبت میں اوس سے جہنم خجل
لہو پانی اپنا کنوئیں میں پیے
نشان شب آفت درد و غم

کنواں اُسمیں جو ہی مصیبت بھرا
سر شام کھانا کھلانا اُسے
یہ سن دیو اُس گل کے نزدیک آ
ہوا یوں جو اُس بخت وارو نگاں
کیا بند پھر جا کے اُس چاہ میں
کھلے اوس کنوئیں کے یکایک نصیب
وہ اندھا پڑا تھا سو روشن ہوا
زمین میں سمایا تحیر سے آب
دل اُس نازنیں کا دھڑکنے لگا
نکلنے کی سوجھی نہ واں اُسکو راہ
فغاں کی بہت اور پکارا بہت
نہ مونس نہ غمخوار اُسکا کوئی
ہوا بھی نہ واں جس سے دمساز ہو
کنواں اوسکو پوچھے وہ پوچھے اُسے
نہ شب کی سیاہی نہ واں دن کا نور
اس اندھیر کو کیا لکھوں بن آہ
کروں مختصر یا نسے اب غم کی راہ

لگی من کا پتھر ہو اُسپر دھرا
اور اک جام پانی پلانا اُسے
پکڑ ہاتھ اُسکا فلک پر اوڑا
چلی آہ و نالے کی ساتھ اُسکے فوج
کنواں وہ جو تھا قاف کی راہ میں
گرایا وہ اُسمیں مہ دلفریب
جواں اُسمیں وہ سنا پیکاں جو
گئے سوکھ آنسو کنوئیں کے شتاب
جگر ٹکڑے ہو کر پھڑکنے لگا
ہوا اُسکی آنکھوں میں عالم سیاہ
سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت
نہ تھا جز خدا یار اُسکا کوئی
کنوئیں کی سنے کون آواز کو
اندھیری سوا کچھ نہ سوجھے اُسے
سدا ظلمت غم کا اُس جا ظہور
قلم کے نکلتے ہیں آنسو سیاہ
نگارنے اُسمیں وہ آب حیات

نہیں مخلصی سوجھتی اب اوسے
نکالے خدا دیکھیے کب اوسے
بہم دو دنوں میں جو ہوتی ہے چاہ
تو ہوتی ہے دونکے تئیں دل سے راہ
کبھی دن نہ آیا جو وہ رشک مہ
نظر میں ہوا اسکی عالم سیہ
کہا اوسنے اسکو سودا ہے کچھ
وہ معشوق ہے اسکو پروا ہے کچھ
وہ رہ رہکے تمکو دلاتا ہے چاہ
عبث آپکو مت کرو تم تباہ
نقول بھلا کچھ بکا لاکرو
ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو
گئے اسیہ جب دن کئی اور بھی
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
خفا زندگانی سے ہونے لگی
یہاں سے جا جا کے سونے لگی
نہ گلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا
کہا گر کسینے کہ بی بی چلو
تو اٹھنا اسے کہکے ہاں جی چلو
کسینے جو کچھ بات کی بات کی
یہ دلگی جو پوچھی کہی رات کی
کسینے کہا سیر کیجے ذرا
کہا سیر سے دل ہے میرا بھرا
نہ کھانے کی سدھ اور نہ پینے کا ہوش
پھرا دلمیں اسکے محبت کا جوش

پھنسا اس طرح سے جو وہ بے نظیر
پڑی بیقراری میں بدر منیر
قلق واں جو گذرا تو یاں غم ہوا
رکا جی وہاں یاں خفا دم ہوا
لگی کہنے نجم النسا سے بوا
خدا جانے اوس شخص پر کیا ہوا
خدا جانے کس شغل میں لگ گیا
مری جڑ ہے اتنا بھی ہونا تھا
لگے جو کوئی اس سے رک جائیے
جھکے آپ سے وہ تو جھک جائیے
یہ سن چپ ہی ہی دلمیں کھا پیچ و تاب
دیا پھر نہ اس بات کا کچھ جواب
دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
درختوں میں جا جا کے گرنے لگی
تب ہجر گھر دل میں کرنے لگی
ذرا اشک سے چشم بھرنے لگی
تب غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ
اکیلی لگی رونے منہ ڈھانپ ڈھانپ
جہاں بیٹھنا پھر نہ اٹھنا اسے
محبت میں دن رات گھٹنا اسے
جو پوچھا کسینے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہے جو احوال ہے
کہا گر کسینے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
جو پانی پلانا تو پینا اسے
غرض غیر کے ہاتھ جلنا اسے
بہ چمن سیر نہ مائل نہ گل پر نظر
وہی سامنے صورت آٹھوں پہر

نفقہ اسی سے سوال و جواب
سدا ار دبر او سکے غم کی کتاب
جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن
تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن
یہ کیا عشق آفت اٹھانے لگا
نہیں تو مرا جی بھکانے لگا
گنہ چشم خونبار کا کچھ نہیں
کہ جسکے عوض یوں رلانے لگا

غزل

مرے دلکو مجھسے چھڑانے لگا
ملا سیر دلبر کہیں مجھسے خدا
مرا دل ہی مجھکو ڈبانے لگا
فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
نہیں مجھکو دشمن سے شکوہ حسن
مرا دوست مجھکو ستانے لگا
اسی دم سے پڑھنا کہ ہو من درد
سو یہ بھی جو مذکور نکلا کہیں

غزل ہا رباعی و یا کوئی فرد
نہیں تو کچھ اسکی بھی خواہش نہیں
سبب یہ کہ دل سے تعلق ہے سب
نہو دل تو پھر بات بھی ہے غضب
لیا ہے جب بنا ہی جو ڑا انکی
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل
گلابی میں غنچے کے مجھکو تماشا ہے
کرو دیکھو میں کیفیت بوستان
حکایت کرون ایک ان کی قمر
ذرا جاکے دیکھوں چمن کو ذری
اگر غنچہ سان کچھ کھلے میرا دل
ہوا پھر ہیلو اوسکو گلزار کی

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور عشق بازی میں بیکلی کی

پلا ساقیا تشنگی کی شراب
پیالے میں بھر کر کے دے میری جان
کہ دنیا میں توام ہیں شادی و غم
اسے بھی سوتے اک دن شگفتہ ری
کہ غم نے کیا ہے نپٹ مضمحل
زبس گل سے آتی ہے بو یار کی

پھر اک دن ہوا یہ کہ منہ ہاتھ دھو ۔ چلی اُٹھ کے دالان سے سیر کو
زمرد کا مونڈھا چمن پر بچھا ۔ وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا
کہ زانو پہ اپنے پانوں کو دھر لیا ۔ اور اک پانوں مونڈھے سے لٹکا دیا
نہ پوچھو اوسکے پائے نگارین کا حال ۔ زبان ثنا وصف مین جسکے لال
لٹک اور فندق سے لالہ کو داغ ۔ ہوا ایسی کیفیت پائین باغ
طلائی کڑے اور کفگیر کا وہ رنگ ۔ سنہری شفق جسکو ہو دیکھ دنگ
جواہر کے چھلے پچھڑے پور پور ۔ زری کی ٹکی جیسے مخمل پہ نور
زبس شوق اٹھی تھی وہ نازنین ۔ پڑی تھی عجب ڈھب سے چین جبین
خماری وہ انکھیان وہ انگڑائیان ۔ وہ جوبن کے عالم کی سرسائیان
جوانی کا موسم شروع بہار ۔ وہ سینے سے اوسکے کچونکا اوبھار
نشے مین وہ آ حسن سے بیٹھنا ۔ وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ اینٹھنا
خواص ایک حقہ لیے تھی کھڑی ۔ گلے کی بہی تھی اوسمین پڑی
وہ شیشہ کا حقہ مرصع کا کام ۔ مغرق زری کا وہ نیچہ تمام
لیے ایک اوس سر پڑا تھا یہ پیچ ۔ لب اوسکے آگے تھا گویا کہ نیچ
لب ناز کے اوپر وہ مہنال دھر ۔ نکالی تھی پردے سے دود جگر
ادھر اور اودھر ہر طرف تھی نگاہ ۔ کسیکی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
خواصین کھڑی اوسکے سب آ کے پیش ۔ جو تھین اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
کوئی مورچھل لے کوئی پیکدان ۔ کوئی لے چنگیر اور کوئی پاندان
رسیلی چھبیلی بنی ٹھنک چست ۔ لباس اور زیور سے ہر اک درست
کھڑی نیچی آنکھیں کیے باادب ۔ اسی شرم سے پر قیامت غضب
وہ آنکھیں کہ پڑتی تھیں جدھر نگاہ ۔ اودھر عشقمین آتے تھے شتہ ول و کاہ
کئی ہمدم اُسکی جو تھین ہمسرو ۔ بچھائے ہوئے کرسیاں سو بسو
برابر برابر ادھر اور اودھر ۔ وہ گرد اوسکے بیٹھی تھین یکدگر
سماں اوسگھڑی کا کہون کیا مین آہ ۔ ستارونمین تھا جلوہ گر آ کے ماہ
عجب حسن تھا باغ مین جلوہ گر ۔ کہ ہر گل کی تھی اوسکے منہ پر نظر
چمن اوسگھڑی بر سر جوش تھا ۔ گل و غنچہ جو تھا سو بیہوش تھا
زبس عطر مین تھی وہ ڈوبی ہوئی ۔ دوبالا ہر اک گل کی خوبی ہوئی
معطر ہوا اور گل کا دماغ ۔ کہ مہکا تمام اوسکی خوشبو سے باغ
پڑا عکس اوسکا جو طرف چمن ۔ ہوا لالہ گل اور گل نسترن
درخت تیز اُسکی پڑی جو جھلک ۔ زمرد کو دی اور اُسنے چمک
ہوئی اوسکے بیٹھے سے گلشن کو زیب ۔ گیا اڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
چمن نے جو اوس گل کی دیکھی بہار ۔ ہوا دیکھ اپنے گلوں کو فگار
گل و غنچہ و لالہ آپس مین مل ۔ لگے کہنے اس باغ کا ہے یہ دل
گئی جی سے بلبل کے گلشن کی چاہ ۔ ہوئی سرو کی طرح قمری کو آہ
ہوئے واں سے آئینہ دیوار و در ۔ وہ مہ جسکے دل مین ہوئی جلوہ گر
کہ اتنے مین کچھ جی مین جو آگیا ۔ ادا سے لگی کہنے وہ دلربا
اری ہر کوئی یان ذرا جائیو ۔ مری عیش بائی کو لے آئیو
عجب وقت ہے اور عجب ہے سمان ۔ کرے دو گھڑی آکے مجرا یہان
خفا ہون مرا جی تو مشغول ہو ۔ کوئی دم تو داغ جگر بھول ہو
کسیطرح سے دل تو لگتا نہین ۔ جلے ہے جگر دل سلگتا نہین
یہ سنتے ہی دوڑی گئی اک نگار ۔ لیا عیش بائی کو اوسنے پکار
وہ آنے لگی کافراس آن سے ۔ کہ جانے لگا جی سلمان سے
عجب چال سے وہ چلی نازنین ۔ کہ مستی مین پانوں کہین کا کہین
وہ خلقت کی گرمی وہ جوبن بنا ۔ نشے مین بھبھوکا سا چہرہ بنا
لٹین منہ پہ چھوٹی ہوئین سر بسر ۔ کہ بدلی ہو جون مہ کی ادھر اودھر
وہ بن پوچھے ہونٹوں کی مسی غضب ۔ کہ منہ پر تھی گویا قیامت کی تب
فقط کان مین ایک بالا پڑا ۔ لگے تو کہ تھامہ کے بالا پڑا
وہ پشواز اگری وہ فرش کا ۔ وہ کمخواب کے بند رومے ازار
بندھا سرپہ جوڑا پڑی زر ڈلی ۔ کمر کی لچک اور رشک کی وہ چال
وہ شبنم کی انگیا بنی تنگ چست ۔ کنارہ و نیپر پینا بنت کا درست

وہ اوٹھی ہوئی جین پشواز کی
چلی ان بیچ دامن اوٹھاتی ہوئی
سنہری کا زرین اور بھی دل نواز
روش پر جو تھا فرش اوسکے حضور
دیا آسمانیر جو طبلوں کو کھینچ
عجب ول پڑی تھی انداز سے
گل و غنچہ کیطرح محبوب تھی
وہ گانے کا عالم وہ حسن بیان
درختوں کی کچھ چھاؤں اور کچھ وہ دھوپ
وہ لانے کا عالم ہزاریکا رنگ
وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
وہ اوڑتی سی نوبت کی دیتی صدا
وہ دل بیسا ہاتھ پر دھرکے ہاتھ
غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے
لگی دیکھنے آنکھ نرگس اوٹھا
درختوں سے گرنے لگے جانور
سوے نہر سے سنگپا سے پھسل
بندھا اس طرحکا جو اوسجا سمان
لگا تھا زبس عشق کا اوسکو تیر
کہیں کا کہیں بے اوڑا اوسکو رنگ
وہ جانے کہ ہو جسکے کچھ دلکو لاگ
جگر میں اگر آہ کی سول ہو
کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر
خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا
مری عقل اس جا پہ حیران ہے

وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی
کرے سے کرتے کو بچاتی ہوئی
لیے ساتھ ساتھ اوسکے سب اپنا ساز
ادب سے وہاں بیٹھیاں ملکے دور
ہر اک نے رباب میں دل لیا سبکا کھینچ
کہ بیکل تھی ہر تان آواز سے
کھلی اور سنہری دل کی مرغوب تھی
وہ گلشن کی خوبی وہ دنکا سمان
وہ دھانونکی سبزی وہ سرسونکا روپ
وہ آنکھوں کے ڈورے نشے کا ترنگ
ہر اک جانور کا درختوں پہ شور
کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ
اوچھلنا وہ ہرن کا ٹھوکر کے ساتھ
اڑے جسجگہ تھے اڑے رہ گئے
گلوں نے دیے کان اودھر کو لگا
سبھی مثل آئینہ دیوار و در
پڑے سامنے فوارے اوسکے اوچھل
ہوا اسکے دل کا عجب حال دون
لگی کھینچنے آہ بدر منیر
ہوا سے ہوئی اور دونی وہ آگ
کہ معشوق بن سب ہے گلزار آگ
لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو
جسے اپنے گل کی نہووے خبر
ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا
کہ یارب یہ کیسا گلستان ہے

وہ منہدیکا عالم وہ تیور وہ چھوڑ
عجب ایک عالم تھا بیساختہ
چلیں ایک غماز اور ناز سے
ہوا حکم گوری کا جو برملا
لگی گانے ٹپہ وہ اس آن سے
وہ بھی گنگری یا ڈہی نور کی
غرض کیا کہوں اوسکا میں ماجرا
گھڑی چار دن باقی اوسوقت تھا
لپیٹے ہوے پو ستون پر تمام
گلابی سا ہو جانا دیوار و در
وہ سرو سہی اور آب روان
وہ رقص بتان اور ستھری لے
نہ انسان ہی کا ہوا دل اسمیں بند
جو پیچھے تھے آگے نہ وہ چل سکے
لگے ہلنے آ وجد میں سب درخت
ہوئیں قمریان شوق سے نعرہ زن
عجب راگ کو بھی دیا ہے اثر
ولیکن جو کچھ دل کیو تیر گیا
بندھا اوسکو عاشق کا اپنے خیال
لگی کہنے ہے ہے یہ دیکھوں میں سیر
بھلا کیونکہ جی اوسکا خوشحال ہو
درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال
یہ گھبرا اوٹھی وان سے وہ دلربا
سمٹ اوٹھنے ہی بس اوسکے جاتی نظر
ہر اک وقت ہے اسکا عالم جدا

وہ پانوں میں سونیکے دو دو کڑے
کہ عالم تھا اک اوسپہ دلباختہ
گھڑی وان ہوئیں ایک ادا سے
لیے ساز سب نے سبھوں نے اوٹھا
نکلنے لگی جان ہر تان سے
مسلسل تھی اک پھلجڑی نور کی
عجب طرحکی بندھ گئی تھی ہوا
سہانا ہر اک طرف سایہ ڈھلا
روپہلے سنہرے تھی وان شام و صبح
درختوں سے آنا شفق کا نظر
وہ پانی کا مستی سے بہنا وہان
وہ گوری کی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ
ہوے محو سنکر چرند اور پرند
جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھر ہل سکے
کھڑے رہ گئے سرد ہو کر درخت
بھرا اشک سے بلبلوں کا چمن
کہ ہو جاے پتھر کا پانی جگر
کہ بن آئے ہر اک وہاں مر گیا
لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال
نہو پاس کچھ پر وہ یادش بخیر
کہ ہجران کا غم جسکے دنبال ہو
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال
پھر اٹھ یہ جاکر گری منہ چھپا
طوائف کہیں اور خواصیں کہیں
جو چاہو یہ تحریر ہو تو امکان کیا

کبھی ہو خزاں اور کبھی ہو بہار
پلا ساقی اک جام مجھکو شتاب
گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رشک حور
گرے چشم سے اوسکے آنسو کے گہر
ہوا آفتاب علم جو طلوع
بدنکو جو دیکھا تو زار و نزار
زباں پر تو باتیں و لے دل میں داغ
اگر سر کھلا ہو تو کچھ غم نہیں
جو سینہ کھلا ہو تو ڈر جاگ ہے
ولیکن یہ خوبونکا دیکھا سبھاو
غرض بڑا دالی ہے پریاں کی ادا
وہ آنکھیں جو روتی ہیں سنج بجوے
گریباں سینے پہ ہو جو کھلا
دامے نہیں یہ بھی عالم جدا
پلا ساقیا ساغر بینظیر
وہ حسن جوانی اور اسیر یہ غم
کبھی خون آنکھوں سے رو ڈالنا
و لے آن در رخ نہیں حسین وہ ماہ
گیا اسطرح جب مہینا گذر
لگی سنے تب جان بیتاب میں
اسے کرنے لگا پاس ناموس ننگ
یہ احوال دیکھا اسکا دخت وزیر
مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے بات
کہے آسماں کہ زمیں کے ہیں یہ
سنو جانی اپنے یہ جو کوئی مرے

داستان منظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری میں

کہ یہ دین شب کے گیا آفتاب
سبھوں کو کہا تم رہو دور دور
کہ دھویا اوسی آب سے منہ سحر
اداسی کا ہونے لگا دن شروع
کسیکو کوئی جیسے دیوے فشار
پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
جو کرتی ہے سہیلی تو محرم نہیں
غم آلودہ صبح طرب ناک سے
کہ بگڑے سے دونا ہوا انکا بناؤ
بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا
تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تو گویا ہو وہ صبح عشرت فزا

شب ہجر کی پھر علامت ہوئی
اکیلی وہ رونے لگی زار زار
صبوحی تو دے ساقی لعل فام
ذرا آئنہ لیکے دیکھا جو رنگ
فلک کیطرف دیکھ اور شکر کر
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر
جو مستی ہو دو دن کی تو ہے وہی
نہ منظور مسی نہ کاجل سے کام
نہیں حسن کی اسطرح بھی کمی
جو ماتھے پہ چین جبیں غم سے ہے
تب غم سے یاں تمتماتے ہیں گال
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے

داستان بیقراری بدر منیر کی بینظیر کے فراق میں اور نجم النسا کے تسلی دینے میں

ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
کسیکو کبھی دیکھ دھوڈالنا
سر شام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر
لگا فرق آنے خور و خواب میں
لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ
لگی چلکے کہنے کہ بدر منیر
مثل ہے کہ جوگی ہوئے کسکے میت
جہاں بیٹھے چالیس ہیں یہ
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

جہاں بیٹھنا آہ کرنا اسے
خواصوں کو بالا بتانا اسے
سو وہ بھی پھر دن سے آوارہ دام
اور اسکا ادھر رنگ گھٹنے لگا
محبت کا سودا سا ہونے لگا
خموشی اٹھانے لگی دل میں شور
تو وہ ہے کہ سینے تئیں سے دو مو
اری چار دن کے ہیں یہ آشنا
تو بھولی ہے کس بات پر ای بوا
اگر آپ پر کوئی شیدا نہو

نہیں اک تیرے پہ یہ لیل و نہار
غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی
اوسی نے عالم میں بے اختیار
کہ رو دھو کے یہ رات کاٹی تمام
تو جوں آئنہ رہگئی وہ بھی دنگ
لگی دلکو بہلانے ادھر اور ادھر
نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر
جو کنگھی نہیں ہے تو یوں ہی سہی
نظر میں ہے تیوری تجنی کی شام
یوں بگڑی ہے بیٹھی تو گویا بنی
تو وہ بھی ہے اک موج دریا نے
کہ جو رنگ لالہ ہو وقت زوال
دیا آہ ہونٹوں نے کچھ سرد ہے
کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا
کھنسی دام ہجراں میں بدر منیر
بہانا نزاکت یہ دعوٰی محبت
اکیلی درختوں میں جانا اسے
اسی چاؤ میں بیٹھ کرتی تھی شام
جگر خون ہو مژگان پہ بہنے لگا
جنون تخم وحشت کا بونے لگا
جتانے لگی ناتوانی بھی زور
اکد مردل گیا تیرا اے بوقوف
ملا دل کو آخر کریں ہیں جدا
خبر ہے دوانی تجھے کیا ہوا
تو پھر جا بیٹھے اوسکی پروا نہو

وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے
عبث اوس پہ میٹھی ہو تم جی دیے

تمھارے ہی سے چاہ ہوتی اگر
تو اب تک وہ تمکو نہ آتا نظر

لگی کہنے تب اسکو بدر منیر
کہ سنتی ہے اے میری دخت وزیر

کسیکی بدی پر نظر عیب ہے
کہ اوسکا خدا عالم الغیب ہے

وہ اپنے دنون سے تو ہے نیک ذات
ہوئی اوسپہ کیا جانیے واردات

ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ
گئے اتنے دن اتبک آیا نہ وہ

مجھے رات دن اسکا رہتا ہے ڈر
پری نے سنی ہو نہ یانکی خبر

نہ باندھا ہو اسکو کسی شیشہ مین
کیا ہو نہ اُسکے تئین قید مین

پری نے کہین طیش کھائے ہین
دیا ہو نہ پھینک اوسکو کہ قاف مین

پرستان سے بھی نکالا نہ ہو
کسی دیو کے منہ مین ڈالا نہو

نہ ملنے کے دکھ اُسکے سب مین سہے
بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے

یہ کہہ حال دل اپنا رونے لگی
گہر آنسوؤن کے پرونے لگی

گئی منہ کو ڈھک مار آخر کو لیٹ
چھپرکھٹ کے کونے پہ منہ کو لپیٹ

خواب دیکھنا بدر منیر کا بینظیر کو کنوین مین اور جوگن بنکر نکلنا نجم النسا کا اُسکی تلاش مین

پلا ساقیا جام جم سے وہ مل
کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل

کہ سنکے تو ہے کام فرخندہ حال
کہ آخر یہ دنیا ہے خواب و خیال

ذرا آنکھ جھپکی جو اُس حال مین
تو دیکھا پھنسا اسکو جنجال مین

قضا نے دکھایا عجب اُسکو خواب
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب

جو دیکھے تو صحرا ہے اک لق و دق
کہ رستم جسے دیکھ ہو جائے فق

نہ انسان ہے وان نہ حیوان ہے
فقط اک کف دست میدان ہے

مگر بیچ مین اُسکے ہے اک کنوان
کہ اُٹھتا ہے آہونکا اوسنے دھوان

کنوین کا ہے منہ بند اوس سے اڑی
گئی لاکھ من کی ہے اک سل پڑی

صدا اوس سے آتی ہے بدر منیر
ترے چاہ غم مین ہوا ہون اسیر

مین بھولا نہین تجھکو اے میری جان
کرون کیا کہ ہے مجھپہ قید گران

پر اس قید مین بھی ترا دھیان ہے
فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے

تو اپنی جو صورت دکھا دے مجھے
تو اس قید غم سے چھڑا دے مجھے

نہین مجھکو مرنے سے کچھ اپنے ڈر
یہ غم ہے کہ تجھکو نہووے خبر

تجھے کاش اسوقت مین دیکھ لون
جیون مین اگر تیرے آگے مرون

و لیکن یہ ہے خام میرا خیال
نہین وصل ممکن بغیر از وصال

کوئی دم کا مہمان ہون آجکل
اسی چاہ مین جائیگا دم نکل

یہ سن واردات شہ بینظیر
جو چاہے کرے بات بدر منیر

یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے
قضا نے نہ اُسکی سنائی اوسے

یکایک گئی آنکھ اتنے مین کھل
بھرے اشک رخسار پر آئے ڈھل

نہ وہ چاہ دیکھا نہ ہمراز وہ
پڑی گوش مین پھر نہ آواز وہ

صدا اپنے یوسف کی سن خواب سے
اُٹھی باولی جان بیتاب سے

کہا گو کسی سے نہ اُسنے یہ بھید
رہے جون سحر صبح چہرہ سفید

ڈھلے منہ پہ آنسو لہو اسکے رنج
چھپے چاندنی مین ستارون کے گنج

وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد
سراپا ہوا شکل اندوہ و درد

زبس آہ پنہان سے گھٹنے لگی
تو منہ پر ہوائی سی چھٹنے لگی

مژہ وہ نکیلی جو تھی تیز سی
ہوئین اشک خونین سے گلریز سی

بھبھوکا سا قد تھا جو رشک انار
نکلنے لگے اوس سے شعلے ہزار

چلین اُسکی آہون سے کل صورتین
ہوئین سرب و مٹی کی جون مورتین

چھپایا بہت اُسنے پر ہمنشین
چھپانے سے آتش چھپے ہے کہین

کسی سے کسیکو جو ہوتی ہے لاگ
بغیر از کہے اور لگتی ہے آگ

خواصین کئی وہ جو ہمراہ اوتھین
بڑی خدمتون مین سرفراز تھین

کہا اُسنے رو رو کے احوال خواب
رلایا انھین پڑھکے غم کی کتاب

سنا جبکہ نجم النسا نے یہ حال
ہوئی بیقراری تب اوسکو کمال

لگی کہنے وہ یون نہ آنسو بہا
ترے واسطے مین نے اب دکھ سہا

اب اس سر بصحرا نکلتی ہون مین
اُسے ڈھونڈھ لانیکو چلتی ہون مین

جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم
کہا شاہزادی نے سن اے رفیق
رسائی تری ہوگی کیونکر وہاں
وگرنہ میں کڑھ کڑھ کے مرجاؤنگی
میں اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول
یہ کہہ وسنے رو رو کے تار اسکا
پھر آئے جو کچھ اسکو ہوش و حواس
کئی سیر موتی جلا راکھ کر
زری کے دوپٹے سے چھانی کے ہاتھ
لگی بیچ ڈال اپنے بالونکے تئین
لٹین دیکھ بل دیکھ پر چھوڑدین
زمرد کی سمرن کو ہاتھوں میں ڈال
چلی بنکے جوگن وہ باہر کے تئین
اُس آئینہ رو کا کروں کیا بیان
چھپانے کو سوانگ اُسنے جو جو کیے

تو پھر آکے یہ دیکھتی ہوں قدم
ہوئی میں تو اس چاہ غم میں غریق
مجھے بھی نہ کے ہاتھ سے میری جان
اسیطرح جی سے گذر جاؤنگی
ترے غمسے آنے لگا مجھکو ہول
کیا اپنی پشواز کو تار تار
سجا تن پہ جوگن کا اُسنے لباس
بھبھوت اپنے تن پر ملی سر بسر
بدنکو چھپا اور گاتی کو باندھ
پریشان کر اپنے بالونکے تئین
وہ بائین سی شبدیز کی موڑ دین
اور اک بین کاندھے پر اپنے سنبھال
دکھاتی ہوئی چال ہر سرکے غمز
صفا راکھ سے اور چمکی وہاں
غرض حسن نے اور جلوے دیے

وگر مر گئی تو بلا سے موئی
بھلی خلق اپنی نہ کھو جان تو
میں جتنی ہوں اس آئی سر پر فقط
کہا اوسنے کیا کیجیے پھر بھلا
مجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں
گریبان کو مثل گل چاک کر
پہن سیلی اور گیروا اوڑھ کھیس
پہن ایک لہنگا زری باف کا
زمرد کے مندرے لگا کان میں
زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا
مے غم سے آنکھوں کو کر لال لال
جو منکے تھے تن کے اسے کر درست
تف سوز دل کا عیاں منہ سے ملا
کرے حسن کو کسطرح کوئی ماند
وہ موتی کی سیلی وہ تنگی بک

تو یوں جانیو مجھپہ قدغن ہوئی
کہ ہے وہ پری اور انسان تو
کہ ہوتا ہے تجھ سے مرا غم غلط
پڑی ہی تو اپنے ہی سر پر بلا
اس اندوہ کا مجھکو چارا نہیں
دیا خاک پر پھینک ادھر اودھر
چلی بنکے صحرا کو جوگن کا بھیس
وہ پردہ سا کر اس تن صاف کا
کہ جو سبزہ گل ہو گلستان میں
کیا سنبلستان کو جگمگا
رکھا چشم میں جون دل کو نکال
پہن آئے موقع سے چالاک و چست
اوڑاتی چلی اپنی آہوں سے رال
چھپے ہے کہیں خاک ڈالے سے چاند
شب تیرہ میں کہکشان فلک

تصویر وزیرزادی کا جوگن بننا تلاش میں شاہزادے کے سامنے شاہزادی اور خواصوں کے



زری کا وہ حلقہ سر اوپر دھرے / کہ جوں شب میں کوئی انیٹی کرے
کرے جو کہ تقویم دیکھے حساب / کہ سنبلہ میں گیا آفتاب
زمرد کے مندرے وہ اس آن پر / کہوں کیا کہ جیسے کھلے کا نیر
اٹھے سبزہ و گل کے دیکھ اسکو ہو تنگ / وہ دونوں ہوئے اسکے حلقہ نگوں
بڑے کیوں نہ ہر دم زمرد کی شان / حباب ایسے کیسے لگے جا کے کان
گلابی سے وہ نرگس شوخ رنگ / بھرے جسمیں لالا کے لائے کہ رنگ
ادا اسکی دیکھے جو عاشق کیسے / تو رویا کرے چشم سے وہ لہو
دیار محبت میں مہنگی تھی وہ / نہ تھی میں عشرت کی بہنگی تھی وہ
سو وہ میں کاندھے یہ کھو یوں چلی / کہ لاوے کوئی جیسے گنگا چلی
نہ عاشق ہوئے اسکے عالم پہ کیوں / دوانہ ہوا جو کہ دیکھے اسکا جوگ
وہ رخصت جو اسطرح ہونے لگی / تو وہ صاحب خانہ رونے لگی
جہاں تک بندھا اسکے رونیکا تار / لیے پھوٹ دیوار و در ایکبار
نہ دیکھا کسی نے جو کچھ اختیار / کہا حق کو سونپا تجھے سو بار
کسی نے کہا جو نہ تو مت مجھے / خدا کے تئیں میں نے سونپا تجھے
تمھیں بھی خدا کو میں سونپا ہوں / مر الجیو تم کہا اور سنا
نہ سدھ بدھ کی تھی اور گنگ کی / نکل شہر سے راہ جنگل کی لی
کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے / کہ جس سے وہ شیدا کا شیدا ملے
بجاتی وہ جوگن جہاں جو گیا / تو واں بیٹھ خلق دھونی رما
گل نغمہ جو اس سے گرتے ہزار / تو لیتا اسے دشت دامن پسار
بجاتی تھی جوں جوں وہ بن بیٹھ بیر / حسن و خار سنتے تھے بن بیچ میں
تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی / درو دست عشق میں پڑتے تھے سبھی
گل نغمہ ترکی یہ تھی بہار / کہ صحرا کے گل اسکے آگے تھے خار
نہ پائی تھی جس شور اسکا چلے / کنوئیں کے بھی دلمیں اٹھے ولولے
ہوا ملتیں و گل کا پانی ہجوم / کہ گرتی تھیں ڈالیاں جھوم جھوم
تمیں گرتے پھرتے تھے جنگل کے تئیں / ابنا تھے جنگل میں دیکھے تئیں

زبانوں کو بھائی جو اسکی ادا / تو اس رات پریوں کو صدقے کیا
یہ برق اور یہ ابر یہ ہے اگر / تو دامان عشاق ہو تینگ تر
وہ مندرے وہ تن اسکا خاکستری / ہوئی حسن کی اور کھیتی ہری
نظر کر صفائی کو اس گوش کی / زمرد کو اس گوش کی لو لگی
وہ موتی کے مالے وہ مونگے کی لا / گل و نسترن کی چمن میں بہار
وہ قشقہ کمنڈل سرخ ہاتھ یوں / پڑے نور پر لعل کا عکس جوں
یہ بین اسکے کاندھے یہ بھی جو تھا / بھی جوں تونبی مست شیشہ اٹھا
نہ تھی بین تھے قمقمے رنگ کے / دیا تھے سبو بحر آہنگ کے
ہر اک تار تھا بین کا رود نیل / وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل
بنی جبکہ جوگن وہ اس رنگ سے / لگے پھوڑنے دوست سر سنگ سے
وہ رو رو کے دو ابر غم یوں بہے / کہ جسطرح ساون سے بھادوں بہے
کھڑے تھے وہ جوگن کے جو گرد اگل / وہ رو رو ہوئے شبنم آلودہ گل
چلی جسطرح بیٹھ اپنی دکھا / اسیطرح دکھلا میں منہ پھیرا
کہا اسنے خیر اب تو جاتی ہوں میں / جو ملتا ہے تو اسکو لاتی ہوں میں
جدا ہو کے القصہ وہ تو ٹکڑو جوڑ / چلی اپنے گھر بار سے منہ کو موڑ
لیے بین پھرتی تھی صحرا نورد / تن چاک چاک اور رخ گرد گرد
جہاں بیٹھ کر وہ بجاتی تھی بین / تو سننے کو آتے تھے آہوئے چین
اسے سنکے آتا تھا صحرا کو خوش / صدا سے درختوں کو آتا خروش
کہیں حلقہ حلقہ کہیں سخت سخت / کھڑے ہو کے گرد اسکے سنتے درخت
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی / ہر اک عالم شوق میں تھی کھڑی
یہانتک رہ میں جو تھے نقش پا / وہ بیٹھے تھے کان اپنے ادھر لگا
سن آواز کی اسکی شان و شکوہ / نکلنے لگی دب کے آواز کوہ
نہ چشمے ہی کچھ آبدیدہ رہے / گریبان کر چاک دریا بہے
تحیر کا تھا واں ہر اک کو مقام / زبان کا کھلا تھا تو سیح کام
یہ ہر جا یہ تھا اسکے دم سے طلسم / بندھا تھا اسیدم قدم سے طلسم

(۴۰)

شب و روز سرگشتہ مثلِ صبا
کدھر ہے تو اے ساقیِ گلعذار
کوئی پھول سی دے شتابی شراب
مسبب کے اسباب دیکھو ذرا
جہاں میں ہے اندوہ و عشرت بہم
قضا کو سہانا سا اک دشت تھا
کبھی ہر طرف چادرِ نور تھی
کدارا بجانے لگی شوق میں
بندھا اسکے اسطرح کا سماں
وہ اُجلا سا میدان چمکتی سی رت
درختوں کے سایے سے مہ کا ظہور
گیا ہاتھ سے مَین سنکر جو دل
ہوا بندھ لگی اسکو ہی اس اصول
کدارے کا عالم تھا یہ اسکو ہی
کہ تھا اک پریزاد فرخ سیر
ہوا پر اُڑاتے ہوئے اپنا تخت
یکایک سنی مین کی جو صدا

داستان فیروز شاہ جنون کے بادشاہ کے بیٹے کا عاشق ہونا جوگن پر

کہ شہرِ مطالب کو پہونچوں شتاب
کہ قدرت میں اوسکی ہے کیا کیا بھرا
کہیں صبحِ عیش و کہیں شامِ غم
کہ اک شب ہوا اسکا وان پر گذر
یہی چاندنی اسکو منظور تھی
لگی دست و پا مارنے ذوق میں
صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
اگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
گرے جیسے چھلنی سے چھنچھنکے نور
گئے سایۂ و نور آ بستین مل
بسیرا گئے جانور اپنا بھول
کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
جنون کے تھا وہ بادشہ کا پسر
کسیطرف جاتا تھا فیروز بخت
وہاں تخت لا اُسنے اپنا رکھا

وہ دارو پلا دل کو جو راس ہو
سفید و سیہ اسکے ہے اختیار
دورنگی زمانے کی مشہور ہے
وہ تھی اتفاقاً شبِ چاردہ
بچھا مرگ چھالے کو اور تکیے میں
کدارا یہ بجنے لگا اوسکے ہاتھ
وہ سنسان جنگل وہ نورِ قمر
درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
وہ پایہ کہ جوگن کا منہ دیکھکر
وہ صورت خوش آئی جو اوس جوگی کی
درختوں نے لگ لگ کے بادِ صبا
یہاں اسکا تو عالم تھا اور طور یہ
نہایت طرحدار صاحب جمال
وہ جاتا تھا گرتا ہوا اس پہ ماہ
جو دیکھے تو جوگن ہے اک شکر ریز

اسیطرح پھرتی تھی وہ جابجا
کہ صحرا سے اب دل ہوا خار خار
کہ جینے کی بیمار کو آس ہو
بنایا ہے اُسنے یہ لیل و نہار
کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے
اداسے وہ بیٹھی وہاں رشکِ مہ
دو زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین
کہ مہ نے کیا دائرہ لیکے ساتھ
وہ براق سا ہر طرف دشت و در
خس و خار سارے جھمکتے ہوئے
ہوا نور سایہ کا ٹکڑے جگر
دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی
لگی وجد میں بولنے واہ واہ
تس اوپر یہ مزا تم سنو اور بھی
برس بیس اکیس کا سن و سال
اسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ
کہ چشمِ فلک نے نہ دیکھا یہ نور

تصویر جنون کے بادشاہ کے بیٹے کی مع دو جنوں کے اور جوگن سامنے بین بجاتی ہوئی



نظر کر کے حسن اوسکا غش کر گیا
تعشق کے عالم میں بس مر گیا

بڑا تمنے ایسا کہو کیا سجوگ
کیا واسطے کسکے تمنے یہ جوگ

وہ سمجھی کہ اسکا دل آیا ادھر
کہ دل بھی تو رکھتا ہو دلکی خبر

لے راگ ہے اور رانین ہوا
کہ دونوں طرف آگ دبی ہو لگا

کہا تب پریزاد نے واہ جی
بہت گرم ہیں آپ سُدھ جی

کہا ہیوتے سوتے سے اپنے کہو
فقیر انکو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

گیا بیٹھو آسامنے ریت میں
رہا کھیت یہ تو اُسی کھیت میں

رہا تن بدن کا نہ کچھ اوسکو ہوش
بنا گل وہ جوں نقش پا چشم و گوش

نہ سدھ بدھ کی کی اور نہ لی راہ کی
جب آئی ذرا سُدھ تو پھر آہ کی

ادھر تان پر بین کی تھی بہار
بندھا تھا اُدھر اُسکے رونیکا تار

پریزاد نے تب پکڑ اُسکا ہاتھ
شتابی بیٹھا تخت پر اپنے ساتھ

نہ مانا اور اُسنے اُٹھایا اُسے
پرستان میں لا کر بیٹھایا اسے

یہ جوگی جو ہیں ایک صاحب جمال
ذرا ہیں سنیے اور لگے خیال

کہا اُس نے بابا بہت خوب ہے
ہمیشہ سے راگ انکا مرغوب ہے

کھلے بخت بیٹے کے اور باپ کے
سر و پر ہمارے قدم آ گئے

یہ سمجھا بناوٹ کا کچھ بھیس ہے
لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

کدھر سے تم آئے کہاں جاؤ گے
دیا اپنی ہمیں بھی فرماؤ گے

حسن و خار ہو عشق حسن آگ ہے
سدا عشق اور حسن میں لاگ ہے

کہا ہنسکے جوگن نے ہر بول ہر
جہاں سے تو آیا چلا جا ادھر

نہ رو کچھی ہوا اتنی بھلا جاؤنگا
ذرا ہیں بھی سنکر چلا جاؤنگا

یہ دو دو لطیفے جو باہم ہوئے
اُسی لطف میں یہ تو بیدم ہوئے

نظر حسن پر گاہ گہ بین پر
سراپا دل اُس لعبت چین پر

وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر
ہوا غم میں جوگن کے یہ بھی اسیر

بجاتی رہی بین وہ صبح تک
یہ رویا کیا سامنے بیدھڑک

دھری اپنے کاندھے پہ جب سُنتے ابیر
اُٹھی لیکے انگڑائی زہرہ جبین

زمین سے اوٹھا آسمان تئیں
وہ کہتا کہا کی ہیں ہے نہیں

یہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے
کہا عرض رکھتا ہوں میں آپ سے

بہت آپ نے اُٹھائے حظ
بہت ہیں سے اوسکی پائینگے حظ

کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر
کرو روشن اپنے قدم سے یہ گھر

بہت اوسکی تعظیم و تکریم کی
جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

پلا مجھکو ساقی محبت کا جام
کہ مہمان ہیں ہوا دن تمام

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بلا بھیجنے میں

یہ جوگن جو بیٹھی پر دگن ہوئی
کہ اتنے میں رات آئی جوگن ہوئی

دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے
اوڑاتی ہوئی رال کو نور سے

ہوئی شب کو وہ بزم انجم فروز
چھپا رشک سے اوسکے پردے میں روز

پریزاد سارے ہوئے جمع وان
کہ دیکھیں تو جوگن کا جا کر سمان

بہت ہنتو نسے بلایا اُسے
بڑی عزتوں سے بیٹھایا اُسے

کہا کچھ سجانا نہیں اپنا کام
ہر اک طرح لینا ہمیں ہر کا نام

کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہے
کرم آپ کا ہمیدن رات ہے

کہا اسطرح سے جو فرماؤ گے
نوہاں بندگی ہی میں کچھ پاؤ گے

کھڑے رہگئے ہوش کھوئے ہوئے
نظر جو پڑے وان سو روتے ہوئے

بھبھوت اپنے منہ پر تستانی سے مل
رکھا انکو دیکھو کہ شب آئی نکل

ستاروں کے ہار گلے بیچ ڈال
وہ پہونچی پرستان میں حال حال

لگا نے پرستان میں مجلس بنا
بلایا اُسے جسکی تھی یہ بنا

وہ جوگن جو سج سج تھی زہرہ جبین
سو مجلس میں آئی لیے اپنی بین

کہا ہم ہیں مشتاق کچھ گائیے
سمان ہیں کا ہمکو دکھلائیے

ہے بیزار فرمائشوں سے فقیر
لے کیا کریں اب ہوئے ہیں اسیر

جو مرضی ہو تو تمکو تکلیف دیں
نہیں جسمیں راضی ہو تم سو کریں

یہ کہہ سُنے اور بین کاندھے پہ دھر
بجا تنک بجائی کہ دیوار و در

گیا اہل مجلس کا جو دل پگھل
تو جوں شمع اشک آئے اُسکے نکل

ہوئین ہیں پہ انگلیاں یون منہ اون
ہوا حال پر اوسکا یہ کچھ تباہ
ستون کے کبھی اوٹ مین ہوکے وہ
وہ کچھ بھی نہ سنتی نہ کہتی اُسے
اسی آن وہ ادا پر وہ فیروز شاہ
غرض تھی یہ صحبت کہ مین کیا کہون
سراپا پریزاد کے باپ نے
مقدم ہمارا رچھانا کرو
تکلف کو موقوف کر دیجیے
کہان تم کہان ہم ہوا یہ جو ساتھ
لگی رہنے اوسمین شب و روز وہ
یہ سمجھ کہ تا کردگار جہان
پھر رات تک ہنستی اور بولتی
دلے کیا کہون حال فیروز شاہ
اوسی شمع کے گرد پھرنا اُسے
اسی طرح اوقات کھونا اُسے
دلے کچھ بھی پاتی جو حسن طلب
کیا اُسنے پردہ مین جب کچھ سوال
کبھی ٹیڑھی نظروں سے مارا اُسے
کبھی منہ چھپا یا دکھایا کبھی
وہ ہر چند آنکھین دکھاتی رہی
اسیطرح مدت گئی جب اُسے
جگر خون ہو آنکھوں سے آیا نکل
جو کہتا ہوا اوس سے تو کہتا دل
بلا کر تو اب دست افسوس کو

کہا تھونسے اُسکے ہو دل لیے وان
وہ عاشق جو تھا اُسکا فیروز شاہ
کھڑا دیکھتا اُسکو رو رو کے وہ
کنکھیون سے پر دیکھ رہتی اُسے
دل و جان سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ
یہی دل تھا اسکا کہ دیکھا کرون
کہا گن دیا جوگی جی آپ نے
ہمین اپنا معشوق جانا کرو
جو کچھ تمکو درکار ہو لیجیے
یہ تھی بات سب آپ دیوانہ کے ہاتھ
سمجھ جسمین کچھ کچھ دل افروز وہ
درین آہ شکار اجیه دار دہان
ہر اک بات مین قند تھی گھولتی
کہ تھی وان بدن اُسکی حالت تباہ
پتنگے کے مانند گرنا اُسے
سدا ہین سن ہنسکے رونا اُسے
تو عاشق یہ غصہ وہ کرتی غضب
دوبارہ کیا اُسکو باتون مین ڈال
کبھی سیدھے دل سے پکارا اُسے
کبھی مار ڈالا جلایا کبھی
یہ نظروں سے دل کو لبھاتی رہی
پڑی گرمی عشق کی تب اُسے
گیا دل سب اندر ہی اندر پگھل
کہ اب تنگ ہے اپنا احوال دل
بچارہ ملے تنگ ناموس کو

رہا ان وہ ان کر دیا جان کو
کبھی سامنے آکے کرتا نظر
کبھی ادہر اودھر سے پھر پھر کے آ
نظر اُسکی جب آن پڑتی ادھر
اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا
بچی بیلی صحبت مین ان ایسی مین
اسی طرح ہر شب کرم کیجیے
یہ گھر بار ہے آپ ہی کا تمام
کہا اسنے مطلب نہین کچھ ہمین
یہ کہہ کر وہان سے اوٹھی وہ جوگن ادھر
کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہو جی
غرض اسطرح اوسکا معمول تھا
بجانے مین سبکو رجھاتی تھی وہ
نہ دنیا کی اسکو نہ دین کی خبر
بہانے سے ہر کام کے روز و شب
وہ جوگن بھی سو سو طرح کر ادا
کبھی خوش کیا اور کہا کہ ذرا
کبھی تیکھی نظروں سے گھائل کیا
کبھی ہنسکے دیکھا ذرا خوش کیا
لٹو نین کبھی دل کو لٹکا دیا
بچارا پریزادہ وہ سادہ دل
نہ منہ پر وہ عالم رہا اور نہ نور
لیے پردہ دل سے جی نے صدا
سنبھل جا ہوا اب بھی تو خاطر سنبھل
یہ سن جی کا پیغام مجبور رہو

رولایا ہر اک جن و انسان کو
کبھی دیکھتا چھپ کے ادہر ادھر
چھپے اسکے ٹکڑے کی لیتا بلا
تو یہ اور کیطرف کرتی نظر
تو کھا رشک کہتا کہ پھر تمکو کیا
کہ غش کر گئے وہ جو تھے نکتہ چین
بھری بزم رشک ارم کیجیے
ہوئے آج سے ہم تمہارے غلام
تمہارا مبارک رہے گھر تمہین
دیا تھا جہان اُسکے رہنے کو گھر
نہ گھبرائیو اپنے دل مین کبھی
کہا اس شاہ پری کی خدمت مین جا
پہر کے بجے گھر مین آتی تھی وہ
اُسیکے تصور مین شام و سحر
وہین کاٹتی اُسکو اوقات شب
ہر اک تان مین اُسکو لیتی لبھا
کبھی وہ بیٹھی کبھی اسکے پاس
کبھی میٹھی باتوں سے مائل کیا
کبھی ہو کے غمگین ناخوش کیا
کبھی ساتھ پاؤں کے جھٹکا دیا
ادا میں بیچ انسان کے متصل
گئی دن مین دل ہلکو گیا جو جگر
کہ ہو صبر کی اپنے لب انتہا
نہین کوئی دم مین چلا مین نکل
کہا اپنے نزدیک کو دور رہو

بلا سے اگر آن رہتی نہین
نہ تہا اُسکے گہر کوئی اید ہر اودہر
گرا اسطرح سے قدم پر جو وہ
کسی نے ترا دل ستایا کہین
فقیرون سے اتنا نہ ہو تو خفا
لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ
ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا
تم اپنا سا مجھکو سمجھے رہے
کہا اُس نے کہہ تو شتاب اپنا حال
بھلا ہجر مین کب تلک ہوون ملول
مطالب اگر میرے بر لاوے تو
کہا اوس نے یہ ہے مری داستان
جہان مین ہے بدر منیر اسکا نام
جدا باپ سے تھی وہ اسجا مقیم
جدا ایک دم اُس سے ہوتی نتھی
کسی طرحکا غم نتہا دھیان مین
کہانتک کہون اوسکا قصہ ہے دور
وہ عاشق اسیر تھی کوئی پری
دیا قید مین اسکو ڈالا کہین
پریزاد آپسمین تم ایک ہو
دل آباد ہو جی کو آرام ہو
کہا پہر یہی کچھ نہین مرحبین
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کرو مت کمی
یہ سن اپنے سردار کا وہ کلام
وہ روتا جو تھا نالہ و آہ سے

کہ اب بن کہے جان رہتی نہین
اکیلی پڑی اسکو جو گن نظر
تو کہنے لگی مسکرا اسکو وہ
دیا جی کو تیرے لُبھایا کہین
چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا
کہ بس بس یہی تو کہوگی نہ واہ
جلے دلکو ناحق جلاتی ہو کیا
بھلا تمکو اب یان کوئی کیا کہے
کہ تو کیون گرا سر کو پاؤن پہ ڈال
غلامی مین اپنی مجھے کر قبول
تو شاید مراد اپنی بھی پاوے تو
کہ شہر سراندیپ ہے اک مکان
مین رہتی ہون خدمتمین اسکے مدام
سدا سیر کرتی تھی بیخوف و بیم
سلائے بغیر اسکے سوتی نتھی
ترقی خوشی کی تھی ہر آن مین
نہ تھا آدمی نور کا تھا ظہور
محبت مین تھی اسکی وہ بھی بھری
کہ مدت سے اسکی خبر کچھ نہین
اگر تم ذرا کھوج اسکا کرو
تمہارا بھی اس کام مین کام ہو
لگی ہنسکے کہنے نہین رہنیر
کہ ہے اک پرستان مین قید آدمی
تجسس مین پھرنے لگے صبح و شام
تو کچھ اُسکو آئی صدا چاہ سے

غرض ایکدن بات یہ ٹھانکر
اکیلی اسے دیکھ ہو بے قرار
کہ ہے آج یہ کیا خلاف قیاس
مرے بیٹھنے سے اذیت ہوئی
اذیت اگر ہمسے پاتا ہے تو
تمہاری سمجھ نے تو مارا ہمین
ہوئین تم نہ واقف مرے حال سے
تم ایسی ہی بیرحم و بیدرد ہو
کہا تب پریزاد نے میری جان
لگی ہنسکے کہنے کہ اک طور سے
کہا اوس نے پھر جلد فرمائیے
ملک ایک ان کا ہے مسعود شاہ
بنایا ہے اُسنے الگ ایک باغ
مین نجم النسا اسکی دختر ومہ
خوشی سے سروکار غم سے فراغ
ہوئی ایکدن یہ عجب واردات
گیا اُسپہ وہ شہزادیکا دل
کہین وانکے آنے کی سنکر خبر
سو مین کھوج مین اسکے جوگن ہوئی
تو شاید مدد سے تمہاری ملے
کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا
یہ سن قوم کو اپنی اُسنے بلا
جو تم مین سے لاویگا اُسکی خبر
ہوا ایک کا ناگہان واں گذر
کہا کچھ تو ملتا ہے پانے سراغ

لگا گہات پر اپنی وہ آنکر
گرا پانو پر اسکے بے اختیار
گرا اتنا تو ہوسکے کیون بے حواس
کہ مہمانونکی مصیبت ہوئی
کہ اب پانون پڑ پڑ کے اٹھاتا ہے تو
یہ باتین نہین اب گوارا ہمین
فدا مین ہے جان اور مال سے
غرض اپنے عالم مین تم فرد ہو
کہانتک کرون راز دلکو نہان
جو میری کہانی سنے غور سے
جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے
کہ بیٹی ہے ایک اُسکی مانند ماہ
کہ فردوس کا ہے وہ چشم و چراغ
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مشیر
برنگ چمن رہتی تھی باغ باغ
کہ اک شخص وارد ہوا ایک رات
گئے ایک دونون وہ آپسمین مل
خدا جانے پھینکا ہے اسکو کدہر
یہانتک تو پہونچی بروگن ہوئی
تو پھر آرزو بھی تمہاری ملے
انگوٹھا دکھایا کہ اترا نجب
تعقید سے سبکو بلا کر کہا
جواہر کے دونگا لگا اُسکے پر
جہان قید مین تھا وہ خستہ جگر
کہ آتی ہے یان کو بوے گلزار باغ

وہ جو کی کے جو دیو تھے جابجا
وہ تحقیق کرا دے اونکا بھید
کہا میرا مجرا ہے اب لا کے یہ
یہ معمول تھا وانکے انعام کا
یہ بھیجا پھر اس ماہرخ کو پیام
ترے پا کو گر لکھوں تیرا حال
ترا رنگ غیرت سے اڑتا نہین
بھلا چاہتی ہے تو اُسکو نکال
گیا ماہرخ کو یہ فرمان جب
اگر اب مین لا کو ہون اُسکی کبھی
گئے باپ کو پھر نہو وے خبر
سر چاہ پر جب وہ ہو بخار فیق
وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ راہ
اندھیرے سے اس چاہ کے اسکا تن
نکالو امانت اسے اس نمط
تمھین اختیار اسکی اب ہے ہر طور
قدح بھر کے لا ساقی بے تمیز
گلابی جھلکتی پلا دے مجھے
کوئی دیو تھا وان سکندر نژاد
لے آیا وہ جون خضر سو گھات سے
اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیان
رس اپر آنے کا تھا اُسکو غم
نہ آنکھون مین طاقت نہ تن مین توان
وہ سیر مین جو تھے اُسکے سنبل بال
بدن سے رگون کی تھی اُس سب نمود

لگا پوچھنے کسکی ہو یہ صدا
کہا ماہرخ کا ہو قیدی یہان
اڑا شہر کو اپنے دیو سفید
کیا جاکے فیروز شہ کو سلام

داستان پیغام بھیجنے مین فیروز شاہ کے ماہرخ کو

کہ کیون زیست کرتی ہے اپنی تمام
تو کیا حال ہو تیرا اے جھنا کل
تجھے کیا پریزاد جڑتا نہین
کنوئین مین جسے تو نے رکھا ہے ڈال
ہوئی خوف سے وہ پریشان تب
تو پھر بھو نکے سچ مجھے تم تبھی
کہ پھر مین نہ ادھر کی ہون نہ ادھر
کہا اُنکو تھے وہ جو اسکے شفیق
دیا پھینک اُنے اوسے کل ماہ
نظر یون پڑا جیسے کالے کا من

نہی آدمی کو تو چوری سے لا
عزیز اپنی رکھتی نہین جان کو
ہمارا گئی بھول خوف و خطر
اور اسکی قسم کھا کہ پھر گر کہین
کہا مجھسے تقصیر اب تو ہوئی
بڑا تنا یہ احسان مجھپہ کرو
یہ سنکر جواب اسکا فیروز شاہ
کہ یہ سنگ اُکھڑے یہاں سے چلے
وہ بادل اس اثر کا جو اوس جاہ سے
وہ من ڈھانے آئین پڑا تھا جو ان

داستان کنوئین سے نکلنے مین بینظیر کے

کنوئین سے نکلتا ہے یوسف عزیز
سمان کوئی ایسا دکھا دے مجھے
کنوئین مین اُتر کر بحب مراد
نکال آب حیوان کو ظلمات سے
کہ حرفون سے جون ہو وے معنی عیان
گئے تو کہ بھرتا تھا او پر کا دم
کہ جون خشک ہو نرگس بوستان
ہوئے لاغری سے بدن کے وبال
کہ وہ بھی ہو جون آسمان کبود

گئے دن خزان کے اور آئی بہار
کہ وہ ماہ نخشب کنوئین سے نکل
الگ یون لے آیا کنوئین سے نکال
ہوئی مست اس کی خوشبو سے وہ گل
وہ بھتیا تو نکلا وے اس طرح
جمی خاک تن پر برنگ زمین
وہ تن سرخ جو تھا سو پیلا ہوا
فقط پوست باقی تھا اور استخوان
بدن خشک و زرد اسطرح تھا وہ گل

کنوئین مین تجھ بن ہاں اک نوجوان
سن آیا جو کچھ تھا سنایا کلام
جو دینے کہا ہے سو دیو آئیے
جو اہر کے اوسکو لیے پر لگا
بٹھاتی ہے گھر مین نقش جتا
یہی ہے کہ بھونکون پرستان کو
لگی رکھنے انسان پر تو نظر
لیا نام اُسکا تو پھر تو نہین
کہو اسکو بچاے یا نئے کوئی
لا اسکا پرستان مین جرچا نہو
چلا اپنے گھر سے جہان تھا وہ چاہ
کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے
تو اک نور چمکا شب ماہ سے
کہا اُس پریزاد نے سب کو ہان
کہ لیتے ہین بو مشک سے جس نمط
سمجھو اسے آہنی پتلی کا نور
لے نالہ گون سے دکھلا دو زال
منازل کو اپنے پھرے بر محل
کہ فوارہ جون آب کو دے نکال
کہ نکلا وہ سنبل سے مانند گل
کہ بیمار ہو نزع مین جسطرح
گرڑا جیسے نکلے ہے پتلا کہین
وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا
نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیان
خزان دیدہ ہو جسطرح برگ گل

تصویر کنوئین سے نکلنا بنظیر کا بحکم شاہزادہ اجنہ کسبی وزیر زادی نجم النسا کے



دو ناخن جو تھے اسکے تن میں ہلال
سو وہ ہو گئے پیٹ کے بدر کمال

سنبھالا تخت پر اپنے اسکو وہان
لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہان

جلی ہے تو کہین اسکو لایا یہان
یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہان

کہا جل گئی کہان ہے بتا تو مجھے
ذرا اسکی صورت دکھا تو مجھے

یہ کہہ اور لے ہاتھ مین اسکا ہاتھ
لے آیا وہ جوگن کو وان ساتھ ساتھ

جسے ڈھونڈھتی تھی یہ سو ہے وہی
کہا ہان ارے ہان یہ ہی ہے وہی

کہ اِس تخت کے گرد آ کدم پھرون
بلائین مین دل کھو نگر اسکی لون

کہا اسنے تب اپنی جوتی دکھا
ارے دیو تو کیون دوانہ ہوا

یہ اس تخت کے گرد پھرنے لگی
بلا اسکی لے لیکے گرنے لگی

وہ دیکھے جو ٹک آنکھ اُٹھا کے نظر
تو نجم النسا ہے یہ دخت وزیر

کہا تیرے غم نے دوانہ کیا
کہ عالم سے اپنے بیگانہ کیا

بیان حال دونو جو کرنے لگے
دو را اشک سے چشم بھرنے لگے

یہ مہ منظر اپنے دلسوز سے
لگا شاد ہونے اُسی روز سے

اسی تخت پر شہزادہ اُدھر
کہ تھا نقش مطلوب اسکا جدھر

پڑھے حرف مطلب جو کچھ سوچا کیے
تب اکسر بیٹھے مثلث کے گھر

یہ دیکھا جو احوال اسکا تباہ
تو رونا ہوا جلد فیروز شاہ

رکھا تخت اک جا پہ اسکا چھپا
کہا پھر یہ جا کر کہ نجم النسا

دوانی تھی از بس وہ اُس نانونکی
نہ سمجھی کہ ہے شہزادہ یا نونکی

کہا اسنے چلیو ذرا تھم رہو
کہ شادی بڑی ہے کہین غم نہو

کیا آپ اس تخت پر بیٹھ اور
دکھایا اوسے اور کہا کر تو غور

یہ کہہ اور اس تخت کے پاس آ
کہا اے پریزاد تو اُٹھ ذرا

کہا اسنے ہنسکر بھلا دیکھ تو
تو اس بات پر ہیرے صدقے نہو

غرض وہ پریزاد نیچے اوتر
کھڑا ہو گیا تخت سے ہو اُدھر

گلے لگ کے رونے لگی زار زار
گیا اپنے تن من کو اُسپر نثار

کہا تو کہان اور کسکا یہ جوگ
کہان یہ لباس اور کہان ہم یہ لوگ

بغل گیر ہو کر تو آپس مین مل
وہ رویا کیے دیر تک متصل

کہی سرگذشت اُسنے استدر تلک
کہ اسطرح پہونچا ہون تم تک

کیا ایکدن تو انھون کے مقام
چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام

وہ جوگن وہ فیروز شاہ اور وہ ماہ
چلے تخت پر بیٹھ اوپر کی راہ

مربع نشین تھی جو بدر منیر
وہان اسکو لائی وہ دخت وزیر

اوتارا جو پریاں درختوں میں تخت
دوبارہ کھلا اُن درختوں کا بخت
اکیلی اُتر واں سے آئی ادھر
لیے سوگ بیٹھی تھی وہ جس جدھر
یکایک جو آ وہ قدم پر گری
تو چونکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری
پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہے یہ
مرے درد و غم کی بروگن ہے یہ
کہا میری نجم النسا تو ہے جان
اری تیرے صدقے مری مہربان
نہیں تیرے ملنے کی کب آس تھی
کہ جینے سے اپنے ہمیں یاس تھی
بہت اُن نے چاہا کہ ہووے کھڑی
کھڑی بھی ہوتے وہیں گر پڑی
کہا بار غم سے افاقت نہیں
اری کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں
بلائیں لگی لینے نجم النسا
لگی گرد پھرنے برنگ صبا
اُسے شاہزادی کا تھا حال یاد
جو دیکھا تو پایا اُسے کچھ ہے زیاد
نہ گھر کی وہ رونق نہ اُسکا وہ حال
گلوں سے لگا دل تلک پائمال
پڑے سارے بے دہشت دیوار و در
محل کو جو دیکھا تو ٹوٹا سا گھر
خواصیں جو تھیں پاس وہ نازنیں
سو میلی کچیلی کہیں کی کہیں
نہ چوٹی نہ گندھی اور نہ کنگھی درست
جو چالاک تھی تنگی وہ بھی سست
ہر اک اپنے عالم میں دیکھو تو دنگ
اُڑا رنگ چہرے کا مثل پتنگ
نہ اُسکی چہلیں نہ وہ چہچہے
نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے
غم آلودہ ہر ایک زار و نزار
نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار
جو بیٹھیں تو رونا جو اُٹھیں تو غم
غرض بیٹھتے اُٹھتے اُس پر ستم
چمن سارے ویران سے ہیں پڑے
شجر گل کے اک جھاڑ سے ہیں کھڑے
جو خود ہے تو حیران و بیمار سی
کہ جوں زرد شیشے کی ہو آرسی
نہ تاب و تواں اور نہ ہوش و حواس
ضعیف و نحیف و پریشاں اداس
یہ دیکھ اُسکا احوال نجم النسا
جلی شمع کیطرح آنسو بہا
ولیکن محل میں پڑی جب یہ دھوم
کیا مشتری وار اُس پر ہجوم
سنی ایک نے ایک سے یہ خبر
مبارک سلامت ہوئی گھر بگھر
کلی غنچے کیطرح کھلنے لگی
کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی
لگی کوئی صدقے کے لانے لگی
کوئی سر سے روٹی چھوانے لگی
کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی
ادھر سے کوئی اور اُدھر سے کوئی
حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی
لگی کرنے آپس میں چرچا کوئی
ہوا اس پہ اُسکے زبس ازدحام
لگی کرنے گھبرا کے سب کو سلام
کہا سب کو کل کہونگی یہ حال
کہ اب راہ کی ماندگی ہے کمال
وہ انبوہ جب کچھ ہوا برطرف
تو پھر دیکھ نجم النسا کیطرف
کہا شاہزادی تو آتی نہیں
ادھر اپنی تشریف لاتی نہیں
چلو چل کے آرام ٹک کیجیے
کچھ اک مجھ سے کہنا ہے سن لیجیے
گئی جبکہ خلوت میں بدر منیر
کہا میں نے آئی ترا بے نظیر
یہ سن ایکدم تو وہ غش کر گئی
لگی تو کہ حیرت میں آ مر گئی
تعجب سے پوچھا کہ سچ سچ ہے یہ
دیا چھیڑنے کو مرے کچھ ہے یہ
کہا مجھکو سوگند اس جان کی
غلط کہنے والی میں قربان کی
نشاط و خوشی کی خبر یکبیک
نہیں منہ پہ کہہ بیٹھیے بے دھڑک
کہا کیونکہ لائی کہا اس طرح
وہ سب کہدیا حال تھا جسطرح
ترا قید سے کر چھڑا لائی ہوں
اور اک اور بندہ ہوا لائی ہوں
کہا پھر وہ دونوں کہاں ہیں کہا
درختوں میں انکو رکھا ہے چھپا
عجب وقت میں میں ہوئی تھی جدا
کہ دلبر کو تیرے دیا لا ملا
مگر ایک یہ پڑی بے بسی
کہ میں تیری خاطر بلا میں پھنسی
سو اب ایک کو تو نے آتی ہوں میں
ہوا دوسرے کو بتاتی ہوں میں
یہ سن شاہزادی ہنسی کھلکھلا
کہا کیوں ڈراتی ہے نجم النسا
اری ایک ہی تو بڑی قہر ہے
کہیں تو ہے امرت کہیں زہر ہے
چلی اب چوچلے بس زیادہ مگر
انھیں جا کے جلدی سے آ تو ادھر
کہا پھر پریزاد کے روبرو
بغیر از کسیکے رہے ہوگی تو
کہا وہ تو ایسا دوانہ نہیں
وہ اس بات کو کیا کہیگا نہیں
اگر دل میں کچھ تیرے وسواس ہے
نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہے

ذرا پوچھیو تو اس بات کو
چھپائے ہوئے لا بٹھایا وہاں
کہا خیر ہے تجھکو رشک چمن
مرا یہ تو ہمدم ہے دن رات کا
مرے منہ سے ساقی لگا دے شراب
یہ سن سنکے باتیں وہ پردہ نشین
نظر سے نظر جو ملی ایک بار
نہ وہ رنگ اسکا نہ وہ اسکا حال
عجب صحبت آپس میں اسدم ہوئی
سرشک محبت بہانے لگے
وہ مجروح دل تھی جو بدر منیر
پڑی غم کی باتیں جو آ درمیان
رخ زرد پر اشک گلگون بہا
پھر آخر کو نجم النسا وہ شریر
مگر تیری خاطر یہ رویا ہے کم
یہ مردہ سا لائی ہوں میں اسلیے
لے آئی ہوں اسکو محبت کی دھن
بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو
یہ سن ہنس پڑے سب وہ آپس میں مل
شب آدھی گئی جب تو خاصہ منگا
پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے
الگ ہو کے لیٹی جو وہ ماہرو
کہا شاہزادے نے احوال کل
یہ ہو نجا کوئی میرا فریاد رس
محبت نے چاشنی اور دی

کہ وہ روبرو اسکے ہلو یا نہو
وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکان
چھپے ہیں کہیں بھائی سے بھی بہن

یہ سنکر شتابی گئی وہ نگار
پھر اس سے یہ پوچھا کہ اے بینظیر
مرا جان و مال اور یہ قربان ہے

داستان بینظیر اور بدر منیر کے ملنے کی اور اسکے باپ کو بیاہ کا رقعہ لکھنے میں

چلی آئی واں ناز سے نازنین
کیے چشم نے لعل و گوہر نثار
تن زرد زرد اور رخ لال لال
کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی
اس احوال پر حیف کھانے لگے
لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر
یہ دی آہ کہ تا تک گئیں ہچکیاں
بہار و خزاں کو کیا ایک جا
لگی کہنے سننی ہے بدر منیر
کہ تو اور برو رو کے دیتی ہے غم
کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیے
جیا ہے فقط تیرے ملنے کی سن
خدا پھر نہ تمکو رلائے کبھو
پڑیں جسطرح پھول گلشن میں کھل
تکلف سے ہر اک آگے دھرا
الگ خوابگاہ ہو میں جا سو گئے
ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
کنوئیں میں جو گذرا تھا رنج و تعب
تڑپتا رہا دل برنگ جرس
کہ میرے تئیں جیتے جی گور دی

حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وہ تب
ادھر چشم خونیں ادھر چشم نم
بہم وہ خزاں دیدہ گلزار سے
وہ نجم النسا اور وہ فیروز شاہ
ادر اکطرف کو شاہزادہ نڈھال
چھپا منہ کو اسطرف سے نازنین
غرض دیر تک ملکے روتے رہے
کلیجوں پہ جو داغ تھے بیشمار
کیا چاہتی ہے تو اب قہر کیا
ذرا تن میں آنے دے اسکے توان
دہاں میں ہے اسکی ہنسی کی دوا
اسے وصل کی اپنے دارو پلا
نہیں خوشنما پاس آئے ہوئے
بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
عجب چہل سے سب نے آپس میں مل
اٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال
وہ گذرا ہوا یاد کر کرکے حال
کہ یوں میں اندھیر میں رو یا کیا
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا
زمین سے نکلنے کی کب آس تھی

لیا جا کے آہستہ انکو پکار
کہے تو چلی آئے بدر منیر
کہ اسکے سبب سے مری جان ہے
مجھے اس سے پردہ ہے کس بات کا
کہ ملتے ہیں باہم مہ و آفتاب
پھر آئے گئے اسکو ہوش و حواس
لیے اسکا غم اور اسے اسکا غم
ملے جیسے بیمار بیمار سے
حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ
لگا رونے آنکھوں پہ رکھکر رومال
لگی کرنے تر دامن و آستین
جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے
سو آنکھوں سے انکی دکھائی بہار
زیادہ نہ لیں اپنی الفت جتا
ابھی اسکو رونے کی طاقت کہاں
کہ ہے خانہ یار دار الشفا
کسیطرح اس نیم جان کو جلا
رہیں دو جنے منہ چھپائے ہوئے
اچھلنے لگے دل سے عیش و نشاط
کیا نوش جب تمنائے دل
ہوے اس قدر میں وہ خواب و خیال
لگے رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال
کنوئیں میں تن اپنا ڈبویا کیا
سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی

عجب طرح سے زیست کرتا رہا
تری جان سے دور مرتا رہا

خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے
اٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے

دیا شاہزادی نے رو رو جواب
کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب

ترے داغ کی دل میں جو بو گئی
میں اک رات روتی ہوئی سو گئی

کہ کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے اک
اور اس دشت میں ہیں کنواں سا ہے ایک

صدا وان سے آتی ہے بدر منیر
ادھر آکے یاں قید ہے بے نظیر

میں ہر چند چاہا کروں تجھ سے بات
نہ کی گئی وان تو کچھ مجھ سے بات

مرے جان گو اس طرف ڈھل گئی
اسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی

عجب اُس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق
کہ دل اور جگر ہوگیا میرا شق

اُسی دم سے یہ حال پہونچا مرا
کہ مرتی رہی نام لے لے ترا

نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر
جو تھا تیرے غم سے دلکو اثر

گذرتا تھا وان تجھ پہ جو صبح و شام
وہ اندھیر تھا مجھ پہ روشن تمام

یہ کہتی ہیں کس سے یہ درد نہاں
شب و روز جلتی تھی میں شمع سان

عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں
کہ اس زیست کرنے سے مرتی تھی میں

اسی غم میں بیتی تھی لیل و نہار
کہ کیونکر ملاوے گا پروردگار

مری شکل پر رو کے نجم النسا
گئی اس طرح حال اپنا بتا

پھر آئے تو معلوم ہے تم کو سب
کہ ہم تم ملے پھر اُسی کے سبب

یہ آپس میں کہہ حال دل روا دی
وہ کہنے کو سوئی تھی پیں سو اٹھی

جو ملتے ہیں بچھڑے ہوئے ایک جا
آنکھیں نیند یا تو نہیں آتی ہے کیا

پری زاد نجم النسا وان جاری
الگ اپنی باتوں میں مشغول تھی

کٹی رات حرف و حکایات میں
سحر ہوگئی بات کی بات میں

شب وصل کی جو سحر ہوگئی
تو سوتوں کو گویا خبر ہو گئی

چھپا ماہ نے اپنے منہ پر نقاب
اٹھا بستر خواب سے آفتاب

صبوحی کو اٹھتا ہو جیسے مدام
شراب شفق سے بھرا اپنا جام

لیے روز کو ساتھ آنے لگا
وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا

ہوا چشم وا جب وہ مژگان دراز
سپید و سیہ میں ہوا امتیاز

گیا عقدۂ صبح اُس دم جو کھل
نکل آئے ایدھر اودھر سے وہ گل

اٹھے جب کہ آ بیمین گلفام وہ
گئے باری باری سے حمام وہ

دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار
چمن میں نئے سر سے آئی بہار

وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا
جمی گرد وہ اپنے تن کی چھوڑا

نہا دھو کے نکلی عجب آن سے
کہ الماس نکلے ہے جوں کان سے

نہانے سے نکلا عجب اُس کا روپ
نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ

لے آگ آسنے لگائی یہ اور
وہ پوشاک کی سرخ لائے کے طور

جلانے کو عاشق کے دکھلا گئیں
لیا سرخ لاہی کا جوڑا پہن

تمامی کی سنجاف اور سر لگا
طلائی کی طرح سے دیا گدگا

اسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس
تصور میں ہو سرخ جیسے بیاض

جھمکتا سا تن اور مسی کی تک
کہ جوں شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک

کہ لیلیٰ وہ اٹھتی ہوئی چھاتیاں
پھریں اپنے جوبن میں اٹھلاتیاں

گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک
کڑاتے کی انگیا کسی جھینک ٹھاک

وہ کنچن سی ودیمن پہ ال الاس
بھرے رنگ سے قمقمے کی مثال

ملاحت وہ کھنٹی کی اوس سے نمود
کہ جوں سرخ چہرے پہ خال کبود

کیے تو ہے اپنے منہ پر نقاب
شفق میں چھپا جوں ہے آفتاب

بنت گرد اُسکے یہ کیونکر کہوں
کہ وہ ان کو گھر دھر کھا کر گرے

وہ پاجامۂ سبز کمخواب اور
دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور

جواہر سے اپنے موقع سے گل
ترشح میں ہو جیسے نو دیدہ گل

وہ کنگھی کھنچی اور وہ ابرو کھنچے
ہر اک آنکھیں اپنی ہر سو کھنچے

کچھوری وہ چوٹی زر کا موباف
کہ جوں دود کے بعد شعلہ ہو صاف

عروسانہ اوس نے کیا جو لباس
تو آنے لگی خو نکی اکھیں ناس

بنی جب کہ اس ناک و نقشہ سے حور
چلی آئی فیروز شہ کے حضور

پری زاد تو قتل ہی ہو گیا
کہے تو کوئی جان سے کھو گیا

حیا سے نہ کی بات نہ کچھ کہا — شادی سے قربان اسپر رہا
خوشی سے ہوئے بسکہ سرسبز دل — لگے سبز پان پینے آپس میں مل
چھپے عیش و عشرت و کرتے رہے — نہ غیروں کے چرچے سے ڈرتے رہے
یہ ٹھہرا کہ نکلے وہ دو ماہرو — کہ ہیہات کو پہنچے ایک سو
سہی ہو یہ تکلیف آرام کو — نیا کامیان ورنہ کس کام کو
جب آپس میں یہ مشورے ہو گئے — ادھر اور ادھر ملکے دو دو گئے
رہیں گھر میں پھر جا کے مان باپ کے — کہ دیکھینگے اب ہم قدم آپ کے
کرو اسباب سب سلطنت کا درست — پھر آئے اسی جا یہ چالاک و چست

وہ ین کمن کے آپس میں رہنے لگی — بہم راز دل اپنے کہنے لگی
ضیافت بہم ملکے کھانے لگی — وہ غم کھانے اور غم نکے کھانے لگی
اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا — ولے ہجر کا غم انہیں یاد تھا
غضب ہے جو یوں ہیں دو بارہ رہیں — چھپے کب تلک آشکارا رہیں
نصیب اس طرح سے جو یاری کریں — عیان تھیں یونہی ہم خواستگاری کریں
وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر — کچھ اک کہا یہ وہ دونوں شریر
گل منبظیر اور وہ فیروز شاہ — کسی شہر میں رہتی فوج و سپاہ
وہاں کا جو تھا شاہ انجم سپاہ — جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ بھیجنا منبظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری میں بدر منیر کے

کیا نامہ یون ایک سکو رقم — کہ اے شاہ شاہان و اے فخر جم
فریدون مثال و سکندر نژاد — مراد جہان و جہان مراد
جہان شجاعت زمان کرم — دل رستم و گرد حاتم ہمم
نوازش سے اپنی کرم کیجیے — غلامی میں اپنی مجھے لیجیے
جہان پر ہو روشن کہ میں شاہ ہون — ملکزادہ ابن ملک شاہ ہون
بیان سب کیا ماضی و حال کا — تجمل لکھا فوج و اموال کا
کہ جو ہووے برعکس شرع شریف — وہ ہو اپنے مذہب میں یا خاص حریف
گیا یہ جو مسعود شہ کو پیام — سنا اور پڑھا خط کا مضمون تمام
اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو — پھر آخر خدا جانے کیا رنگ ہو

ہیں ادھر ہوں یان اک ہم غریب — لے آئے ہیں مجکو مرے یان نصیب
ہمیشہ سے ہے راہ و رسم جہان — کہ وابستہ یونہیں ہیں کار جہان
ہر اک مجھسے وقف ہے برنا و پیر — کہ ہے نام بدر منیر بے نظیر
جتا کر بہت عجز اور انکسار — لکھا یہ بھی اک حرف آخر کی بار
اگر مانیے خیر تو مانیے — نہیں آپ یا ہمیں جانیے
سمجھ اسکا مضمون مسعود شاہ — کہ اتنی ہے فوج اور اتنی سپاہ
اور آخر یہی ہے زمانے کا حال — کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال

جواب نامہ منبظیر کا ملک مسعود شاہ سے

نہ تازی یہ کچھ رسم پیوند ہے — ہمیشہ سے عالم برومند ہے
لکھا نامہ اسکے یہ اک جواب — کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب
کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا — وہ راز نہاں اپنے ہاتھوں کھلا
اگر ہم کبھی اپنے دعوے پہ آئیں — تمہارے فلک کو نہ خاطر میں لائیں
کسی پاس دولت یہ ہیتی نہیں — سراپا کاغذ کی بہتی نہیں
زبس ہمکو ہے پاس شرع رسول — سو اسواسطے کرتے ہیں ہم قبول
اک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے — دیا حکم ہمنے تمہیں آئیے
سنی جبکہ نامہ کی گفت و شنید — ہوئی شاہزادہ کو گویا کہ عید

لکھا بعد حمد و ثنائے خدا — پس از نعت احمد شہ انبیا
شریعت کے عالم میں مجبور ہیں — نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں
ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکوں کے طور — نہیں ننگ و دیر تمہیں اپنے طور
وے کیا کریں رسم دنیا ہے یہ — وگرنہ گھمنڈ آپکا کیا ہے یہ
خلاف پیمبر کسے رہ گزید — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
گیا ایلچی لیکے نامہ ادھر — اڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر
کشادہ ہوئے دل جو تھے غم سے تنگ — اسی دم ہوئینگے راگ و رنگ

ہوئیں ہر طرف سب کی آزاریاں
بلا سنگنیوں کو تبا سال و سن
کدھر ہے تو اے ساقی گلبدن
وہ اسباب شادی کا تیار ہو
محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
وہ دولہا کے اُٹھتے ہی اک غل پڑا
لگا کہنے کوئی ادھر آئیو
کوئی پالکی میں چلا ہو سوار
سپاہ اور قبضے کمر سے کسے لگے
وہ شہنائیوں کی سہانی دھنیں
وہ ملبوں کا سجنا اور اُنکی صدا
ٹھٹھک کر وہ گھوڑوں کا چلنا سنبھل
دو رستہ جو روشن چراغاں ہوئے
چراغوں کی تر تو پے جا بجا
تماشائیوں کا جدا اک ہجوم
براتی اِدھر اور اُدھر جوق جوق
وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے
دو رستہ برابر برابر وہ تخت
جہاں تک نظر آوے اُنکی قطار
اوڑایا ستاروں کو جو آگ نے
دھواں چھپ گیا نور ہیں نور تھا
زری پوش سرداد سب یکد گر
جب آئی وہ دولہن کے گھر برات
کھڑے بادلوں کے وہ خیمے بلند
بلوریں دھے شمعدان بے شمار

داستان منظیر اور بدر منیر کے بیاہ کی اور اُسکے تجمل میں

دھری آج اس شمع رو کی لگن
مکرر نہ پھر جسکی تکرار ہو
بجے شادیانے بہم ایکبار
لگا دیکھنے اُٹھکے چھوٹا بڑا
ارے رستہ شتابی مری لائیو
پیادوں کی رکھو اپنے آگے قطار
سواروں کے گھوڑے پھڑکنے لگے
جنھیں گوش زہرہ مفصل سنیں
یہ گانا کہ اچھا بنا لاڈلا
ہماکے وہ دونوں طرف مورچھل
پتنگے خوشی سے غزلخواں ہوئے
اور اُنمیں وہ بازاریوں کی صدا
پتنگے گریں جوں چراغاں پہ جھوم
وہ آوازہ قرنا وہ آواز بوق
وہ ہاتھی کہ وہ دیو تھے جنگ کے
کسی پر کنول اور کسی پر درخت
طلسمات کی سی ہوا پر بہار
تو ہاتھی لگے بن سے پھر بھاگنے
سیاہی اُڑی شب کی کافور ہو
پھریں برق کیطرح ادھر اُدھر
کہوں واں کے عالم کی کیا تجھ سے بات
کریں عالم نور جسکو پسند
چڑھیں موم کی تیلیاں چار چار

بلا مطربان خوش آواز کو
بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز
آخر دن اُس تجمل کو کیونکر عیاں
کوئی دوڑ گھوڑوں کو لانے لگا
کسیلئے کسیکو پکارا کہیں
جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں
نکورے وہ نوبت کے اور اُنکے بعد
ہزاروں تمامی کے تخت رواں
وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار
وہ فانوسیں آگے زمرد نگار
ہوا دن جو روشن چراغان سے
کوئی یاں نیچے کھلونے کوئی
کھڑکنا وہ نوبت کا باجوں کے ساتھ
وہ کانے پیادے وہ اُنکی نفیر
وہ ابرک کی ٹٹی و مینے کے جھاڑ
وہ رنگیں درخت اور شمع و چراغ
اناروں کا دغنا بھچھے کا زور
وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار
سراسر وہ ہر طرف مشعل کے جھاڑ
کہے تو کہ نزدیک اور دور سے
ہوا اُنکی صحبت کی رنگ بہشت
عجب مسند اک جگمگی اور فرش
نئے رنگ کے اور نئے طور کے

لگیں ہونے شادی کی تیاریاں
مقرر کیا نیک ساعت کا دن
کہ آویں پے اپنے سب ساز کو
چڑھا بیاہ میں وہ یہ شب فروز
کہ باہر ہے تقریر سے یہ بیان
کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا
نہ لانے پہ میانے تیلے مار کہیں
کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں
گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد
اور اہل نشاط اونپہ جلوہ کناں
وہ موتی کا سہرا جواہر نگار
کہ ہو سیر متیا جنھوں پر نثار
پڑھے شعر نوری کے دیوان کے
کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی
گرجنا وہ دھونسوں کا ڈنکوں کے ساتھ
کہ تا چرخ پہونچے صدا انکی چیر
کہے تو کہ تنکے کی اوجھل پہاڑ
کھلے جسطرح لالۂ نو ز باغ
ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شور
ہر اک رنگ کی جس سے دونی بہار
کہ جیوں نور کے مشتعل ہوں پہاڑ
زمین و زماں بھر گیا نور سے
دہی ہر سے تخلخے گرد عنبر سرشت
تماشے کے عالم کا جو کور فرشت
دھر ہر طرف جھاڑ بلور کے

تماشا تھا لوگوں کی یہ کثرت تھی بس
وہ دولھا کا مسند پہ جا بیٹھنا
کروں راگ اور ناچ کا کیا بیان
وہ اُن کی تانیں اِدھر اور اُدھر
اولٹنا وہ ٹھوکر کو دینے تال
کبھی گت پھرنی جیا ذرتے
کھڑے ہوکے دو گھونٹ جھوتے لے
اولٹ آتیں اور پھر کچا جانک
دوپٹے کو سر پر اُلٹ اور سنبھل
اِدھر اور اُدھر رکھنے کاندھے پہ
کبھی ناچنا اور گانا کبھی
وہ شادی کی مجلس وہ گانیکا رنگ
وہ پیڑوں کے پتے پڑے ہر طرف
وہ گھر نیسی شادی مبارک وہ دہ
گلے میں پہننا وہ ہنس ہنس کے ہار
قہاتی ہنسی شور دغل کا بیان

لے ایک سے ایک سب بیٹھیں ہیں
برابر فیقوں کا آ بیٹھنا
قدیمی کیسوقت کا سامان
بلے سُر طبوروں کے با کید گر
وہ بوٹا سا قد اور کھڑی کی چال
کہ تیورا کے عاشق گرے شوق سے
چبایان اور رنگت ہو منھ پہ دے
نئے سر سے آیا کو کر ہٹک ٹھاک
یکایک وہ صف چیر آنا نکل
چلی ناچتی آنا سنگت کے ساتھ
رجھانا کبھی اور بنانا کبھی
وہ جی کی خوشی اور وہ دل کی ترنگ
غم دل جسے دیکھ ہو برطرف
وہ بھولے سلونے وہ میٹھے سے بول
لٹا سست وہ بھولونکی چھڑیونکا
سہانی سہانی نئی کا بیان

دو زانو زری پوش بیٹھے تمام
طلو النف کا اُٹھنا آن انداز سے
وہ ارباب عشرت کا آپس میں مل
اور اُس صف سے اک چھوکری کا نکل
کبھی پریتلو نکی دکھانی ادا
ادھر کی تو یہ گت اور اسکا یہ بھاؤ
انگوٹھے کی لے سامنے آرسی
بنا کنگھی اور کرکے ابرو درست
پکڑ کان اور گھنگرون کی اُٹھا
فتح چند کے ہاتھ کی مور ایک
خوش آوازیوں سے وہ گانا خیال
وہ پھولونکے گہنے کناریکے ہار
ادھر کا تو یہ رنگ تھا اور سرا
اُترنیکی وان سمدھنونکی پھبن
دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ
غرض کیا لکھوں تاب مجھمیں نہیں

شراب خوشی کے کیے نوش جام
دکھانا وہ آصورتیں ناز سے
جمانا گھرگ راگ کا ریتے دل
جتانا ہنر اپنا پہلے پہل
کہ جوں لوٹ کر سحلی ہوے ہوا
ادھر اوٹ میں نایکہ کا بنا
وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار سی
جھمکڑے میں او رہونے چالاک و چست
پہن پائونمیں ابنے سر سے چھوا
بجاتی ہوئی چاندی صورایک
دکھانا ہنر اک دم میں اپنا کمال
وہ اُٹھتی ہوئی رنڈیونکی قطار
محل میں اُدھر توریان اور سہاگ
کھلیں پھول جیسے چمن در چمن
وہ آپس کی رسمیں وہ آپسکے چاؤ
نہ دیکھے تھا عالم کوئی یہ کہیں

داستان نکاح ہونا بینظیر کا ساتھ بدر منیر کے اور شادی نجم النساکی پری زادے اور رخصت ہونا آپس میں

جھکایوں نشے میں بہت ساقیا
ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان
چلا یوں وہ دولھا دولھن کی طرف
ہوا لیکن اُسوقت دونا مزا
ملا سرخ جوڑے پہ عطر سہاگ
نتھا وصل اسطرح کا دھیان میں
وہ جلوہ کا ہونا وہ شادی کی دھوم
سہاگا گئی کان کو کوئی لگا

نہ مجھے بدابے کے شربت پلا
پلا اسکو شربت دیے ہار پان
اُڑے جیسے بلبل چمن کی طرف
کہ دولھا دولھن جب ہوئے یکجا
کھلے ملکے آپس میں دونونکے بھاگ
خدا نے کیا آن کی آن میں
وہ آپس میں دولھا دولھن کی رسوم
گئی کوئی دولھن کی جوتی چھپا

کسی پر نہ ایسا ہو جو یا رہوں
اُٹھا پھر تو نوشاہ بعد از نکاح
وہاں تک پہونچے ہو گیا کہوں
عروسی وہ گہنا وہ سوہا لباس
دکھا مصحف اور آرسی کو نکال
عجب قدرت حق نمایاں ہوئی
کسی نے لیسائی سر پہ آنکر
وہ شیرین جو میٹھی تھی شیرینی

کہ پھر ہیں گلے کا ترے ہار ہوں
محل میں بلائی ٹھہری صلاح
ہوئی دل لگی لاکھ پھر کیونکر
وہ مہندی سہانی وہ پھولونکی باس
دھر بیچ میں سر پہ آنچل کو ڈال
جسے آرسی دیکھ حیران ہوئی
کوئی کالیاں دیگئی جانکر
نبات اسکی چھنی بنے کو بنی

چھپائی نہ بات اُسکو بس گھات سے
کہ دیکھا دیا ہر گھڑی بات سے

زبس لانو تھا اسکا ہر جا پسند
سبھی جا کے اُسنے چنی کر پسند

اُٹھائی ڈلی اُسکی آنکھوں سے یون
اگرین نقش بادام شیرین جیون

ڈلی وہ جو ہو مونھوں کی تھی لب ملی
وہ مصری کی منھ سے اُٹھائی ڈلی

اگر سے اُٹھائی ڈلی اس طرح
کہ ہان ہون نہین کی نہین جسطرح

ڈرا یا نمک پر کے اُٹھانے اوڑا
نہین اور ہان کا عجب غل پڑا

بظاہر کی تکرار بھی بار بار
وگرنہ دل اس پانو پر تھا نثار

عجب طرح کی رنگ رلیان ہوئین
کہ باتین وہ مصری کی ڈلیان ہوئین

وہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم
سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم

سحر کا وہ ہونا و ٹونیکا وقت
وہ دولھن کی رخصت وہ رونیکا وقت

کھڑے سب کا لاچار منھ دیکھنا
کہ یارب یہ کیا ہو جہان بیٹھنا

وہ دولھن کا رو رو کے ہونا جدا
وہ مان باپ کا اور رونا جدا

گلے تو وہ جانا محل سے جہیز
کہ جون چشم سے اشک ہو موج خیز

یہان عبرت ہے اہل عرفان کو
کہ جانا ہے اکدن یونہین جان کو

وہ جو دردمندی کے ہین آشنا
وہ شادی کا لیتے ہین غمسے مزا

وہ دولھا نے دولھن کو گود مین لا
بٹھایا محافے مین آخر کو لا

چلے لیکے چنڈول جس دم کہار
کیا وہ طرف سے زر اُسپر نثار

کھڑے تھے جو وان چشم کو تر کیے
سو موتی انھون نے نچھاور کیے

ادھر اور اُدھر اپنے سہر یکو چیر
ہوا کب چاند سا منھ دکھا بے نظیر

سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب
کہ جون صبح ہووے بلند آفتاب

دکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان
لیے ساتھ ساتھ اپنے نوبت نشان

وہ سمجھے تو چنڈول مین پشک ماہ
اور آگے وہ خورشید عالم پناہ

پھر اگھر کو اپنے قدم با قدم
سواری لگا گھر مین اُترے صنم

غرض اسطرح جب وہ دولھن کو بیاہ
لے آیا جہان اسکی تھی عیش گاہ

ہوئی وہ جو ہوتی ہر رسم و رسوم
اگر ظاہر مین تھی یہ بھی درکار دھوم

اُٹھایا اُسی دھوم مین لگتے ہاتھ
پریزاد کا بیاہ جو تھی کے ساتھ

وہ نجم النسا تھی جو دخت وزیر
گیا اسکے والد کنے بے نظیر

کہا باپ کو اسکے اے خیر خواہ
مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ

سو مین تجھسے رکھتا ہون اک التجا
کہ تو اسکو فرزندی مین اپنی لا

غرض ہر طرح کر رضا مند سے
کیا حال بر اپنے پابند اُسے

پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ
دیا اسکو نجم النسا سے بیاہ

اُسی دھوم سے اور اُسی فوج سے
اُسی شان سے اور اُسی اوج سے

وہی سب تجمل وہی سب رسوم
ہوئی تھی جو کچھ بیاہ مین اسکے دھوم

دقیقہ نچھوڑا کسی بات مین
برابر رہی کچھ وزرات مین

اسی طرح اسکو بیاہا غرض
جو کچھ قول تھا سو نباہا غرض

خدا راست لایا انھونکے جو کام
بر آئے دلونکے مطالب تمام

ہوئین متصل یہ جو دو شادیان
بسین ایک جا جا کے آبادیان

پھرے دل تو اپنے وطن کو پھرے
وہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے

خوشی سے لیے حرمت و جان و مال
چلے شہر کو اپنے وہ خوشحال

وہ نجم النسا اور فیروز شاہ
گلک سے یہ ہو مثل خورشید و ماہ

رضا انسے لیکر اُسی آن مین
گئے شاد و خرم پرستان مین

یہ اقرار چلتے ہوے کر گئے
کہ گو تم اُدھر اور ہم ادھر ہو گئے

تم اس غمسے بیت ہو جو سینہ ریش
کہ ہم تم سے ملتے رہینگے ہمیش

تسلی وہ دیکر ادھر کو چلے
یہ اِدھر لیے اپنا لشکر چلے

داستان بےنظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور مان باپ سے ملاقات کرنے مین

پلا ساقیا آخری ایک جام
کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام

وہ شہزادے دیکھے تھے جو اس شہر کے
گیا پاس جا خیمہ اک نہر کے

کیا جبکہ خلقت نے تفتیش حال
اور انکو نے دیکھا جو بدر کمال

پڑا شہر مین ایک بیک پھر یہ غل
کہ تھا غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل

خبر یہ ہوئی جبکہ ماں باپ کو — کہا گم انھوں نے وہیں آپ کو
لگے رونے آپس میں زار و نزار — کہا ہائے ہمکو نہیں اعتبار
یہ ہوگا کوئی دشمن ملک و مال — سو میں آپ ہی ہوں گرفتار حال
کہا سب نے صاحب چلو تو سہی — یہ بیٹا تمہارا وُہی ہے وہی
وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا اُدھر — پڑی باپ پر جونکا یک نظر
ز بس دل تو تھا پاس ہی جا پڑا — یہ سن ہاتھ اور پانو گئے تھرتھرا
ملا دینگے ہمسے ہمارا حبیب — یہ دشمن ہیں اپنے ایسے نصیب
کوئی اسکا وارث تو آخر نہیں — وُہی لیکے جاوے یہ جھگڑا نہیں
مگر یہ سنا جبکہ بیٹے کا نانوں — چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پانوں
جو ہیں اپنے کعبہ کو دیکھا وہاں — چلا سر کے بل بینظیر جہان

تصویر بینظیر کی باپ کے قدم پر گرنیکی



اٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا — لپٹ کے گھڑی دو تلک خوب سا
ملے پھر تو آپس میں وہ خوب سے — کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے
ہوئے شاد و خرم صغیر و کبیر — چلے لیکے نذریں امیر و وزیر
بڑی دھوم سے اور بڑی آن سے — بجاتے ہوئے نوبتیں شان سے
زنانی سواری اُترواکے ساتھ — پکڑ اس گل نوشگفتہ کا ہاتھ
کہ اتنے میں آگے نظر جو پڑی — تو دیکھا کہ ہے راہ میں ماں کھڑی
یہ رویا یہ رویا کہ غش کر چلا — لگے تو کہ آنسو کا لشکر چلا
وہ گل گل شگفتہ ہوا گل کی طرح — یہ گل کی طرح اور وہ بلبل کی طرح
لگے عیش سے سبکو مستی ہوئی — نئے سر سے آباد بستی ہوئی
وہ پھولا جو تھا ہجر کے داغ میں — ہوئے جاکے داخل سبھی باغ میں
در آمد ہوا گھر میں سرو رواں — لیے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہاں
ابھی چشم سے آنسوؤں کی قطار — گرا ماں کے پانو پہ بے اختیار

وہ ماں خوب بیٹے کے گلے لگ گئے
یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
بہو اور بیٹے کو چھاتی لگا
وہ دونوں کی دونوں ہاتھوں بلا
ہوئی جان اور جی سے اُس پر نثار
پیا پانی اور ان دونوں پر وار وار
جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ
بجھے وصل سے ہجر کے وہ چراغ
سب آپس میں ہنسنے لگے مل ملا
پھر آئے چمن میں وہ گل کھلکھلا
وہ آنکھیں جو اندھی تھیں روشن ہوئیں
زمینیں جو تھیں تنک گلشن ہوئیں
زبس باپ ماں کو تھی سہرے کی چاہ
دوبارہ اُنھوں نے کیا اُنکا بیاہ
کہوں گر میں اُس بیاہ کی دھوم دھام
تو پھر یہ کہانی نہ ہووے تمام
بنا اُنکی تقدیر کا جو بناؤ
نکالے اُنھوں نے یہ سب نکے چاؤ
وہ جیسی کہ اس باغ میں تھی خزاں
بسے آ کے پھر اس میں سب گلرخاں
محل میں عجائب ہوئے چہچہے
وہ مرجھائے گل پھر ہوئے لہلہے
ہوا شہر پر فضل پروردگار
وہی شاہزادہ وہی شہریار
وہی لوگ اور وہ ہی چرچے تمام
وہی ناز و انداز کے اپنے کام
وہی بلبلیں اور وہی بوستاں
شگفتہ گل و مجمع دوستاں
اُنھوں کے جہاں میں پھرے جیسے دن
ہمارے تمہارے پھریں ویسے دن
ملیں سب کے بچھڑے الٰہی تمام
بحق محمد علیہ السلام
ہوئے جیسے وہ شاد ہوویں شاد ہم
رہیں شہر میں اپنے آباد ہم
رہے شاد نواب عالیجناب
کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
خوشی اُسکی ہو سرو باغ مراد
رہے روشن اسکا چراغ مراد
بحق حسین اور بحق حسن
رہوں شاد میں بھی غلام حسن
ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا
کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
زبس عمر کی اس کہانی میں صرف
تب ایسے یہ نکلے ہیں موتی سے حرف
جوانی میں جب ہوگیا ہوں میں پیر
تب ایسے ہوئے ہیں سخن بے نظیر
نہیں مثنوی ہے یہ اک پھلجھڑی
مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی
نئی طرز ہے اور نئی ہے زباں
نہیں مثنوی ہے یہ سحر البیاں
رہیگا جہاں میں مرا اس سے نام
کہ ہے یادگار جہاں یہ کلام
ہر اک بات پر دل کو میں خوں کیا
تب اس طرح رنگیں یہ مضموں کیا
اگر واقعی غور ٹک کیجیے
صلہ اسکا کم ہے جو کچھ دیجیے
غرض جسنے اسکو سنا یہ کہا
حسن آفریں مرحبا مرحبا
جو منصف سنینگے کہینگے یہی
نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
مرے ایک مشفق ہیں مرزا قتیل
کہ ہیں شاہرہ سخن کے دلیل
سنی مثنوی جب یہ مجھسے تمام
دیا اسکی تاریخ کو انتظام
زبس شعر کہتے ہیں وہ فارسی
ہر اک شعر اُنکا ہے جوں آرسی
اُنھوں نے شتابی اُٹھا کر قلم
یہ تاریخ کی فارسی میں رقم

تاریخ طبعزاد مرزا قتیل

بہ تفتیش تاریخ این مثنوی
کہ گفتش حسن شاعر دہلوی
زدم غوطہ در بحر فکر رسا
کہ آرم بکف گوہر مدعا
بگوشم ز ہاتف رسید این ندا
برین مثنوی باد ہر دل خدا
۱۱۹۹ ھ

تاریخ طبعزاد مصحفی

میاں مصحفی کو جو بھایا یہ طور
اُنھوں نے بھی کی فکر از راہ غور
کہی ہیگی تاریخ یوں برمحل
یہ بتخانۂ چین ہے بے بدل
۱۱۹۹ ھ

تاریخ فخر الدین ماہر کی

سنی جبکہ ماہر نے یہ مثنوی
تو محظوظ ہو فکر تاریخ کی
یہ مصرع پڑھا وہیں پا کر طرح
ہے اس مثنوی کی نیا در طرح

آغاز حال مصنف

آب و رنگ گلستان سخن میر حسن طبقہ سادات عظام سے اور تحصیل علم اور فن شعر کی اُسکے خاندان مین قدیم الایام سے ہے چنانچہ مقبول الکونین میر غلام حسین ضاحک الداس بزرگوار نے عربی مین شرح ملا تک اور فارسی مین استعداد تمام بہم پہنچائی تھی اور شعر فارسی اور ہندی اور ظرافت طبعی مین بھی کہ تخلص سے ظاہر ہے اُسے کمال رسائی تھی چنانچہ یہ رباعی فارسی نمایش شاہد استعداد اُس اوستاد کے لیے آئینہ ہے رباعی

فریاد و دلا کہ غمگساران رفتند | آسمین بدنان و گلعذاران رفتند
چون بوی گل آمدند و برباد شدند | در خاک چو قطرہای باران رفتند

اور دادا نے اُسکے بھی بامداد الٰہی علاوہ حاجی ہونیکے فضیلت مین خوب داد دی اور اجداد اور امجاد اس اُستاد نے انقلاب زمانہ اور مقتضاے آب و دانہ سے ملک ہرات مسکن قدیم اپنا چھوڑ کر پرانی دہلی مین بود و باش اختیار کی چنانچہ مصنف اُسی دہلی مین پیدا ہوا اور عہد طفلی سے شعر گوئی پر شیدا ہوا پہلے شاہجہان آباد مین مصلح غزل کے میر درد صاحب تھے اور آخر مین بعد بربادی سلطنت اس شہر کے کہ مصنف مع والد بزرگوار فیض آباد مین آکر آباد ہوا میرزا ضیاء الدین ضیا اصلاح دیتے تھے کبھی میرزا رفیع السودا سے بھی کہ ضیا اُنکے ہم مشق تھے شورہ کا اتفاق ہوا پھر تو رفتہ رفتہ غزل اور قصیدہ اور مثنوی بلکہ تمام اقسام سخنوری مین شہرۂ آفاق ہوا قصہ صلہ مثنوی کا کہ نواب آصف الدولہ مرحوم نے ایک دوشالہ ملبوس خاص عنایت فرمایا تھا نزدیک و دور مشہور ہے سبحان اللہ ایسا اگر کرم بار کرے سرسبزی نخل امید سے نہال نہ ہونا فقط قسمت کا قصور ہے المختصر عہد آصفی مین اُس سلیمان اقالیم سخندانی نے بیچ غرہ محرم سنہ ۱۲۰۱ ہجری کے سراے فانی سے رستہ ملک جاودانی کا لیا اور اُس گنج معانی کو عقب باغ نواب قاسم علیخان بہادر واقع محلہ مفتی گنج من محلات بیت السلطنت لکھنؤ مین مدفون کیا والحمد للہ العزیز الملک العلام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ الکرام و اصحابہ العظام

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ یہ مثنوی سحر البیان معروف بہ مثنوی میر حسن جسکو سرگروہ شعراے زمن میر حسن دہلوی مرحوم نے زمانہ نواب آصف الدولہ بہادر مین قصہ بدر منیر کو تصنیف فرماکر پیشکش کیا کہ آج تک کوئی مثنوی اُردو مین اس خوبی و لطافت کے ساتھ تصنیف نہین ہوئی یہ مثنوی بہت مطابع ہندوستان مین طبع ہو چکی اور اس مطبع مین بھی بارہا چھپی چند مرتبہ سے حسب اصرار شائقین ہر ایک موقع و محل فسانہ مین تصاویر قائم کیگئین اب یہ مثنوی پھر با ہزاران حسن و خوبی مطبع منشی نول کشور واقع لکھنؤ مین حسب ایماے منشی بشن نراین صاحب مالک مطبع بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء بار دوازدہم چھپکر نذر شائقین ہوئی

بعوض صناع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

مثنوی میر حسن با تصویر



مطبع نامی منشی نولکشور لکھنؤ میں بتحسین نفاست چھپی

(باہتمام بابو بسیسرداس منیجر سپرنٹنڈنٹ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کروں پہلے توحید یزداں رقم — جھکا جسکے سجدے کو اول قلم
سر لوح پر رکھ بیاض جبین — کہا دوسرا کوئی الجھا نہین

قلم سے شہادت کی انگلی اٹھا — ہوا حرف زن یون کہ رب العلا
نہین تیرا کوئی نہوگا شریک — تری ذات ہے وحدہ لا شریک

پرستش کے قابل ہے تو اے کریم — کہ ہے ذات تیری غفور رحیم
رہ حمد مین تیری عز و جل — تجھے سجدہ کرتا چلون سر کے بل

وہ الحق کہ ایسا ہی معبود ہے — قلم جو لکھے اس سے افزود ہے
سبھونکا وہی دین و ایمان ہے — یہ ہین دل تمام اور وہی جان ہے

ترو تازہ ہے اس سے گلزار خلق — وہ ابر کرم ہے ہوادار خلق
اگرچہ وہ بیفکر و غیور ہے — دے پرورش سبکی منظور ہے

کسی سے نہ بر آوے کچھ کام جان — جو وہ مہربان ہے تو کل مہربان
اگرچہ یہان کیا ہے اور کیا نہین — ہر اک تن مین تو ہے کوئی کسیکا نہین

موے پر نہین اوس سے رفت و گذشت — اسکی طرف سبکی ہے بازگشت
رہا کون اور کسکی بابت رہی — موا اور جیلے وہی ہے وہی

نہان سب مین اور سب مین آشکار — یہ سب اسکے عالم ہین ہژدہ ہزار
وہی سب مین اوس سے وہ ہے سب سے بری — ہمیشہ سے ہے اور رہیگا ہمیش

چمن مین ہین وحدت کے یکتا وہ گل — کہ مشتاق ہین جسکے یان جزو کل
اسی سے ہے کعبہ اسی کا کنشت — اسیکا ہے دوزخ اسیکا بہشت

جسے چاہے جنت مین دیوے مقام — جسے چاہے دوزخ مین رکھے مدام
وہ ہے مالک ملک دنیا و دین — ہے قبضے مین اسکے زمان و زمین

سدا ہے نمود و نمائش سے نمود — دل اسکا لگا ہے اس سے گشود
اسکی نظر سے ہے ہم سبکی دید — اوسکے سخن پر ہے گفت و شنید

وہی نور ہے سب طرف جلوہ گر — اسی کے یہ ذرے ہین شمس و قمر
نہین اس سے خالی غرض کوئی شی — وہ کچھ شی نہین پر ہر اک شی مین ہے

نہ گوہر مین وہ ہے نہ ہے سنگ مین — ولیکن چمکتا ہے ہر رنگ مین
وہ ظاہر مین ہر چند ظاہر نہین — یہ ظاہر کوئی اس سے باہر نہین

تامل سے سمجھے اگر غور کچھ — تو سب کچھ یہی ہے نہین اور کچھ
اوسی گل کی ہے بو سے خوشبو گلاب — بھرے ہے لئے ساتھ دریا حباب

پر اوس جوش مین آکے بہتا نہین — سمجھنے کی ہے بات کہتا نہین
قلم گو زبان لاوے اپنی ہزار — لکھے کسطرح حمد پروردگار

کہ عاجز ہیں یاں انبیا کی زبان
وہ معبود یکتا خداے جہان

پیمبر کو بھیجا ہمارے لیے
دکھائی اُنھوں نے ہمیں راہ راست

سو وہ کونسی راہ شرع نبیؐ
نبی کون یعنی رسولؐ کریم

بغیر از لکھے اور کہے بی رقم
اوٹھا کفر اسلام ظاہر کیا

نبوت جو کی حق نے اُس پر تمام
کہوں اُسکے رتبہ کا کیا میں بیان

خلیلؑ اُسکے گلزار کا باغبان
محمدؐ کے مانند جگ میں نہیں

نہونیکے سایہ کا تھا یہ سبب
بنا سایہ اُسکا لطیف اسقدر

خوش آیا نہ سایہ کو ہونا جدا
وہ ہوتا زمین گیر کیا فرش پر

جہانتک کہ تھے یلنکے اہل نظر
سیاہی کی تیلی کا ہی یہ سبب

نظر سے جو غائب وہ سایہ ہا
نہیں ہمسر اوسکا کوئی جز علیؑ

جہان فیض سے اُنکے ہی کامیاب
دیا را امامت نے گلشن کا گل

علیؑ بندۂ خاص درگاہ حق
کہے یوں جو چاہے کوئی جبر سے

یہان بات کی اب سمائی نہیں

زبان قلم کو یہ قدرت کہاں
کہ جسنے کیا کن میں کون و مکان

وصی اور امام اُسنے پیدا کیے
اس عہدے سے کوئی نکلا نہیں

دیا عقل و ادراک اُسنے ہمیں
جہانکو اُنھوں نے دیا انتظام

نعت حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

نبوت کے دریا کا دُرِّ یتیم
چلے حکم پر اُسکے لوح و قلم

نبوتکو خدائی سے باہر کیا
لکھا اشرف الناس خیر الانام

کھڑے ہوں جہاں پاندھ صف مرسلین
سلیمانؑ سے کئی مہر دار اُسکے دان

ہوا ہی نہ ایسا نہ ہوگا کہیں
ہوا صرف پوشش میں کعبہ کی سب

نہ آیا لطافت کے باعث نظر
اُسی نور حق کے رہا زیر پا

قدم اُسکے سایہ کا تھا عرش پر
سمجھ مایۂ نور کحل البصر

وہی سایہ پھرتا ہی آنکھوں میں اب
ہوا گو کہ ظاہر میں امی لقب

ہوا علم دین اُسکا جو آشکار
کیا حق نے نبیوں کا سردار اسے

بنایا سمجھ بوجھ کر خوب اسے
مسیحؑ اُسکے خرگاہ کا بارہ دو

خضرؑ اسکی سرکار کا آبدار
یہ تھی رمز جو اوسکا سایا نتھا

وہ قد اسلیے تھا نہ سایہ فگن
عجب کیا جو اس گل کے سایہ نہو

نہ ڈالی کسی شخص پر اپنی چھاؤں
نہونیکی سایہ کے اک وجہ اور

سبھوں نے لیا تیلیوں پر اُٹھا
وگرنہ یہ تھی چشم اپنی کہاں

منقبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام

کہ بھائی کا بھائی وصی کا وصی
نبیؐ آفتاب و علیؑ ماہتاب

بہار ولایت کا باغ سبل
علیؑ سالک رہبر راہ حق

یہ نسبت علیؑ کو نہیں غیر سے
نبیؐ اور علیؑ میں جدائی نہیں ہرگز

ہوئی جو نبوت نبی پر تمام
علیؑ دین و دنیا کا سردار ہی

علیؑ رازدار خدا و نبیؐ
علیؑ و ولی ابن عم رسولؐ

خدا نفس پیغمبرش خوانده است
نبیؐ اور علیؑ ہر دو نسبت ہم

سوا عجز درپیش یاں کچھ نہیں
کیا خاک سے پاک تجھ سے نہیں

بُرائی بھلائی سوجھائی تمام
کہ تا ہو نہ اُس راہ کی بازخواست

کہ رستے کو جنت کے سیدھی تھی
یہ علم لدنی کھلا دیے سب

گذشتہ ہوے حکم تقویم پار
بنایا نبوت کا حقدار اسے

خدا نے کیا اپنا محبوب اسے
تجلی طور اوسکی مشعل فروز

زرہ ساز داؤدؑ و اُن ہزار
کہ رنگ دوئی وانتک آیا نتھا

کہ تھا گل وہ اک معجزہ کا بدن
کہ تھا وہ گل قدرت حق کی بو

کسیکا نہ منہ دیکھا دیکھ اوسکی پاؤں
مجھے خوب سوجھی یہ ہی شرط غور

زمین پر نہ سایہ کو گرنے دیا
اوسی سے یہ روشن ہی سارا جہان

ملائک کے دل میں سمایا رہا
ہوئی نعمت اوسکے وصی پر تمام

کہ مختار کے گھر کا مختار ہی
خبردار سر خفی و جلی

لقب شاہ مردان و زوج بتولؑ
دگر را فضیلت بکس نا بدست

دو تا و یکے چون زبان و قلم

علی کا عدو دوزخی دوزخی
علی کا محب جنتی جنتی

نبی و علی فاطمہ اور حسن
حسین ابن حیدر یہ ہین پنجتن

ہوئی اونپہ دو جگ کی خوبی تمام
اونھون پر درود اور انھون پر سلام

علی سے لگا تا بہ مہدی دین
یہ ہین ایک نور خداے برین

انھون سے ہے قائم امامت کا گھر
کہ بارہ ستون ہین یہ اثنا عشر

صغیرہ کبیرہ سے یہ پاک ہین
حساب عمل سے یہ بیباک ہین

تعریف اصحاب پاک رضوان اللہ علیہم

ہوا ان سے ظاہر کمال رسول
کہ بہتر ہوئی سب سے آل رسول

سلام اونپہ جو اوسکے اصحاب ہین
وہ اصحاب کیسے کہ احباب ہین

خدا نے اونھون کو کہا مومنین
وہ ہین زینت آسمان و زمین

خدا اونسے راضی رسول اونسے خوش
علی اونسے راضی بتول اونسے خوش

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

ہوئی فرض اونکی ہمین دوستی
کہ ہین یہ لیے وہ جان نثار نبی

الٰہی بحق رسول امین
بحق علی و باصحاب دین

بحق بتول و بآل رسول
کرون عرض جو مین سو ہووے قبول

الٰہی مین بندہ گنہگار ہون
گناہون مین اپنے گرفتار ہون

مجھے بخش تو میرے پروردگار
کہ تو ہے کریم اور آمرزگار

مری عرض یہ ہے کہ جبتک جیون
شراب محبت کو تیری پیون

سوا تیری الفت کے اور سب ہے ہیچ
یہی ہو نہ اور کچھ ایچ پیچ

جو غم ہو تو ہو آل احمد کا غم
سوا اس الم کے نہو کچھ الم

رہے سب طرف سے مری دلکو چین
بحق حسن اور بحق حسین

کسی سے نکرنی پڑے التجا
تو کر خود بخود اوسکی حاجت روا

صحیح اور سالم سدا مجکو رکھ
خوشی سے ہمیشہ خدا مجکو رکھ

مری آل و اولاد کو شاد رکھ
مرے دوستونکو تو آباد رکھ

مین کھاتا ہون جنکا نمک اے کریم
سدا رحم کر اونپہ تو اے رحیم

جیون آبرو اور حرمت کیساتھ
رہون مین عزیزون مین عزت کیساتھ

بر آوین مری دین و دنیا کے کام
بحق محمد علیہ السلام

تعریف سخن

پلا مجکو ساقی شراب سخن
کہ مفتوح ہو جس سے باب سخن

سخن کی مجھے فکر دن رات ہے
سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے

سخن کے طلبگار ہین عقلمند
سخن سے ہے نام نکویان بلند

سخن کی کرین فکر مردان کار
سخن نام اونکا رکھے برقرار

سخن سے وہی شخص رکھتے ہین کام
جنھین چاہیے ساتھ نیکی کے نام

سخن سے سلف کی بھلائی رہے
زبان قلم سے بڑائی رہے

کہان رستم و گیو و افراسیاب
سخن سے رہی بات یہ نقل خواب

سخن کا صلہ یار دیتے رہے
جواہر سدا مول لیتے رہے

سخن کا سدا گرم بازار ہے
سخن سنج اوسکا خریدار ہے

رہے جبتلک داستان سخن
الٰہی رہین قدردان سخن

مدح شاہ عالم بادشاہ غازی بہادر کی

خدیو فلک شاہ عالی گہر
زمین بوس ہین جسکے شمس و قمر

جہان اوسکے پرتو سے ہو کامیاب
وہ ہے برج اقلیم مین آفتاب

اوسی مہر سے ہے منور یہ ماہ
جہان ہووے اور ہو جہاندار شاہ

وہ مہر منور یہ ماہ منیر
اور اوسکا یہ نجم سعادت وزیر



مدح وزیر الممالک جناب نواب آصف الدولہ بہادر کی

فلک مرتبہ نواب عالی جناب
کہ ہے آصف الدولہ جسکا خطاب
وزیر جہان حاکم عدل و داد
ہر آبادی ملک جسکی مراد
جہان عدل سے اسکے آباد ہے
فقیرون غریبونکا دل شاد ہے
پھرے بھاگتا مور سے فیل مست
زبردست ظالم ہے ہر زیر دست
کمان پر کرے وہ اگر بد نظر
تو آدھا ادھر اور آدھا اودھر
کسیکا اگر مفت لے زلف دل
تو کھایا کرے پیچ وہ متصل
وہ انصاف سے جو گذرتا نہین
کسی پر کوئی شخص مرتا نہین
نہو باگھہ بکری مین کچھ گفتگو
اگر اوسکا جیتا نہووے کبھو
گر آواز سن صید کی کچھ کہے
تو باز آئے پیچ کہ پھیری رہے
پھرے شمع کے گرد آکے جو ر
صبا کھینچ لیجاوے اسکو بزور
نہ لے جبتلک شمع پروانگی
پتنگے کے پر کو نہ چھیڑے کبھی
اگر آپ سے اوسپہ وہ آگرے
تو فانوس مین شمع چھپتی پھرے
گرا چاہتا اوسکے گر بال و پر
تو گلگیر نے شمع کا کاٹا سر
اوسے عدل کی خوب طرح یاد ہے
کسے یاد ہے یہ خدا داد ہے
ستم اوسکے ہاتھون سے رویا کرے
سدا فتنۂ دہر سویا کرے
گھرون مین فراغت سے سوتے ہین سب
پڑے گھر مین چور اپنے روتے ہین سب
وہ ہے باعث امن خرد و کلان
کہ ہے نام سے اُسکے مشتق امان

بیان سخاوت کا

بیان سخاوت کرون جو رقم
تو زر ریز کاغذ پہ ہووے قلم
نظر سے توجہ کی دیکھا جدھر
دیا مثل نرگس اُسے سیم و زر
سخاوت یہ دی سی اک اسکی ہے
کہ اکدن دو شانے لیے سامنے
سوا اسکے ہے اور یہ داستان
کہ ہو جب یہ قربان حاتم کی جان
ہوئی کم جو اکبار کچھ برشکال
گرانی سی ہونے لگی ایکسال
غریبونکا دم سا نکلنے لگا
توکل کا بھی پانون چلنے لگا
وزیر الممالک نے تدبیر کر
خدا کی دیا راہ مین مال و زر
محلہ محلہ کیا حکم یہ
کہ نالے سے اس غم کی کھولین گرہ
یہ چاہا کہ خلقت کسی ڈھب جیے
کئی لاکھ لاکھ اکدن مین دیے
یہ لغزش پڑی ملک مین جو تمام
لیا ہاتھ نے اوسکے گرتونکو تھام
یہ بندہ نوازی یہ جان پروری
کہ آئین سرداری و سروری
ہوئی ذات پر اُس سخی کی تمام
تکلف ہے آگے سخاوتکا نام
فقیرونکی ہے یان تلک تو بنی
کہ ایک ایک یان ہوگیا ہے غنی
یہ کیا دخل آواز دے جو گدا
چٹک کی کلی کی نہ ہووے صدا
تھا اوسکا شامل جو ابر کرم
اثر ابر نیسان سے ہووے عدم
قدح لیکے نرگس جو ہے کھڑی
تو خجلت سے جا ور زمین مین گڑی

ہر اک کام اوسکے جہان کی مراد
جب ایسا وہ پیدا ہوا ہی بشر
لکھون گر شجاعت کا اسکی بیان
کرے جسجگہ زور اوسکا نمود
اگر سچ بیانی سے کوئی عدو
نہو کیونکہ وہ تیغ برقِ غضب
لگا دے اگر کوہ پر ایک بار
اور اس زور پر ہی یہ حلم و حیا
سخندان سخن سنج شیرین بیان

بیان شجاعت کا

قلم ہو مرا رستم داستان
دلِ آہن او سکا یہ ہووے کبود
ملا دیوے اوس تیغ سے منہ کبھو
کہ برش کی تشدید جو سر پہ ہے
گذر جاے یون جیسے صابن ہاتھ
کہ ہی خلق کا جیسے دریا بہا
وزیر جہان وو وحید زمان

غضب سے وہ ہاتھ اپنا جس پر اٹھائے
چلے تیغ گر اوسکی روز مصاف
تو ایسی ہی کھا گر گری سر کے بل
ہوئی ہم قسم اوسکی تیغ اجل
غضب سے غضب اسکے کا نیا کرے
جہانتک کہ ہین علم و کسب و کمال
سخن کی نہین اوس سے پوشیدہ بات

فلاطون طبیعت ارسطو نژاد
لقب اوسکو دیا ہی یہ کچھ مال و زر
اجل کا طمانچہ قسم اوسکی کھائے
نظر آئے دشمن سے میدان صاف
کہ سر پر کھڑی اوسکے ہوئے اجل
نکل آئے یہ گر پڑے وہ اگل
تہور سے ہیبت تھی اوسکا ڈر سے
ہر اک فن مین ماہر ہی وہ خوش خصال
غوامض مین سب سہل اوسکے نکات



سلیقہ ہر اک فن مین ہر بات مین
نہو اوسکو کیونکر ہوائے شکار
شہانہ زاضر و رست مشقِ شکار
زہرش دل آہوان سوختہ
نہوتا اگر اوسکو عزم شکار
یہ انسان پر اوسکا احسان ہی
رکھا صید نخچیر یہ جسپر دم خیال
نہ سمجھو نکلتی ہی دریا مین سوکھا

نکلتی نہی بات دن رات مین
تہور شعار ونکا ہی یہ شعار
کہ آ پڑے پے صید دلہا بکار
نغیر اک و چشمہا دو ختہ
درندون سے بچتا نہ شہر و دیار
کہ بخوف انسان کی جان ہی
لیا پشت پر اپنی ماہی نے حال
خوشی سے اوچھلتی ہی دریا مین سو

سدا شیر پر اور تا شیر یہ دل
دلیر ونکو ہی بس دلیری سے کام
کھلے بند ہین جتنے صحرا مین صید
شجاعت کا ہمت کا یہ کام ہی
نہ سمجھے جہان ہیچ خرد و بزرگ
بنائی جہان اوسنے نخچیر گاہ
نگر اپنا دیتے ہین جی جان کر
جرندونکا دل اوسطرف ہی لگا

کشادہ دلی اور خوشی رنگ
کہ رہتا ہی شیر ونکو شیری کا کام
ہین نواب کے دام الفت مین قید
درم ہاتھ مین ہی کہ یا دام ہی
یہ ہو جاتے سب لقمہ شیر و گرگ
رہے صید وان آکے شام و پگاہ
کہ تا یو یہ گرتے ہین آن کر
پرندونکو رہتی ہی اسکی ہوا

پتنگوں کا ہے بلکہ جیتا یہی / اگر آبند ہاوے ہماری کوئی
خبر اوسکی سنکر یہ گینڈے اچھلے / کہ ہاتھی بھی ہو مست اپنے اچلے
جو کچھ دلمین گینڈے کے آوے خیال / تو بھاگے اُس آگے سپر اپنی ڈال
کھڑے ارنے ہوتے ہین جوڑ جوڑ / کہ جی کون دیتا ہے بدہد کے ہوڑ
اطاعت کے حلقے سے بھاگے جو فیل / پلک اُسکی آنکھون مین ہو رو دنیل
سو وہ تو اطاعت مین یکدست ہین / نشے مین محبت کے سب مست ہین
اوسکے لیے گو کہ ہین یہ پہاڑ / قدم اپنے رکھتے ہین سب گاڑ گاڑ
کہ شاید مشرف سواری سے ہون / سرفراز چلکر عماری سے ہون
جلین جب کہ ہو وین یہ حیوان کے / تو پھر حق بجانب ہو انسان کے
کسے ہو نہ صحبت کی اوسکی ہوس / لئے کیا کرین جو نہو دسترس

عجز و انکسار مصنف اور عرض کرنا داستان کا

فلک بارگاہا ملک درگہا / ہوا ہین جو قدمون سے تیری رہا
نہ کچھ عقل نے اور نہ تدبیر نے / رکھا مجھکو محروم تقدیر نے
پر اب عقل نے تیرے کھولے ہین گوش / دیا ہے مدد نے تری مجھکو ہوش
سو مین اک کہانی بنا کر نئی / دُر فکر سے گوندھ لڑیان کئی
لے آیا ہون مدحت مین پھر نیاز / یہ امید ہے پھر کہ ہون سرفراز
مرا عذر تقصیر ہووے قبول / بحق علیؑ و بآلؑ رسولؐ
رہین شاد و آباد کل خیر خواہ / پھرین اس نگر سے دشمن تباہ
رہے جاہ و حشمت ترا یہ مدام / بحق محمد علیہ السلام
اب آگے کہانی کی ہے داستان / ذرا سینے دل دیکے اسکا بیان

آغاز داستان

کسی شہر مین تھا کوئی بادشاہ / کہ تھا وہ شہنشاہ گیتی پناہ
بہت حشمت و جاہ و مال و منال / بہت فوج سے اپنی فرخندہ حال
کئی بادشاہ اوسکو دیتے تھے باج / خطا و ختن سے وہ لیتا خراج
کوئی دیکھتا آکے جب اوسکی فوج / تو کہتا کہ ہے بحر ہستی کی موج
طویلے کے اوسکے جو ادنے تھے خر / اونھین نعلبندی مین ملتا تھا زر
جہانتک کے سرکش تھے اطراف کے / وہ اوس شہ کے رہتے تھے قدمون لگے
رعیت تھی آسودہ و بے خطر / نہ غم مفلسی کا نہ چوری کا ڈر
عجب شہر تھا اسکا مینو سواد / کہ قدرت خدائی کی آتی تھی یاد
لگے تھے ہر اک جا پہ وان سنگ و خشت / ہر اک کوچہ اُسکا تھا رشک بہشت
زمین سبز و سیر علم تمام / نظر کو طراوت وہان صبح و شام
عمارت تھی گچ کی وہان بیشتر / کہ گذرے صفائی سے جسپر نظر
کہین جا بجا منبع کہین حوض و نہر / ہر اک جا پہ آب لطافت کی لہر
کرون اسکی وسعت کا کیا مین بیان / کہ جو صفہان تھا وہ نصف جہان
ہنرمند و ان اہل حرفہ تمام / ہر اک نوع خلقت کا تھا ازدحام
یہ دلچسپ بازار تھا چوک کا / کہ ٹھہرے جہان پر وہین دل لگا
جہانتک کہ رستے تھے بازار کے / کہے تو کہ دستے تھے گلزار کے
وہ تختہ مکانون کے دیوار و در / سپیدی اس پہ گچ کی نہ ٹھہرے نظر
صفا پر جو اوسکی نظر کر گئے / اُسے دیکھکر سنگ مرمر گئے
کہون قلعی کی اوسکی مین کیا شکوہ / گئے دب بلندی کو دیکھ اوسکی کوہ
وہ دولتسرا خانۂ نور تھا / سدا عیش و عشرت سے معمور تھا
ہمیشہ خوشی سے رات دن سیر باغ / نہ دیکھا کسی دل پہ جز لالہ داغ
سدا عیش و عشرت سدا راگ رنگ / نہ تھا زیست سے اپنی کوئی تنگ
غنی وان ہوا جو کہ آیا تباہ / عجب شہر تھا وہ عجب بادشاہ
نہ دیکھا کسینے کوئی وان فقیر / ہوے اوسکی دولت سے گھر گھر امیر
کہانتک کہون اوسکا جاہ و حشم / محل و مکان اوسکا رشک ارم
سدا ماہرویون سے صحبت اوسے / سدا جامہ زیبون سے رغبت اوسے
ہزارون پری پیکر اسکے غلام / کمر بستہ خدمت مین حاضر مدام
کسی طرح کا وہ نہ رکھتا تھا غم / مگر ایک اولاد کا تھا الم

اسی بات کا اسکے تھا دل پہ داغ   نہ رکھتا تھا وہ اپنے دل کا چراغ
وزیروں کو اک روز اوسنے بلا   جو کچھ دل کا احوال تھا سو کہا
فقیر اب میں ہوں تم کرو کچھ علاج   نہ بیٹا ہوا وارث تخت و تاج
دریغا کہ عہد جوانی گذشت   جوانی مگو زندگانی گذشت
ہے بہتر یہی دیجیے صیقلی   کہ از فکر دنیا و دین غافلی
فقیری جو کیجے تو دنیا کیساتھ   نہیں خوب جانا ادھر خالی ہاتھ
جو غافل ہوں وہ سوچیں ٹک اب یہیں   کہ ایسا نہووے کہ پھر سب کہیں
یہ دنیا جو ہے مزرع آخرت   فقیری میں ضائع کرو مت اسکو
رکھو یاد عدل و سخاوت کی بات   کہ اس فیض سے ہے تمھاری نجات
عجب کیا کہ ہووے تمھارے خلف   کرو تم نہ اوقات اپنی تلف
بلاتے ہیں ہم اہل تنجیم کو   نصیبوں کو اپنے ذرا دیکھ لو
نجومی و رمال اور برہمن   غرض یاد تھا جنکو اس ڈھب کا فن
پڑا جب نظر وہ شہ تاج و تخت   دعا دی کہ ہوں شہ کے بیدار بخت
نکالو ذرا اپنی اپنی کتاب   مرا ہے سوال اسکا لکھو جواب
یہ سنکر وہ رمال طالع شناس   لگے کھینچنے زائچے بے قیاس
جو پھینکیں تو شکلیں کئی بیٹھیں بھل   کئی شکل سے دل گیا اونکا کھل
یہ ہیں ہمسر اے عالموں کے شفیق   بہت ہمنے تکرار کی ہر طریق
ہوا اس بات پر اجماع تمام   کہ طالع میں فرزند ہے تیرے نام
نجومی بھی کہنے لگے در جواب   کہ ہمنے بھی دیکھی ہے اپنی کتاب
ستاروں نے طالع کی بدلے ہیں طور   خوشی کا کوئی دم میں آتا ہے دور
کیا پنڈتوں نے جو اپنا بچار   تو کچھ انگلیوں پر کیا پھر شمار
کہا رام جی کی ہے تجھ پر دیا   چندرماں سا بالک ترے ہوئیگا
مہاراج کے ہونگے مقصد شتاب   کہ آیا ہے اب پانچواں آفتاب
مقرر ترے جائیے ہو پسر   کہ دیتی ہے یوں اپنی پوتھی خبر
یہ لڑکا تو ہوگا ولے کیا کہیں   خطر ہے اسے بارھویں برس میں

دنوں کا عجب اوسکے یہ پھیر تھا   کہ اوس روشنی پر یہ اندھیر تھا
کہیں کیا کرونگا یہ مال و منال   فقیروں کا ہے میرے دلکو خیال
جوانی تو میری گئی سر بسر   نمودار پیری ہوئی سر بسر
بہت ملک پر جان کھویا کیا   بہت فکر دنیا میں سویا کیا
وزیروں نے کی عرض کہ اے آفتاب   نہووے ذرہ تجھکو کبھی اضطراب
کرو سلطنت لیکن اعمال نیک   کہ تا دو جہاں میں رہے حال نیک
تو کار زمیں را نکو ساختی   کہ بر آسمان نیز پرداختی
عبادت سے اس کشت کو آب دو   کہ واں جاکے خرمن غنی طیار لو
مگر ہاں جو اولاد کا ہے یہ غم   سو اسکا تردد بھی کرتے ہیں ہم
نہ لاؤ کبھی یاس کی گفتگو   کہ قرآں میں آیا ہے لا تقنطوا
تسلی تو دے شاہ کو اس نمط   بلے اہل تنجیم کو بھیجے خط
بلا کر انھیں شہ کنے لیگئے   جو ہیں رو برو سب وہ شہ کے گئے
کیا قاعدے سے ٹھہر کر سلام   کہا شہ نے ہیں جس سے رکھتا ہوں کام
نصیبوں میں دیکھو تو میرے کہیں   کسی سے بھی اولاد ہے یا نہیں
دھری تختی آگے لیا قرعہ ہاتھ   لگا دھیان اولاد کا اوسکے ساتھ
جماعت نے رمال کی عرض کی   کہ ہے گھر میں امید کی کچھ خوشی
بیاض اپنی دیکھی جو اس رمل کی   تو ایک ایک نقطہ ہے فرد خوشی
زن و زوج کی شکل میں ہے فرح   پیا کرے وصل کا تو قدح
نحوست کے دن سب گئے ہیں نکل   عمل اپنا سب کر چکا ہے زحل
نظر کی جو تسدیس و تثلیث پر   تو دیکھا کہ ہے نیک سب کی نظر
جنم پترا شاہ کا دیکھکر   تو لا اور برچھیک پر کر نظر
نکلتے ہیں اب تو خوشی کے بچن   نہو گر خوشی تو نہیں برہمن
نصیبوں نے کی آکے یاوری   کہ آئی ہے اب پانچویں مشتری
ولیکن مقدر ہے کچھ اور بھی   کہ ہیں اس بھلے میں برے طور بھی
نہ آئے یہ خورشید بالائے بام   بلندی سے خطرہ ہے اسکو تمام

نہ نکلے یہ بارہ برس تک مہ
لیے رنج بیں یہ مہ چاردہ

کہا جانتی سب طرح خیر ہے
مگر دشت غربت کی کچھ سیر ہے

کچھ ایسا نکلتا ہے پوتھی میں اب
خرابی ہو اسپر کسی کے سبب

کہا شہ نے اسپر نہیں اختیار
جو چاہے کرے میرا پروردگار

خدا پر زبس اُسکو تھا اعتقاد
لگا مانگنے اپنے حق سے مراد

نکالا مرادوں کا آخر سراغ
لگائی اُدھر لو تو پایا چراغ

کہا شک یہ شہ نے اُنکے تئیں
کہ کھوجی کا خطرہ تو اسکو نہیں

کوئی اُس پہ عاشق ہو وے پری
کوئی اسکا معشوق ہو سحری

ہوئی کچھ خوشی شہ کو اور کچھ الم
کہ دنیا میں توام ہے شادی و غم

یہ فرما محل میں در آمد ہوئے
منجم وہاں سے بر آمد ہوئے

خدا سے لگا کرنے وہ التجا
لگا آپ مسجد میں رکھنے دیا

سحاب کرم نے کیا جو اثر
ہوئی کشت امید کی بارور

اُسی سال میں یہ تماشا سنو
رہا حمل اک زوجۂ شاہ کو

جو کچھ دیکھ گذرے تھے رنج و تعب
مبدل ہوئے وہ خوشی ساتھ سب

داستان تولد ہونے شاہزادہ بے نظیر کی

خوشی سے پلا مجھکو ساقی شراب
کوئی دم میں بجتا ہے چنگ و رباب

گئے نو مہینے جب اُس پر گذر
ہوا گھر میں شہ کے تولد پسر

نظر کو نہ تھی حسن پر اُسکے تاب
اُسے دیکھ بیتاب ہوا آفتاب

خواصوں نے خواجہ سراؤں نے جا
گئی نذریں گذرانیاں اور کہا

سکندر نژاد اور دارا حشم
فلک مرتبت اور عطارد رقم

یہ سنتے ہی مژدہ بچھا جانماز
کیے لاکھ سجدے کہ اے بے نیاز

دوگانہ غرض شکر کا کر ادا
تہیہ کیا شاہ نے جشن کا

کہا جاؤ جو کچھ کہ درکار ہو
کہو خانساماں سے طیار ہو

کہ نوبت خوشی کی بجاویں تمام
خبر سنکے یہ شاد ہوں خاص و عام

بنا ٹھاٹھ نقار خانے کا سب
مہیا کر اسباب عیش و طرب

دیا زیر کو پہلے بم سے ملا
لگی پھیلنے ہر طرف کو صدا

بجے شادیانے جو واں اُس گھڑی
ہوئی گرد پیش آ کے خلقت کھڑی

سر نیزہ وہ سرپیچ معمول کے
خوشی سے ہوئے گال گل پھول کے

تکوروں میں نوبت کی شادی کی دھن
سگھڑ سننے والوں کو کہتے تھے سن

سنی جھانجھ نے جو خوشی کی نوا
تھرکنے لگا تالیوں کو بجا

محل سے لگا تا بدیوان عام
عجب طرح کا اک ہوا ازدحام

دیے شاہ نے شاہزادے کی ناؤں
مشائخ کو اور پیرزادوں کو گاؤں

گردوں نے تہنیت کو شروع
کہ اک نیک اختر کرے ہے طلوع

عجب صاحب حسن پیدا ہوا
جسے مہر و مہ دیکھ شیدا ہوا

ہوا وہ جو اُس شکل سے دلپذیر
رکھا نام اُسکا شہ بے نظیر

مبارک تجھے اے شہ نیکبخت
کہ پیدا ہوا وارث تاج و تخت

رہے اُسکے اقلیم زیر نگیں
غلامی کریں اُسکی خاقان چیں

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار
نہو تجھسے مایوس امیدوار

وہ نذریں خواصوں کی جو تھیں لے
انھیں خلعت و زر کا انعام دے

نقیبوں کو بلوا کے یہ کہدیا
کہ نقار خانے میں دو حکم جا

یہ مژدہ جو پہنچا تو نقارچی
لگا ہر جگہ باجا اور دری

غلاف اُنپہ بانات پر زر کے تھے
شتابی سے نقاروں کو سینک کے

کہا زیر نے بم سے بہر شگون
کہ دوں دوں خوشی کی خبر تو بھی دوں

بہم ملکے بیٹھے جو شہنا نواز
بنا منہ سے پھر کی لگا اُسپہ ساز

لگے لینے اوچیں خوشی سے بنی
ارانا لگا بجنے اور اُس گھڑی

ترہی اور قرنا ہے شادی کی دم
لگے بھرنے زیل اور کھرج میں بہم

نئے سر سے عالم کو عشرت ہوئی
کہ لڑکے کے ہونیکی نوبت ہوئی

چلے لیکے نذریں امیر و وزیر
لگے کھینچنے زر کے تودے فقیر

امیروں کو جاگیر لشکر کو زر
وزیروں کو الماس لعل و گہر

خواصونکو جو تھے تکو جوڑے دیے
پیادے جو تھے اونکو گھوڑے دیے

کیا بھانڈ اور بھگتیون نے ہجوم
ہوئی آہر آہر مبارک کی دھوم

جہانتک کہ سازندے تھے سارے کے
دھنی دست کے اور آواز کے

لگے بجنے قانون و بین و رباب
بہا ہر طرح جوے عشرت کا آب

کہا جو نکو سارنگیو نکو بنا
خوشی سے ہر اک و نکی تربین طلا

ستارونکے پردے بنا کر درست
بجانے لگے سب وہ چالاک دست

خوشی کی ہر ایک سمت تھی بساط
لگے ناچنے و سے اہل نشاط

وہ بالے چمکتے ہوئے کان مین
پھرکنا وہ تھنے کا ہر آن مین

کبھی دلکو پانون سے مل ڈالنا
نظر سے کبھی دیکھنا بھالنا

کسیکے جھمکتے ہوئے نور تن
کسیکے وہ ٹکڑے پہ پتھر کی تہین

وہ گرمی تھی چہرے کی جون آفتاب
جسے دیکھکر دلکو ہو اضطراب

کبھی منہ کے تئین پھیر لینا ادھر
کبھی چوری چوری سے کرنا نظر

ہر اک تان ہے پاونکو ارمان یہ
کہ دل کھینچے تان کی جان یہ

کوئی دھیت گت بھی ہین پانون تلے
کھڑی عاشقونکے دلونکو لیے

غرض ہر طرح دلکو لینا انھین
نئی طرح سے داغ دینا انھین

کہین دھرپت اور گیت کا شور و غل
کہین قول و قلبانہ و نقش و گل

تجبرا کھپاوج لگے ڈال ڈھول
بجاتی تھے اوسجا کھڑی باندھ غول

پری پیکرونکا ہر اک جا ہجوم
وہان بھی پڑی عیش و عشرت کی دھوم

برستے ابر ہی برسین جون ملال
محل مین لگا بیٹھنے وہ نہال

وہ گل جسکے جو تھے برس مین لگا
بڑھایا گیا دودھ اوس ماہ کا

طوائف وہی اور وہی آگ تجب
ہوئی ریلگی دونی خوشی کی ترنگ

خوشی سے کیا یان تلک زر نثار
جسے ایک دنیا تھا بخشے ہزار

لگا کھینچنے جو نہ پڑتی تمام
کہانتک مین ہون برنکارونکے نام

جہانتک کہ تھے گاینت اور ارتکار
لگے گانے اور ناچنے ایکبار

لگی تھاپ طبلونکی مردنگ کی
صدا اونچی ہونے لگی چنگ کی

لگا موم تارو ستمبہ منہ چنگ کے
ملا ہر طنبورونکے مردنگ کے

گئی پائین کی آسمانتک گمک
اوٹھا گنبد چرخ سارا دھمک

کناری کے جوڑے چمکتے ہوے
وہ پانونکے گھنگرو جھنکتے ہوے

وہ گھٹنا وہ بڑھنا ادا ہر اک ساتھ
دکھانا وہ رکھ رکھکے چھاتی پہ ہاتھ

دکھانا کبھی اپنی چھب مسکرا
کبھی اپنی انگیا کو لینا چھپا

وہ دانتونکی مسی وہ کلگر
شفق مین عیان جیسے شام و سحر

چمکنا گلونکا صفا کے سبب
وہ گردن کے ڈورے قیامت غضب

دوپٹے کو کرنا کبھی سر کی اوٹ
کہ پردے مین ہو جاوے دل لوٹ پوٹ

کوئی فن مین سنگیت کے شعلہ رو
برم جوگ کبھی سیے یہ بلو

کوئی دائرے مین بجا کر برن
کوئی دمدمے مین جتا اپنا فن

کبھو مار ٹھوکر کرین قتل عام
کبھی ہاتھ اٹھالیوین گر تو نکو تھام

کہین بھانڈ اور لولیونکا سمان
کہین ناچ کشمیریونکا دھان

محل مین جو دیکھا تو اک انبوہ
مبارک سلامت کی تھی دھوم دھام

چھٹی تک غرض تھی خوشی ہی کی بات
ہر دن عید اور رات تھی شب برات

برس گانٹھ جس سال اسکی ہوئی
دل بستگان کی گرہ کھل گئی

ہوئی تھی جو کچھ پہلے شادی کی دھوم
اسی طرح سے پھر ہوا ان ہجوم

وہ گل پانون سے اپنے جیسے چلا
وہان انکو نرگسون نے ملا

لگا چلنے وہ سرو جب پانون پانون
کیے سرو آزاد جب اوسکے پانو

داستان طیاری مین باغ کے

مئے زعفرانی پلا ساقیا
کہ تعمیر کو باغ کی دل چلا

عمارت کی خوبی درونکی وہ شان
لگے جسمین ہر الفت کے سائبان

کہین دور در پہ اٹکا ہوا
کوئی بند یہ خوبی سے نکلا ہوا

دیا شہ نے ترتیب اک خانہ باغ
ہوا رشک سے جسکے لالہ کو داغ

چمن اور پرے بندھوا زرنگار
در و بند کھڑکی دستہ بہار

وہ نقش کی ڈوریان سر بسر
کہ یہ کا بندھا جسمین تار نظر

چھتونکا تماشا تھا آنکھونکا جال | نگہ کو وہانسے گذرنا محال
دیے ہر طرف آئنے جو لگا | گیا چوگنا لطف اسمین سما

سنہری مغرق چھتین ساریان | وہ دیوار اور در کی گلکاریان
وہ مخمل کا فرش اوسکا ستھرا کہ بس | بڑھے جسکے آگے نہ پائے ہوس

رہین تختے اسمین روشن مدام | معطر شب و روز جس سے مشام
زمین پر تھی اس طور اوسکی چمک | ستارونکی جیسے فلک پر جھمک

چھپر کھٹ مرصع کا دالان مین | جھمکتا تھا اسطرح ہر آن مین
زمین کا کردن اوسکی کیا مین بیان | کہ صندل کا اک پارچہ تھا عیان

بنی سنگ مرمر کی چوپڑ کی نہر | گئی چار سو اوسکی پانی کی لہر
کہون کیا مین کیفیت دار بست | لگائے رہین تاک ان کی پرست

قرینے سے گرد اوسکے سرو سہی | کچھ اک دور دور اوس سے سینے رہی
ہوئے ہر بہاری سے گل لہلہے | چمن سارے شاداب اور تر ہرے

زمرد کے مانند سبزے کا رنگ | روش پر جواہر لگا جیسے سنگ
چمن سے بھرا باغ گل سے چمن | کہین نرگس و گل کہین یاسمن

روش کی صفائی پہ بے اختیار | گل اشرفی نے کیا زر نثار
چنبیلی کہین اور کہین موتیا | کہین رائے بیل اور کہین موگرا

کھڑے شاخ شبو کے ہر جا نشان | مدن بان کی اور ہی آن بان
کہین جعفری اور گیندا کہین | سمان شبو داؤدیونکا کہین

کہین زعفران اور کہین لالہ زار | جدی اپنے موسم مین سبکی بہار
عجب چاندنی مین گلونکی بہار | ہر اک گل سفیدی سے مہتاب وار

کھڑے سرو کسطرح جیسے کہ جھاڑ | کہے تو کہ خوشبو بوٹونکے پہاڑ
کہین زرد نسرین کہین نسترن | عجب رنگ کے زعفرانی چمن



ہوئے آب جو ہر طرف کو بہے | کرین قمریان سرو پر چہچہے
وہ جھک جھک کے گرنا خیابان پہ | نشے کا سا عالم گلستان پہ

گلونکا لب نہر پر جھومنا | اوسی اپنے عالم مین منھ چومنا
لیے ہاتھ مین بیلچے مالنین | چمن کو نگین دیکھنے بھالنین

کہین تخم پاشی کرین گود کر | پنیری جما دین کہین کھود کر
لب جو پہ آئینے مین دیکھ قد | اکڑنا کھڑے سرو کا جد بد

کھڑے شاخ در شاخ باہم نہال | رہین ہاتھ جون مست گردن مین ڈال
خرامان صبا صحن مین چار سو | دماغونکو دیتی ہر اک گل کی بو

کھڑے نہر پر قاز اور قرقرے | لیے ساتھ مرغابیونکے پرے
صدا قرقرونکی تتونکا د شور | درختونپہ بگلے منڈیرونپہ مور

چمن آتش گل سے دہکا ہوا
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا

صبا جو گئی ڈھیریاں کر کے پھول
پڑے ہر طرف مولسریوں کے پھول

وہ کیلوں کی اور مولسریوں کی چھانو
لگی جابجا آنکھین لیے جیسکا نانو

خوشی ہر گلو نیر سد البلبلین
تعشق کی آپسمین باتین نرین

درختوں پہ برگوں کے کھوئی ورق
کہیں طوطیاں بوستاں کا سبق

سماں قمریاں دیکھ اوس آن کا
پڑھیں باب شبنم گلستان کا

دوادائیاں اور مغلانیاں
پھریں ہر طرف اونمیں جلوہ کناں

خواصوں کا اور لونڈیوں کا ہجوم
مخمل کی وہ جھلین وہ اونکی دھوم

کھلانے کے پیچھے پھریں سب پاس
رہیں رات دن شاہزادے کے پاس

کنیزان مہرو کی ہر طرف ریل
چنبیلی کوئی اور کوئی رائے بیل

اردابیگنی کوئی اور کوئی خانم روچ
کوئی جیت لگن اور کوئی کام زیب

کوئی کیتکی اور کوئی گلاب
کوئی مہرتن اور کوئی ماہتاب

کوئی سیوتی اور ہنس مکھ کوئی
کوئی دل لگن اور تن سکھ کوئی

ادھر اور ادھر آتیاں جاتیاں
پھریں اپنے جوبن کو دکھلاتیاں

کہیں اینٹھے سنواری کوئی
اری اوسیلی پکارے کوئی

کہیں چٹکیاں اور کہیں تالیاں
کہیں قہقہے اور کہیں گالیاں

بجاتی پھرے کوئی اپنے کڑے
کہیں واہ وا اور کہیں واچھرے

دکھاوے کوئی گوکھرو موڑ موڑ
کہیں سوت بوٹے کہیں تار توڑ

ادا سے کوئی بیٹھی حقہ پیے
دم دوستی کوئی بھر بھر جیے

کوئی حوض میں جا کے غوطہ لگائے
کوئی نہر پر پاؤں بیٹھی ہلائے

کوئی اپنے ٹھٹھے کی لیوے خبر
کوئی اپنی مینا پہ رکھے نظر

کسیکو کوئی ڈھول لائے کہیں
کوئی جان کو اپنی وارے کہیں

کوئی آرسی اپنے آگے دھرے
ادا سے کہیں بیٹھی کنگھی کرے

مقابہ کوئی کھول مسی لگائے
لبوں پر دھڑی کوئی اپنے جمائے

ہوا اون کلوں سے دوبالا سماں
اوسی باغ میں تھا وہ سرو رواں

غرض لوگ تھے یہ جو ہر کام کے
یہ سب واسطے اوسکے آرام کے

پلا جب وہ اس ناز و نعمت کے ساتھ
پدر اور مادر کی شفقت کے ساتھ

ہوئی اوسکے مکتب کی شادی عیاں
ہوا پھر ادھر شادیوں کا سماں

معلم اتالیق منشی ادیب
ہر اک فن کے اوستاد بیٹھے قریب

کیا قاعدے سے شروع کلام
پڑھانے لگے علم اوسکو تمام

دیا تھا زبس حق نے ذہن رسا
کئی سال میں علم سب پڑھ چکا

معانی و منطق بیان و ادب
پڑھا اوسنے منقول معقول سب

خبردار حکمت کے مضمون سے
غرض جو پڑھا اوسنے قانون سے

لگا ہیئت و ہندسہ تا نجوم
زمیں آسماں میں پڑی اوسکی دھوم

کیے علم نوک زبان حرف حرف
اسی نحو سے اوسنے کی عمر صرف

عطارد کو آنے لگی اوسکی ریس
ہوا سادہ لوحی میں وہ خوشنویس

ہوا جبکہ نو خط وہ شیریں رقم
پڑھا کر لکھے سات سے نو قلم

لیا ہاتھ جب خامہ مشکبار
لکھا نسخ و ریحان و خط غبار

عروس الخطوط اور ثلث و رقاع
خفی اور جلی مثل خط شعاع

شکستہ لکھا اور تعلیق جب
رہے دیکھ حیران اتالیق سب

کیا خط گلزار سے جب فراغ
ہوا صفحہ قطعہ گلزار باغ

کروں علم اوسکا کہاں تک بیاں
کہ ہے خوب اب مختصر یہ بیان

کمان کے جو درپے ہوا بے نظیر
لیا کھینچ چلّے میں سب فن تیر

صفائی میں سوفار پیکاں کیا
کیا جبکہ تو وہ یہ طوفان کیا

رکھا چھوٹتے ہی جو لکڑی چمن
کیا اپنے قبضہ میں سب اوسکا فن

ہوئیں دست بازو کی مردانیاں
اوڑائیں کئی ہاتھ میں پھلجیاں

رکھا موسیقی پر جو کچھ خیال
کیے قید سب اوسنے ہاتھوں میں تال

طبیعت گئی کچھ جو تصویر پر
لکھے رنگ سب اوسنے مد نظر

کئی دن میں سمجھا یہ کسب تفنگ
کہ حیران ہووے دیکھ اہل فرنگ

سوا ان کمالوں کے کتنے کمال
درستی کی جو آدمیت کی چال

رزالوں سے نفرت اوسے
پلا ساقیا مجھکو اک جام مے
غنیمت شمر صحبت دوستان
کہ رنگ چمن پر نہیں اعتبار
کہا شہ نے بلوا نقیبوں کو شام
کریں شہر کو سب آئینہ بند
یہ فرما محل میں گیا بادشاہ
خوشی میں گئی جب کہ شب جو گذر
گیا مژدۂ صبح لے ماہتاب
کہا شاہ نے اپنے فرزند کو
پلا آتشیں آب پیر مغان
کدورت مری دل کی دہو ساقیا
ہوا جب کہ داخل وہ حمام میں
پرستار باندھے ہوے لنگیان
نہانیمیں یوں تھی بدن کی دمک
ہوا قطرۂ آب یوں چشم کوب
گیا حوض میں جب شہ بے نظیر
نمی سے تھا بالوں کا عالم عجب
زمیں پر تھا اک موجۂ نور خیز
ہنسا کھلکھلا وہ گل نوبہار
ہنسا اس ادا سے کہ سب ہنس پڑے
کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی
کیا غسل جب اس لطافت کیساتھ
غرض شاہزادیکو نہلا دھلا
کڑے کنگنی اور کلغی اور نورتن

سدا قابلوں سے ہی صحبت اوسے
گیا نام پر اپنے وہ دلپذیر

داستان سواری کی تیاری کے حکم میں

کہ کل ہجر و ہیئت در بوستان
یہاں چرخ میں ہو خزاں نو بہار
کہ ہوں صبح حاضر سبھی خاص عام
سواری کا ہو لطف جس سے دوچند
نقیبوں نے سن حکم لی اپنی راہ
ہوئی سامنے سے نمایاں سحر

امیرے بھلائی کا گر ہو سکے
پڑی جب گرہ بارہوں سالگی
سواری تکلف سے تیار ہو
رعیت کے خوش ہوں صغیر و کبیر
ہوئی شب لیا مہ نے جام شرب
عجب شب تھی وہ جوں سحر رو سپید

داستان حمام میں نہانے کی لطافت میں

کہ بھوے مجھے گرم و سرد جہان
ذرا شیشۂ مے کو دو ڈھال
عرق آگیا اوسکے اندام میں
منہ مہر سے طاس لیکر میان
پڑے میں بجلی کی جیسے چمک
کہے تو پڑی جیسے نرگس پہ آب
پڑا آب میں عکس ماہ منیر
نہ دیکھی کوئی خوبتر اوس سے شب
ہوا جب وہ فوارہ ساں آب ریز
لیا کھینچ پانونکو بے اختیار
ہوئے جی سے قربان چھوٹے بڑے
مبارک تجھے روز و شب کی خوشی
اوٹھا کھیس لائے اسے ہاتھوں ہاتھ
دیا خلعت خسروانہ پنہا
کیا زیب سے ایک زیب بدن

اگرچہ تہا ہو کے ہر دلکو چین
کہ سرگرم حمام ہے بے نظیر
تن نازنیں نم ہوا اوسکا کل
نگیں بنے اوس گلبدن کا بدن
لبوں پر جو پانی پڑا سربسر
لگا ہونے ظاہر جو اعجاز تن
وہ گورا بدن اور بال اوسکے تر
کہوں اوسکی خوبی کی کیا کچھ صفات
زمرد کی لے ہاتھ میں سنگ پا
عجب عالم اوس نازنیں پر ہوا
دعائیں لگے دینے بے اختیار
نہ آوے کبھی تیری خاطر پہ میل
نہا دھو کے نکلا وہ گل اسطرح
جواہر سراسر پنہایا اوسے
مرصع کا سر پیچ جوں موج آب

ہر اک فن میں ہیچ ہو بے نظیر
جوانی میں آیا ہو ایام گل
تساہلی سے ہو جو کچھ ہو سکے
کھلی گلجھڑی غم کے جنجال کی
مہیا کریں جو کہ درکار ہو
کہ نکلیگا کل شہر میں بے نظیر
گیا سجدۂ شکر میں آفتاب
عجب روز تھا مثل روز امید
اوٹھا سورج آنکھوں کو ملتا شتاب
کہ یاں نہا دھو کے تیار ہو
ندا تیا وہ ساغر جو ہو قلتین
گیا ہی نہانے کو بدر منیر
کہ جسطرح ڈوبے ہو شبنم میں گل
ہوا ڈہڑا آپ سے وہ چمن
نظر آئے جیسے وہ گل برگ تر
ٹپکنے لگا اوس سے انداز حسن
کہے تو کہ ساون کی شام و سحر
کہ جوں کھبتی جا صحبت میں رات
کیا خادموں نے جو آہنگ پا
اثر گدگدی کا جبیں پر ہوا
کہا خوش رکھے تجھکو پروردگار
چمکتا رہے یہ فلک کا سہیل
کہ بدلی سے نکلے ہو مہ جسطرح
جواہر کا دریا بنایا اوسے
منور شکل رخ آفتاب

وہ موتی کے مالے بصد زیب و زین
کہیں جسکو آرام جان دلنشین
جواہر کا تن پر عجب تھا ظہور
کہ اک اک عدد اوسکا تھا کوہ طور

غرض ہو کے اس طرح آراستہ
خراماں ہوا سرو نوخاستہ
نکل گھر سے جس دم ہوا وہ سوار
لیے خوان گوہر کے اوسپر نثار

زبس تھا سواری کا باہر ہجوم
ہوا جبکہ ڈنکا پڑی سب میں دھوم
برابر برابر کھڑے تھے سوار
ہزاروں ہی تھی ہاتھیوں کی قطار

تصویر سواری شاہزادہ بےنظیر جانب باغ



سنہری روپہلی وہ عماریاں
شب و روز کی سی طرحداریاں
چمکتے ہوئے بادلے کے نشان
سواروں کے غٹ اور باؤلی تہان

ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
جھلا بور کی جھمگی نالکی
کہاروں کی زربفت کی کرتیاں
اور اونکے دبے پاؤں کی پھرتیاں

بندھیں پگڑیاں تاش کی سر اوپر
چمکتا جو تھا جس سے آوے نظر
وہ ہاتھوں میں سونے کے موٹھ کڑے
جھلک جسکی ہر ہر قدم پر پڑے

وہ ماہی مراتب وہ سر دروان
وہ نوبت کا دولہ کا جیسے سماں
وہ شہنائیوں کی صدا خوشنما
سہانی وہ نوبت کی ویسی صدا

وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی
قدم با قدم با لباس زری
نکلتے ہوئے شادیانے تمام
چلے آگے آگے لے شادکام

سوار اور پیادہ صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیر اور وزیر
وہ نذریں کہ جس جس نے تھیں ٹھانیاں
شہ و شہزادے کو گذرانیاں

ہوئے حکم سے شاہ کے پھر سوار
چلے سب قرینے سے باندھے قطار
سجے اور سجائے سبھی خاص و عام
لباس زری میں ملبس تمام

طرق کے طرق اور پرے کے پرے
کچھ ادھر اور ادھر کچھ درے کچھ پرے
مرصع کی سازوں سے کوتل سمند
کہ خوبی میں روح القدس سے دو چند

وہ جلو نکی اور بیلدنبر کی شان
جھلکتے وہ مقیش کے سائبان
چلے پایہ تخت کے ہو قریب
بدستور شاہانہ نپتے جریب

سواری کے آگے بہ اہتمام
لیے سونے روپے کے عاصے تمام
نقیب اور جلودار اور چوبدار
یہ آپس میں کہتے تھے ہر دم پکار

اسی اپنے معمول و دستور سے
ادب سے نقاوتے اور دور سے
بڑھاؤ جوانو بڑھے جائیو
دو جانب سے باگیں لیے آئیو

بڑھے جائیں آگے سے چلتے قدم
تماشائیوں کا جدا تھا ہجوم
منڈھے تھے تمامی سے دیوار و در
رعیت کی کثرت ہجوم سپاہ
یہ خالق کی سن قدرت کاملہ
وحوش و طیوروں تلک نے محل
زبس شاہزادہ بہت تھا حسین
دعا شاہ کو دی کہ یا رب الٰہ
غرض شہر سے باہر اک سمت کو
اسی کثرت فوج سے ہو سوار
جہاں تک کہ تھیں خادمان محل
بلائیں لگیں لینے سب ایکبار
پہر رات تک پہنے پوشاک وہ
نظارے سے تھا اوسکے دلکو سرور
ہوا شاہزادی کا دل بیقرار
خواصوں نے جا شاہ سے عرض کی
کہا شہ نے اچھو گئے دن نکل
لب بام پر جب وہ سوئی صنم
کہا تب خواصوں نے حق سے الٰہی
قضا را وہ دن تھا اوسی سال کا
پڑے لیٹے اپنے جو سب عیش سنج
کہ اس بیوفائی نئی ہی ترنگ
مداری عجب زیر رنگ دہر
نہ ساقی سے او مطرب ساقی سمیر
نکوروں گلابی میں دے بھر کے جام

بڑھے عمر و دولت قدم با قدم
کہ ہر طرف تھی لاکھ عالم کی دھوم
تمامی تھا وہ شہر سونیکا گھر
گذرتی تھی ہر رنگ سے ہر جا نگاہ
تماشے کو نکلی زن حاملہ
پڑے آشیانوں سے اپنے نکل
تھے دیکھ عاشق کہیں و کہیں
سدا یہ سلامت رہے مہر و ماہ
کوئی باغ تھا شہ کا اسمیں سے ہو
پھرا شہر کیطرف وہ شہریار
خوشی سے وہ ڈیوڑھی تلک آ نکل
گیا جی کو یکدست سب نے نثار
رہا ساتھ سبکے طربناک وہ
عجب عالم نور کا تھا ظہور
یہ دیکھی جو وان چاندنی کی بہار
کہ شہزادی آج یوں ہے خوشی
اگر یوں ہے مرضی تو کیا ہے خلل
کریں سورہ نور کو اوسپہ دم
یہی ہے کہ ہم بھی رہیں روسپید
غلط وہم ماضی میں تھا حال کا
نسمجھے زمانیکی کچھ اونچ نیچ
یہ گت بدلتا ہے ہر دم نئے رنگ

غرض اسطرح سے سواری چلی
لگا قلعے سے شہر کی حد تلک
گیا تھا زبس شہر آئینہ بند
ہوئے جمع کوٹھوں پہ جوں دو رُن
لگا لنج سے تا ضعیف و نحیف
نہ پہونچا جو اک مرغ قبلہ نما
نظر جسکو آیا وہ ماہ تمام
یہ خوش اپنے منہ سے کہیں شہریار
گھڑی چار تک خوب سی سیر کر
سواری کو پہونچا گئی فوج ادھر
قدم اپنے حجرونسے باہر نکال
گیا جب محل میں وہ سرو رواں
قضا را وہ شب تھی شب چاندنی
عجب لطف تھا سیر مہتاب کا
کچھ آئی جو اوس مہ کے جی میں ترنگ
ارادہ ہے کوٹھے پہ آرام کا
برا تنا ہوا اوس سے ہمدا بہون
تمہارا مرا یول بالا رہے
پھریں حکم نے وا نسے پھر شاہ کا
سخن مولوی کا یہ سچ ہے قدیم
یہ جانا کہ یوں ہیں رہیگا یہ دور
کہا بادہ عیش در جام ریخت

داستان شاہزادی کے کوٹھے پر سونے کی اور پری کے اوڑا لیجانے کی

کہے تو کہ باد بہاری چلی
دوکانوں پہ تھی بادلے کی جھلک
ہوا چوک کا لطف وان چار چند
ہر اک سطح تھا جوں زمین چمن
تماشے کو نکلے وضیع و شریف
سو وہ آشیانے میں تڑپا کیا
کیا اوسنے جھک جھک کے اوسکو سلام
کہ روشن رہے شہر پروردگار
رعیت کو دکھلا کے اپنا سپہر
گیے اپنی منزل میں شمس و قمر
لیا سب نے آ بیٹھوا حال احوال
بندھا ناچ اور راگ کا وان سمان
بڑا جلوہ لیتا تھا ہر طرف مہ
کہے تو کہ دریا تھا سیماب کا
کہا آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ
کہ بھایا ہے عالم لب بام کا
جھنجونگی ہو جو کی وہ بیدار ہون
یہ اس گھر کا قایم اوجالا رہے
بچھونا وہیں جا کیا ماہ کا
کہ تھے گئے قضا کے ہو احمق حکیم
نہ دریافت تھی اس زمانیکے طور
کہ بیر فرق صبح و ز صد شام ریخت
کہ آرزد یک حقہ تر یاک زہر
کہ چاروں طرف ماہ ہی جلوہ گر
کہ آیا بلندی پہ ماہ تمام

جوانی کہاں اور کہاں پھر وہ دن / مثل ہے کہ ہے چاندنی چار دن
وہ سونیکا جو تھا جڑاؤ پلنگ / کہ سیمین تنونکو ہو جسپر اُمنگ
کھنچی چادر اک اوسپہ شبنم کی صاف / کہ ہو چاندنی جس صفائی کی غلاف
دھرے اوسپہ تکیے کئی نرم نرم / کہ مخمل کو ہو جسکے دیکھے سے شرم
وہ گل تکیے اوسکے جو تھے رشک ماہ / کہ ہر وجہ تھی اونکو خوبی مین راہ
چھپائے سے ہوتا نہ حسن اوسکا ماند / دیے تھے لگا اوسکے کھڑکیکو چاند
وبس نیند مین تھا جو وہ ہو رہا / سمجھ سنکے یہ آتے ہی وہ سو رہا
ہوا اوسکے سونے پہ عاشق جو ماہ / لگا دی اودھر اوسنے اپنی نگاہ
وہ پھولونکی خوشبو وہ ستھرا پلنگ / جوانی کی نیند اور وہ سونیکا رنگ
غرض سبکو دان عالم خواب تھا / مگر جاگتا ایک مہتاب تھا
بھبوکا سا دیکھا جو اوسکا بدن / جلا آتش عشق سے اوسکا تن
جو دیکھا تو عالم عجب ہے یہان / منور ہے سارا زمین آسمان
اگرچہ ہوئی تھی زیادہ ہوس / ولیکن حیا نے کہا اوسکو بس
محبت کی آئی جو دل مین ہوا / وہانسے اوسے لے اڑی دلربا
شب مہ مین وہ یون زمین سے اوٹھا / چلے شیر جسطرح سے جوش کھا
غرض لیگئی آن کی آن مین / اُڑا کر وہ اوسکو پرستان مین

اگر مہ کے دینے مین کچھ دیر ہے / تو پھر جانیو یہ کہ اندھیر ہے
سراسر ادھر تھے زری باف کے / کہ تھے رشک آئینہ صاف کے
کسے اوسپہ بنے وہ منقش کے / کہ جھبون مین گوہر جیسے موتی لگے
کہانتک کوئی اونکی خوبی کو پائے / جسے دیکھ آنکھونکو آرام آئے
کبھی نیند مین جبکہ سوتا تھا وہ / تو رخسار رکھ اوسپہ سوتا تھا وہ
ہوئی دونونکے حسن کی ایک جوت / کہ جیسے ہون دو چشمونکی ایک سوت
وہ سویا جو اس آن سے بے نظیر / رہا پاسبان اوسکا بدر منیر
وہ مہ اوسکے کوٹھے کا ہالہ ہوا / غرض وہ مکان عالم دوبالا ہوا
جہانتک کہ چوکی کے تھے باریدار / ہوا جو چلی سو گئے ایکبار
قضارا ہوا اک پری کا گذر / پڑی شاہزادے پہ اوسکی نظر
ہوئی لاکھوں جی سے وہ اوسپر نثار / وہ تخت اپنا لائی ہوا سے اوتار
دوپٹے کو اوس مہ کے منہ سے اٹھا / دیا گال سے گال اپنا ملا
ہے عشق مین پھر یہ سوجھی ترنگ / کہ لیجیے اسکا امانت پلنگ
ہوا جب زمین سے وہ شعلہ بلند / ہوا مین ستارہ سا چمکا دوچند
جلے رشک سے اوسکے شمع و چراغ / کہ اوس مہ کا پہونچا فلک پر دماغ
کبھی خوش ہے دل اور کبھی دردمند / زمانے کی جیسی ہے پست و بلند

تصویر اوڑا لیجانے پری کی شاہزادے کو



داستان حالت تباہ کرنے ماں باپ کی شاہزادے کے غائب ہونے سے

شتابی مجھے ساقیا دے شراب
کہ یہ حال سنکر ہوا دل کباب

یہاں تک تو قصہ میں چھوڑا یہاں
ذرا اب سنو غمزدوں کا بیان

کروں حال ہجراں زدوں کا رقم
کہ گذرا جدائی سے کیا اونپہ غم

کھلی آنکھ جو ایک کی ان نہیں
تو دیکھا کہ شاہزادہ نہیں

نہ ہے وہ پلنگ اور نہ وہ ماہرو
نہ وہ گل ہے اور نے وہ اس گل کی بو

لگے دیکھ یہ حال حیران کار
کہ یہ کیا ہوا ہائے پروردگار

کوئی دیکھ یہ حال رونے لگی
کوئی غم سے جی اپنا کھونے لگی

کوئی بلبلائی سی پھرنے لگی
کوئی ضعف کھا کھا کے گرنے لگی

کوئی سر پہ رکھ ہاتھ دلگیر ہو
گئی بیٹھ ماتم کی تصویر ہو

کوئی رکھکے زیر زنخداں چھڑی
رہی نرگس آسا کھڑی کی کھڑی

رہی کوئی انگلی کو دانتوں میں داب
کسی نے کہا گھر ہوا یہ خراب

کسی نے دیا کھول سنبل سے بال
طمانچوں سے جوں گل کیے سرخ گال

زبان آئی کچھ اونکو اسکے سوا
کہ کیسے یہ احوال شب سے بجا

سنی شہ نے القصہ جب یہ خبر
گرا خاک پر کہکے ہائے پسر

کلیجہ پکڑ ماں تو بس رہ گئی
کلی کی طرح سے بکس رہ گئی

ہوا گم جو یوسف پڑی جو دھوم
کیا تھا دمان محل نے ہجوم

کہا شہ نے انکا مجھے دو پتا
عزیزو جہاں سے وہ یوسف گیا

گئیں لے وہ شہ کو لب بام پر
دکھایا کہ سویا تھا وہ سیمبر

یہی تھی جگہ وہ جہاں سے گیا
کہا ہائے بیٹا تو یاں سے گیا

مری نوجوان میں کہاں جاؤں مر
نظر تو نے پھیری نہ کی بے نظیر

عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

کروں اس قیامت کا کیا میں بیاں
تڑپتی میں ہر دم تھا شور و فغاں

لب بام کثرت جو یکسر ہوئی
تلے کی زمیں ساری اوپر ہوئی

شب آدھی وہ جس طرح سے کٹ گئی
رہی تھی جو باقی وہ رو رو کٹی

عجب طرح کی شب تھی ہیہات وہ
قیامت کا دن تھا نہ تھی رات وہ

سحر نے کیا جیب گریبان چاک
اوڑانے لگے ملکے سب پہ خاک

اوٹھا شہر میں ہر طرف شور و غل
کہ غائب ہوا اس چمن سے وہ گل

غم و درد سے دل جو سب کا بھرا
ہوا باغ سارا وہ ماتم سرا

گیا جبکہ وہ سرو اس باغ سے
نظر پھول آنے لگے داغ سے

اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول
اوڑانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

صدا اب جو کوئی اونھوں کی سنے
تو کوکو سے اونکی جگر تک بھنے

ہوئی خشک اور زرد ساری نہال
ثمر لگ کے پاؤں ہوے پائمال

ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا

تبسم کیا حزن سے غنچے بھول
ہوا غم سے الجھن ہو بیٹھے ببول

اوڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب
ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب

لب جو ہوا اوڑنے لگی گرد گرد
گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

لگی آگ لالے کے دل کو تمام
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام

پڑا ماتم اوس باغ میں اسقدر سخت
ہوئے نخل ماتم تمامی درخت

گرے غم سے انگور مدہوش ہو
پڑے سارے سائے سیہ پوش ہو

لگے تھے جو پتے درختوں کے ساتھ
وہ ہل ہل کے ملتے تھے آپس میں ہاتھ

وہ لبریز جو نہر تھی جا بجا
سو آنکھوں کو وہ رکھ گئی ڈبڈبا

اوچھلتے تھے فوارے جو آگے واں
گیا سب نکل اونکا تاب و تواں

مژہ پر جو کچھ اشک تھے جھڑ گئے
غرض روتے روتے گڑھے پڑ گئے

ہوا حال چشموں کا یاں تک تباہ
کیا رخت پانی نے اپنا سیاہ

کہاں وہ کنویں اور کہاں آبشار
کوئی دل میں روتے کوئی ڈاڑھ مار

نہ گلبنوں کا عالم نہ وہ قرقرے
نہ وہ آبجوئیں نہ سبزے ہرے

جہاں رقص کرتے تھے طاؤس باغ
لگے بولنے واں منڈیروں پہ زاغ

سہانی وہ چھائیں جو دیکھیں کہیں
تو کیا ہو کہ اب دل لگی واں نہیں

منقش جہان تھی وہ رنگین مکان
ہوئی سب وہ جون دیدۂ خونچکان

گلون کی طرح کھل رہے تھے جو دل
سو وہ سب خزان سے ہوئے مضمحل

خزان کا الم دل مین جو آ گیا
جگر برگ گل کیطرح جھڑ پڑا

نہ غنچہ نہ گل نے گلستان رہا
فقط دلمین اک خار ہجران رہا

وزیرون نے دیکھا جو احوال شاہ
کہ ہونی ہے اب اسکی حالت تباہ

کہا گو جدائی گوارا نہین
ولیکن جدائی سے چارہ نہین

نہین خوب تنہا متھیلی اضطراب
نصیبون سے شاید ملے وہ شتاب

خدا جانے اب ہمین کیا بھید ہے
یہ کہتے ہین جیتونکو امید ہے

خدا کی خدائی جو معمور ہے
غرض اوسکے نزدیک کیا دور ہے

نہین ایکصورت یہ کوئی مدام
اوسکی غرض ذات کو ہی قیام

یہ کہہ ورثہ کو بیٹھا تخت پر
لٹایا بہت باپ نے مال و زر

بہر نوع رہنے لگے یکدگر
ولیکن نپائی کچھ اوسکی خبر

داستان پرستان مین لیجانے کی

مجھے دیکے جی طرح اوسکا تپا
ذرا خضر رہ ہو تو ہی ساقیا

نپائی کہین یان تو اوس گل کی بو
کرون اب پرستان مین جستجو

اوتری وہ پری وانسے لیکر اوسے
اوتارا پرستان کے اندر اوسے

وہان ایک تھا سیر کا اسکے باغ
کہ جسکے گلون سے ہو تازہ دماغ

رہا صحن گل و سمن انواع کے
طلسمات گل اسمین انواع کے

طلسمات کے سارے دیوار و در
نہ یانکے سے کوٹھے نہ یانکے سے گھر

منقش مشبک تمام
یہ کیا ہو جو ہو دھوپ کا اسمین نام

گری جھنکے وان اسطرح سے
زردی کا جون زعفران پر ہو رو

نہ آتش کا خطرہ نہ بارش کا ڈر
نہ سردی نہ گرمی کا اسمین خطر

ہر اور سرے سب گل و سنبل مکان
جہان چاہیے جا کے رکھدین تن ہا

درخشندہ ہر سقف دالان کی
ہو دیوار جیسے چراغان کی

زمین ساری وانکی جواہر نگار
ادھر مین چمن اور ہوا مین بہار

کسیکو ہو جس چیز کا اشتیاق
نظر آوے وہ چیز بالای طاق

جواہر کے ذی روح وحش و طیور
خرامان پھرین صحن مین دو رو دو

پھرین دمین ساری وہ حیوان ہا
کرین رات مین کام انسان ہو

لگے ہر طرف گوہر شب چراغ
وہی انکو گوہر تھی شب چراغ

نکلنے ہوئی جان ہم نہال
گل و غنچہ سب انکے دور از خیال

صدا آئے آپ گھڑیال کی
کہین ناچ کی اور کہین راگ کی

رہے وانکی حجرونکا جو در کھلا
تو دنیا کے باجونکی آئی صدا

جو گر بند کر دیجیے ایکبار
تو چون ارغوان آگ نکلین شرار

مکانون مین مخمل کا فرش و فروش
بخط سلیمانی انپر نقوش

طلسمات کے پردے اور جلوہ مین
ارادے یہ دیکے اوٹھین اور گرین

خواصین پریزاد اسمین تمام
پھرین گرد گرد آتش سے رکھے مدام

سر ہر نگہ مرصع نگار
سراپا بہ رنگ گہر آبدار

رکھا شاہزادے کا اسمین پلنگ
کھلا جس سے اسکے نگے کا رنگ

قضارا کھلی آنکھ اوس گل کی جو
نپائی وہان شہر کی اپنے بو

نہ وہ لوگ سمجھے نہ وہ اپنی جا
تعجب سے اک اک کو تکتا رہا

اچنبے کا یہ خواب دیکھا جو وان
لگا کہنے یارب مین آیا کہان

زبس تھا وہ لڑکا تو سمجھا نہی کچھ
ہوا کچھ دلیر اور حیران بھی کچھ

سرہانے جو دیکھی مہ چار دہ
کہ ہے ابھی سی وہ اک رشک ماہ

کہا کون ہے تو یہ کسکا ہے گھر
لے آیا مجھے کون گھر سے ادھر

پھرا منہ کو اور اودھر نقاب
دیا اوس پری نے یہ ہنسکر جواب

خدا جانے تو کون مین ہون کہان
مجھے بھی تعجب ہے مین ہون یہان

پر اب خود تو آیا ہے یان کیر گھر
لے آئی ہے تجھکو قضا و قدر

یہ گھر گو کہ میرا ہی تیرا نہین
پر اب گھر یہ تیرا ہی میرا نہین

ترے عشق نے مجکو شیدا کیا
ترا غم مرے دلمین پیدا کیا

پھر اکثر آ کے جیسے شہر دیار
کہاں صورت جن کہاں شکل انس
کبھی جن بھی ہو گردش روزگار
ولیکن نہ عقل و نہ ہوش و حواس
وہ محلوں کی چہلیں وہ گھر کا سماں
کبھی اپنی تنہائی کا غم کرے
بہانے سے دن رات سویا کرے
غرض ماہرخ اس پری کا تھا نام
وہ پریوں میں ازبسکہ تھی ذی احتشام
نئے کھانے اور میوے اقسام کے
نئے سوانگ اُنکے نئے راگ رنگ
شراب و کباب و بہار و نگار
اُسی غم میں گھل گھل کے رہتا تھا وہ
وہ بھی نازنیں بھی بہت عقلمند
تو اک کام کر اک پہر بھر کہیں
شتابی جاتی ہوں میں باپ پاس
کہ گر شہر کی طرف جائے کہیں
کہا کیونکہ میں تمکو جاؤنگا بھول
جو اُترے تو کل اُسکی یوں جوڑ کر
زمیں سے لگا اور تا آسماں
کہوں کیا میں اوس اسپ کی خوبیاں
نہ کھاوے نہ پیوے نہ سووے کبھی
نہ ہو بو کا نہ موتر لید کا خلل
یہ گھوڑا جو اوس کل کی تحریک کا
ہر اک طرف سے ہو گذرتا تھا وہ

یہ بیبی ہی لائی ہو تقصیر وار
غرض ٹھہری صحبت بغیر از خبر
کہ معشوق عاشق کے ہو اختیار
لیے وحشیوں کی طرح وہ اوداس
رہے روبرو دھیان میں ہر زماں
کبھی اپنے اوپر دعا دم کرے
نہو جب کوئی تب وہ رویا کرے
پدر سے کیا تھا یہ پوشیدہ کام
نئی چیز لاتی تھی اُسکے حضور
مہیا سب اسباب آرام کے
کہ تا دل لگے اور نہو جی تنگ
جوانی و مستی و بوس و کنار
سدا شمع ساں آہ کرتا تھا وہ
نہ کھلنے سے کچھ اُسکے ہوتی تھی بند
کیا کر ٹک اک سیر روئے زمیں
اکیلا تو رہتا ہے اس جا مدام
ویا دل کسی سے لگائے کہیں
مجھے جو کہا تمنے سب ہے قبول

پری ہو نہیں اور یہ پرستان ہے
پر اُسکو ہوئی شادی دل سے کہ غم
غرض دلکو جوں تیوں لگایا وہاں
کبھی اشک آنکھوں میں بھر لاوے وہ
وہ شفقت جو ماں باپ کی یاد آئے
کرے یاد حیف اپنے ناز و نعم
غرض اضطراب اُسکو ہر حال میں
کبھی گھر میں رہتی کبھی رہتی واں
عجائب غرائب پرستان کے
نئی کشتیاں روز پوشاک کی
شرابوں کے شیشے جو ہر طاق میں
نہ تھا اور غم کچھ تو اُسکو وہاں
پری وہ جو تھی دل لگائے ہوئے
کہا ایکدن اُسنے اے بے نظیر
تو کر سیر کچھ اپنے جیکو نہ بند
یہ گھوڑا تو کل کا دونگی کل کا تجھے
تو پھر حال ہو جو گنہگار کا
کہا ماہرخ نے کہ تم تیر تختے

داستان گھوڑے کی تعریف میں

پرندوں میں کب ہوں یہ ایسے بیاں
نہ بلائے نہ بیمار ہووے کبھی
نہ پیشانی اوپر ستارے کا بل
فلک سیر تھا نام اوس رخش کا
دہی اک پہر سیر کرتا تھا وہ

ذرا کل کو موڑے فلک پر ہوا
نہ ختری نہ کمری نہ شب کو وہ
نہ سائیں نہ نگن نہ بھونرے کا ڈر
شتاب وہ بے نظیر جہاں
پھر جسکا بچتا تو پھرتا شتاب

یہاں سب یہ قوم پری جان ہے
یہ ناچار کیا کر سکے وہ صنم
کہا اوسنے جو کچھ کہا اوسکو ہاں
کبھی سانس لیکر کہے ہائے وہ
تو رونا تو نکو رو رو کے دریا بہائے
فغاں زیر لب وہ کرے دمبدم
کہ جوں مرغ تڑپے نیا جال میں
کہ تا راز اُسکا نہووے عیاں
دکھاتی تھی ہر شب اسے آ کے
خوشامد صدا جان غمناک کی
گزر کو وہ کہ نکلے نہ آفاق میں
بغیر از غم دوری دوستاں
وہ بیٹھی تھی کم اُسکو ایذا ہووے
مرے دام میں تو ہوا ہے اسیر
نہ پہونچے کہیں تیرے جی کو گزند
ولیکن یہ ڈر ہے تو چھلیگا مجھے
وہی حال ہو تجھسے دلدار کا
کہ بخشا تجھے میں سلیماں کا تخت
جو برعکس جائے تو دوں موڑ تو
جہاں چاہیو جائیو تو وہاں
جو کہیے تو کہیے اُسے باد پا
نہ چکنا نہ لنگڑا نہ منہ زور وہ
ہر اک عیب سے وہ غرض بے خطر
اوسی رخش پر ہو کے جلوہ کناں
کہ پھر ٹھہر تھا ماہرخ کا عتاب

داستان وارد ہونا بے نظیر کا باغ مین بدر منیر کے

کرشمہ ہو تو ایسا ساقی شوخ رنگ
لگے توسن طبع کو پر لگا
ہوا تا گمان اوسکا اوجا گذر
وہ چھٹکی ہوئی چاندنی جابجا
یہ عالم جو بھایا تو کوٹھے پہ آ
جو دیکھا تو ایسا کچھ آیا نظر
کہ کچھ نیچے اوترا دئیے پانون وہ
تھے اطراف گنجان باہم درخت
جو دیکھی تو صحبت عجب ہے وہان
نئی جنس کی اپنے جو اوسکو بو
درو بام یک لخت سارے سپید
زمین کا طبق آسمان کا طبق

کہ آیا ہون مین بیٹھے بیٹھے بتنگ
مجھے یان سے لیچل فلک پر اوڑا
سہانا سا اک باغ آیا نظر
وہ جاڑے کی آمد وہ ٹھنڈی ہوا
اوتر اپنے گھوڑے سے اور سر جھکا
کہ سب کچھ گیا اوسکے جی سے اوٹھ
نظر سے بچائے ہوئے چھاؤن وہ
کہ لپٹے ہون جسطرح مشتاق سنگ
عجب چاندنی ہے عجب ہے سمان
لگا کہنے حیرت سے ہر ایک سو
ہر اک طاق محراب صبح امید
سنہرے روپہلے ہون جیسے ورق

پلا مجھکو دارو کوئی تیز تند
سنو اکدن کی یہ تم واردات
سفید ایک دیکھی عمارت بلند
وہ نکھرا فلک وہ مہ کا ظہور
لگا جھانکنے اوس مکان کے تئین
کہا جی سے اب تو کچھ ہو سو ہو
الگ گھوڑا ہاتھون سے وانکے کو اُڑ
لگا واں سے چھپ چھپ کے کرنے نظر
عجب صحن رنگین اور طرفہ محل
نظر آئی واں چاندنی کی بہار
معرق زمین پر تمامی کا فرش
بلورین دھرے ہر طرف سنگ فرش

کہ ہوتا چلا ہے مرا ذہن کند
اٹھا سیر کو بے نظیر ایک رات
کہ تھی نور مین چاندنی سے دو چند
لگا شام سے صبح تک وقت نور
کہ دیکھون تو یان کوئی ہے یا نہین
ذرا چلکے اس سیر کو دیکھ تو
چلا سایہ سایہ درختون کی آڑ
درختون سے جون ماہ ہو جلوہ گر
چلا دیکھتے ہی دل اوسکا نکل
کہ آنکھون نے یکبار کی خیرگی اختیار
جھلک جسکی ہے فرش سے تا بعرش
کہ جس سے منور ہے رنگ فرش

تصویر عمارت و باغ



آئی اوسکے عالم جو ہر دم نگاہ
اور آئی نظر اوسمیں اک تخت گاہ

کہیں دیکھا اوسکے تئیں ہوشمند
پری کو کیا ہیگا شیشے میں بند

لپیٹے ہوئے بادلوں سے درخت
زمین و ہوا صاحب تاج و تخت

لب نہر پر صاف جو غور کی
تو سیڑھی تھی وہ ایک بلور کی

سو عرض بڑا اوسمیں منقش جو
گرا وہ وان تنک سے بہ ریزہ ہو

غرض یہی صورت سے تاروں کو توڑ
زمین کو فلک کا بنایا تھا جوڑ

فقط چاندنی میں کہاں ... یہ
کہ قطرہ نہ جتنا ہے اور یہ

گل و غنچہ زرین و تاج و خروس
زمین چمن سب جیسے عروس

کھڑا ایک نگیرہ زرنگار
کہ تھے جسکی جھالر پہ موتی نثار

کھنچی ڈوری اک طرف زرتار کی
لڑی جون کناری کے ہوں ہار کی

معرق بچھی مسند اک جگمگی
کہ تھی چاندنی جسکے قدموں لگی

بلوریں صراحی و جام بلور
دل و دیدہ وقف تماشا و نور

چمن سارے داؤدیوں سے بھرے
جوانان شبو کے ہر جا پرے

اگر کیجے سایہ ادھر نگاہ
تو ہو وہ بھی جون سایۂ تیرہ تباہ

کروں کونسے حسن کو انتخاب
ہر اک آئینے میں وہی ماہتاب

نکل یہی وحدت سے کثرت میں آ
وہی نور ہے جلوہ گر جا بجا

طرح اوسکی ہر اک کی مانوس تھی
کہ گویا وہ شیشے کی فانوس تھی

ہر اک سمت وان نور کا ازدحام
لگے آئینے قد آدم تمام

ملبب وہ چوپڑ کی پاکیزہ نہر
پڑے چشمۂ ماہ سے جس میں لہر

بڑا اوسمیں فوارے چھٹتے ہوئے
ہوا بیچ موتی سے لٹتے ہوئے

نئے گود منقش چھوٹے بڑے
ہر اک جا ستارے اوڑا دیں گہر

ہوا ہیں وہ جگنو سے چمکیں بہم
لگیں جلوۂ مہ کو زیر قدم

زمانہ زرافشان ہوا زرفشان
زمیں سے لگا تا سما زرفشان

خرامان پری پوش ہر رہ روش
کریں دیکھکر جنکو مہر و مہ عشق

جڑاؤ دو استادے الماس کے
ڈھلے ایک سانچے کے اک راس کے

کہوں کیا میں جھالر کی اوسکی چمک
کہ سورج کی ہو گر دھجیلے کرن

نہ چھو سکے سماتے تھے تکیہ دھرے
کہ تھے وہ فقط حسن ہی سے بھرے

زمین نور کی آسمان نور کا
جدھر دیکھو ادھر سماں نور کا

ستاروں کا مہتاب میں حال یوں
کہ جوں تیکیاں میں قطرے ہوں جوں

کرے ہے نگہ جسطرف کو گذر
بجز نور آتا نہیں کچھ نظر

نظر جسطرف جائے نزدیک و دور
اوہی ایک سے کا ہے ہر جا ظہور

نئے رنگ سے ہر طرف ماہتاب
وہی ایک نکتہ کہ جسکی کتاب

حقیقت کی لیکن بصارت بھی ہو
کہ دیکھے نہ اوسکے سوا غیر کو

گلابی لے سر سامنے ساقیا
مہ چاردہ کو دکھا کر بلا

داستان تعریف بدر منیر اور عاشق ہونا بے نظیر کا

کروں اوس مکان کے مکین کا بیان
کہ ہے بعد خاتم نگین کا بیان

برس پندرہ ایک کا سن و سال
نہایت حسین اور صاحب جمال

خواصیں کھڑی ہیں ادھر اور ادھر تمام
ستاروں کا جون ماہ پر ازدحام

ادھر آسمان پر درخشندہ مہ
ادھر یہ زمین پر مہ چاردہ

نظر آئے اتنے جو اک جا دو چاند
زبانوں کے منہ کو لگے چار چاند

کروں اوسکی پشواز کا کیا بیان
فقط اک پشواز آب رواں

اور اک اوڑھنی جون ہوا کا حباب
جسے دیکھ شبنم کو آوے حجاب

نظر کام کر جائے نزدیک و دور
کہ دیکھے سے جسکے ہو دل کو سرور

وہاں تھی اک مسند آب حسن
وہ مسند جو تھی موج دریائے حسن

سر نہر بیٹھی تھی انداز سے
دیے کہنی تکیہ پہ اک ناز سے

دل اوس چاندنی پر لگائے ہوئے
وہ بیٹھی تھی یہ دھج بنائے ہوئے

لگے لوٹنے چاند ہر نہر میں
بڑا عکس دو نوں کا جو نہر میں

کہ مہ روبرو جسکے تھا خاک پا
عجب طرح کا حسن تھا جا بجا

لگے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں تل
برس موتیوں کی تھی سنجاف گل

لڑی سر سے کاندھے پہ ڈھلکی ہوئی
صباحت صفا اوسمیں جھلکی ہوئی

گریبان تھا تکمہ اک الماس کا
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا
جھلکتا پائجامہ کی دامن سے یون
کہ روشن ہو فانوس میں شمع جون
وہ ترزیب اور چاند سا وہ بدن
وہ بازو یہ ڈھلکے ہوے نور تن
وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگاں کی نوک
کہ پھول کی او باس کی جھوک
لگا دھکدکی کا جڑاؤ است لڑا
سراسر گلا حسن اوسکے پڑا
تنا اوسکے موتی نے گرد گل
کہ جون شبنم آلودہ ہو برگ گل
جواہر سے نیچے کی ہیکل جڑی
کمر اور کولے کے نیچے پڑی
کیسے کہاں ہاتھ وہ پانوں کے
جواہر جہاں پانو پڑ جائے جاے
سب اعضا بدن کے موافق درست
ہر اک کام میں وہ چالاک چست
وہ مکھڑا جسے دیکھ مہ داغ کھائے
وہ نقشہ کہ تصویر کو حیرت آئے
کچھ اک تمکنت اور کچھ اک بانکپن
غرض ہر طرح میں انوکھی پھبن
تغافل حیا ناز و غمزہ غرور
ہر اک بے موقع پہ وقت ضرور
وہ ابرو کہ محراب تھا ان حسن
جھکی شاخ نخل گلستان حسن
در گوش جب دیکھا تابندہ ہو
ہمیشہ کا دل صاف شرمندہ ہو
وہ رخسار نازک کہ ہو جائے لال
اگر اوس پہ بوسہ کا گذرے خیال
وہ ساعد وہ بازو وہ گر گول گول
برابر ہو الماس کے جسکا مول
زبس مشک آئینہ تھا اوسکا تن
کہے تو کہ تھی ناف عکس ذقن
وہ زانو کہ آجائے گر اوسپہ ہاتھ
رہے عمر بھر ہاتھ زانو کے ساتھ
قد و قامت آفت کا ٹکڑا تمام
قیامت کرے جسکو جھککر سلام
بنا ایک کیسی ہی گو چال لاکھ
کہاں پر وہ رفتار کو اوسکی پائے
عجب لطف پا صاف انگشت پا
کف پا دکھا دے سر پشت پا
یہ قدرت کا دیکھا جو اوس نے خیال
کہا شاہزادے نے یا ذوالجلال
جو دیکھے تو ہے اک جوان حسین
درختونکی ہے اوٹ میں مہ جبین
ہیں ایک سے ایک ان سبکے سب
پھرین برگ گل کیطرح غنچہ لب
کسی نے کہا کچھ نہ کچھ ہے بلا
کسی نے کہا چاند ہے یان چھپا

وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار
نیا باغ اور ابتدا کی بہار
صفائی یہ پوشاک کی دیکھو
نظر سوچ میں ہے کہ میلی نہ ہو
جڑاؤ وہ بانے کہ ہاے کا اشک
وہ موتی کے مانے کہ عاشق کا اشک
وہ موتی کا دو لڑا وہ موتیکا ہار
سدا اشک غمدیدہ جسپر نثار
جڑاؤ دکتی وہ چنپا کلی
لہے جس سے الماس کو تپ کلی
جہانگیر یونکا کرون کیا بیان
کہ اوٹھتی تھی ہاتھوں سے جسکی فغان
فقط موتیونکی لڑی پازیب
کہ جسکے قدم سے گری پازیب
سراپا اگر ہو زبان میرا تن
سراپا میں اوسکے کرون کیا سخن
جہاں راستی چاہیے راستی
کجی جسجگہ چاہیے وان کجی
جو کچھ چاہیے ٹھیک تکسک سے انگ
نزاکت بھرا سیوتی کا سا رنگ
کرشمہ ادا غمزہ ہر آن میں
غرض دلبری اوسکے فرمان میں
تبسم تکلم ترحم ستم
موافق ہر اک حوصلے کے کرم
نگہ آفت و چشم عین بلا
مژہ دین صفونکو اولٹ پر بلا
وہ بینی کہ جسکی نہیں کچھ نظیر
ہے انگشت قدرت کی سیدھی لکیر
نہیں رطب و یابس کا یان کچھ حساب
بیاض گلو سے کے سب انتخاب
وہ دست حنا بستہ خوبی کا باب
شفق میں ہو جون نسخہ آفتاب
کمر کو کہوں کیونکہ ہیں اوسکی ہیچ
نہ آوے نظر تو ہے قسمت کا پیچ
وہ ساق بلورین وہ انداز پا
بھرے ہے سحر جسم و دم میں سدا
وہ اٹکھیلیاں اور وہ اوسکی چال
کہ دل جس سے عالم کا ہو پائمال
بلا ایک چال اوسکی کیونکر چلے
یہ انداز سب اوسکے پانوں تلے
معرق جواہر سے اک تخت فرش
نہ وہ ہفت پا نہ کہ ہفت کشور
درختوں نے وہ دیکھا تھا جہان
کسی کی نظر جا پڑی ناگہان
یہ چرچا جو پھیلا تو ظاہر ہوا
ہر اک حال سے اوسکے ماہر ہوا
جو دیکھیں تو شعلہ سا روشن ہے کچھ
درختوں کا روشن سا آنگن ہے کچھ
کسی نے کہا ہے پری یا کہ جن
کسی نے کہا ہے قیامت کا دن

لگی کہنے ناتھا کوئی اپنا کوٹ
ستارا پڑا ہو فلک سے یہ ٹوٹ
کسی نے کہا دیکھیو اے بوا
کھڑا ہو کوئی صاف یہ مردوا
یہ آپس میں باتیں جو ہونے لگیں
اشاروں سے کہا باتیں جو ہونے لگیں
کہا میں تو دیکھوں یہ کہکر اٹھی
گیا سنسنا جی تو رہ کر اٹھی
کچھ اک خوف سے ہول کھاتی ہوئی
دھڑکانے دل کی مٹاتی ہوئی
گئیں جب وہ کرکے دل اپنا کرخت
وہاں جسجگہ تھے وہ باہم درخت
سرکنے لگی واں سے نہ جاگہ نہ ٹھانو
دیے حیرت عشق نے گاڑ پانو
نئی پشت لب سے مسی کی نمود
جسے دیکھ نیلا ہو چرخ کبود
تمامی کی سنجاف جلوہ کناں
کہ جوں عکس سے زیب آب رواں
عجب پیچ پر پیچ بیٹھے تھے بل
کہ ہر پیچ پر پیچ کھاتا تھا دل
وہ موتی کا تکمن زمرد کی پر
لٹک جسکی زیبندہ دستار پر
اگر الماس کی ہاتھ انگشتری
سراسر حنا دست پا میں لگی
بدن آئنہ سا دمکتا ہوا
گل باغ خوبی مہکتا ہوا
قیافے سے ظاہر سراپا شعور
جبیں پر برستا شجاعت کا نور
یہ عالم جو دیکھا تو غش کر گئیں
وہ چتون کہ آنکھیں تھیں سب سرمگیں
عجب سیر ہے سیر مہتاب میں
یہ عالم تو دیکھا نہیں خواب میں
اوٹھا پائے گلگوں کو جلدی لگا
نہ جانے کہیں ہاتھ سے یہ پیا
گئی اوسجگہ جب وہ بدر منیر
ور اوسنے جو دیکھا شہ بینظیر
غرض بینظیر اور بدر منیر
گرے دونوں آپس میں ہو کر اسیر
تھی ہمراہ آک اوسکے دخت وزیر
نہایت ہوئیں پر قیامت شریر
شتابی سے اوسنے چھڑکا گلاب
تب آئی تنوں میں ذرا اونکے تاب
وہ شہزادہ دیکھ اوسکے رخ کو ٹھٹھک
وہیں رہ گیا نقش پا سا جھجک
چلی اوسکے آگے سے منہ موڑ کر
وہ گدی وہ شانے وہ پشت کمر

ہوئی صبح شب کا گیا اٹھ حجاب
درختوں میں نکلا ہے یہ آفتاب
کسی نے کہا یہ تو دلدار ہے
کسی نے کہا کچھ یہ اسرار ہے
گئی بات یہ شاہزادے کے گوش
یہ سنتے ہی جاتا رہا اوسکا ہوش
خواصوں کے کاندھے پہ رکھ اپنا ہاتھ
عجب اک ادا سے چلیں ساتھ ساتھ
گئی ہمدمیں تھیں جو کچھ وہ پریں
دعائیں وہ پڑھ پڑھ کے آگے بڑھیں
جو دیکھیں تو ہے اک جوان حسین
کھڑا ہے وہ آئینہ سا مہ جبیں
برس پندرہ یا کہ سولہ کا سن
جوانی کی راتیں مرادوں کے دن
لگا ہیں پڑا نیمہ شبنم کا ایک
بدن سے عیاں نور عالم کا ایک
طرحدار اک سر پہ پھینٹا سجا
تمامی کا ٹکڑا کمر سے بندھا
جواہر کا تکمہ گلے میں بندھا
ستارہ ہو جوں صبح کا جگمگا
وہ گورا بدن صاف ترکیب وار
بھریں ڈنڈ پر نور تن کی بہار
عیاں جس سے دیکھی گئی گات سے
نمود جوانی ہر اک بات سے
اگر زلف کی اور کاکل کا بل
جوانی کی شب اور سہانا محل
موئے عشق کی تیغ کھائے ہوئے
کھڑا دل کسی پر لگائے ہوئے
شتابی سے جا کر کہا اوسکا حال
کہ اے شاہزادی صاحب کمال
لگے سے ہمارے نمانو کی تم
جو دیکھو گی آنکھوں تو جانو گی تم
نہیں اور کچھ تم نہ کچھ اور بس
چلی آؤ تم ان درختوں کے پاس
گئے دیکھتے ہی سب آپس میں کس
نظر سے نظر جی سے جی دل سے دل
رہی کچھ نہ تن من کی سدھ بدھ اسے
نہ کچھ اپنے تن کی رہی سدھ اسے
برس تھی ستارہ سی وہ دلربا
اوسے لوگ کہتے تھے نجم النسا
وہ اوٹھے تو اوٹھی یہ حیران سی
گل شبنم آلودہ گریاں سی
کہ وہ نازنیں بھی جھجک منہ چھپا
کمر اور چوٹی کا عالم دکھا
دہیں نیم بسمل اوسے چھوڑ کر
وہ چوٹی کا کوے یہ آنا نظر

داستان زلف اور چوٹی کی تعریف میں

پلا ساقیا ساغر مشکبو
کہ ہو مجھکو درپیش تعریف مو
سر شام سے دے پیالہ شراب
کہ مستی میں دیکھوں رخ آفتاب

اگر دن اوسکے بالونکا کیا ہین بیان
نہ دیکھا کسی رات مین یہ سمان

وہ کنگھی وہ چوٹی وہ کھنچی صاف صاف
کناری کا پیچھے جھمکنا موباف

نمایان ہو یون روشنی سے جھلک
کہ جون ابر مین برق کی ہو چمک

سنگارونمین وہ سب سے گوہر تمام
یہ کہتے ہین جو ٹیکا اوسکو سنگار

گل و سنبل اوس سر سے قربان ہے
کہ اوسکی لٹک مین عجب آن ہے

وے ہاتھ آتا ہے اوسکا گتھن
کہ ہے فی الحقیقت وہ کالے کا من

وہ بیٹھ اوسکی شفاف آئینہ سان
کس اوپر وہ چوٹی کا پڑنا وہان

بھری تھی دو لونسے اوس سکی مانگ
بہت دل لیے اوسکی کنگھی نے مانگ

کشاکش مین تھا ورنہ جیسا ہے پیچ
بلا کو رکھا اوسنے ڈھیلا ہی پیچ

کرے سرخ جو کوئی اوسمین موباف
کرے خون دل اپنا اوسکو معاف

کہاں تک کہون اوسکی چوٹی کی بات
کہ تھوڑا ہے سوانگ اور بڑی ہے یہ رات

بہت موشگافی جو کی ہین نے یان
گھٹا ٹیکی جاگہ نہ تھی درمیان

اب اس پیچ سے باہر آتا ہو نمین
سمان ایک تازہ دکھاتا ہو نمین

ادا مین سب اپنی دکھاتی چلی
چھپا منہ کو اور مسکراتی چلی

یہ ہے کون کمبخت آیا یہان
مین اب چھوڑ گھر اپنا جاؤن کہان

دیا ہاتھ سے چھوڑ پردہ شتاب
چھپا ابر تاریک مین آفتاب

مجھے جو ستاتے تو خوش آتے نہین
برے ناز بیجا یہ بھاتے نہین

کیا ہے اگر تو نے گھایل اسے
تو مت چھوڑ اب نیم بسمل اسے

مئے عیش کا جام اب نوش کر
غم دین و دنیا فراموش کر

کہان یہ جوانی کہان یہ بہار
یہ جوبن کا عالم رہے یادگار

سمجھ لے تو دنیا کے ہین کاروبار
وہ ہے حاصل عمر ہے وصل یار

کہان جاہ والے ہین یہ عزیز
اری باولی جاہ مین کر تمیز

شتابی سے مجلس کو تیار کر
تو اس گل سے گھر رشک گلزار کر

شب و روز پی ملکے جام شراب
مہ و مہر کو رشک سے کر کباب

مین سمجھی ترا دل گیا ہے اودھر
بہانے تو کرتی ہے کیون مجھپہ دھر

وہ بیفن کہ دل جسمین اولجھا رہے
اولجھنے سے جی جسکے سلجھا رہے

کہون اوسکی چوٹی کا کیا رنگ ڈھنگ
کہ جون آخری شب ہو چھٹکا کا رنگ

موباف زری نے کیا ہے غضب
دیا ہے گرہ دلکو دنبال شب

ہو کیونکہ چوٹی کا رتبہ بڑا
کہ اک نور رہتا ہے اسکے پیچھے پڑا

لڑی تھی زبس سحر سے اوسکے ساتھ
شب و روز کو دے رکھا اسنے گانٹھ

او لٹکن نہ دیکھے آوے ہوشیار
کہ وہ اک ستارہ ہے دنبالہ دار

کہون اوسکے عالم کا کیا ماجرا
کہ جون ہووے دریا پہ کالی گھٹا

دل عاشق اوس سر سے قربان ہے
کہ مشاطہ کا سر پہ احسان ہے

غرض حسن کا اوسکے ہے سب یہ بھید
جو چاہے کرے وہ سیاہ و سفید

کیا قتل گو اوسنے دلکو تو کیا
شفق کا نہین کام پر خون بہا

دیا شعر کو گرچہ ہے بار طول
ولیکن یہ ہے عرض میری قبول

تس اوپر جو بوری نہ بیٹھی مثال
ہوئی ہے مری فکر مجھپر وبال

غرض وہ مری جب کھاتے نہ بال
تو گویا کہ بار محبت کا جال

غضب منہ پہ ظاہر و لے دلمین چاہ
نہان آہ آہ اور عیان واہ واہ

یہ کیسی ہوئی آنکھی آن مین
چھپی جا کے اپنے وہ دالان مین

لگاتے ہین آئی وہ جھٹ نذیر
لگی ہنسکے کہنے نہ بدر منیر

مرے طرف تکنے کہو ہائے ہائے
مثل ہے کہ من بھائے منڈیا ہلائے

نہ کر اک خطا وہ ٹھاز مندگانی کا تو
مزا دیکھ اپنی جوانی کا تو

یہ حسن و جوانی یہ جوش و خروش
غفورست ایزد تو ساغر بنوش

سدا عیش دوران دکھاتا نہین
گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین

خوشا وہ زمانہ کہ دو اک جگہ
کرین یکدگر جلوہ مہر و مہ

ترے گھر مین آیا ہے مہمان غریب
یہ ہے واردات عجیب و غریب

بلا ساقیان گل اندام کو
لگا ساتھ گردش مین لا جام کو

یہ سن سن کے وہ نازنین مسکرا
لگی کہنے اچھی بھلا ری بھلا

لگی کہنے ہنس ہنسکے وہ ہاتھ تو
ہوئی تھی اوسے دیکھ مین ہی عشق کو

تمہیں نے تو چھڑکا تھا مجھ پر گلاب
بھلا میری خاطر پلا یہ شراب

یہ آپس میں مزے کی باتیں ہوئیں
اشارات کی باہم جو گھاتیں ہوئیں

پلا لائی جام اس جوان کے تئیں
کیا میزبان میہمان کے تئیں

پلا اک مکاں میں بٹھایا اسے
محل کا سماں سب دکھایا اسے

پھر اس نازنیں نے پکڑ اسکا ہاتھ
بٹھایا ہی آخر اسے گل کے ساتھ

داستان ملاقات کرنا بدر منیر کا منیظیر سے

پلا ساقیا مجھکو صہبائے عیش
لی ہے نصیبوں نے یاں جائے عیش

بہم مل کے بیٹھے ہیں دو رشک مہ
قران مہ و مہر ہے اس جگہ

سرا سبز رشک گلستان ہے آج
بہار وصال عزیزاں ہے آج

بزور اسکو لاکر بٹھایا وہاں
نہ پوچھ اسگھڑی کی ادا کا بیاں

وہ بیٹھی عجب ایک انداز سے
بدن کو چرائے ہوئے ناز سے

منہ آنچل سے اپنا چھپائے ہوئے
لجائے ہوئے شرم کھائے ہوئے

پسینا پسینا ہوا سب بدن
کہ جوں شبنم آلودہ ہو یاسمن

گھڑی دو تلک وہ مہ آفتاب
رہے شرم سے پائے بند حجاب

انھوں کے دسنے کے بیٹھنے سے خفا
ہوئی دلہن آپ وہ نجم النسا

گلابی کو لا اسکے آگے دھرا
پیالے کو پھر جلد اسنے بھرا

کہا شاہزادی کو بیٹھی ہی کیا
یہ پیالہ تو اس بت کے منہ سے لگا

ذرا میری خاطر سے منہ میں لی تو
لب لعل شیریں کو ٹک کھول تو

میں صدقے ترے تجھکو میری قسم
کئی ساغر اسکو پلا دمبدم

یہ دیکھ اسکی منت پیالہ اٹھا
ادھر سے پھرا منہ کو اور مسکرا

کہا بادہ نوشی سے ہو جسکو ذوق
پیے یہ پیالہ نہیں اسکا شوق

کہا شاہزادے نے ہنسکے یوں
پیو تم میں کیسکے نہ ہو رے کیوں

غرض ہو گئے آپس میں راز و نیاز
پیے دو پیالے بصد امتیاز

پھر آخر کو شہزادے نے بھی اٹھا
پیالہ بھرا اور اسکو دیا

جب آپس میں چلنے لگے جام مل
ہنسے غنچہ ساں دل کھلے مثل گل

ہوئی یکدگر پھر تو تفتیش حال
لگے ہونے آپس میں قال و مقال

کھلا بند جسدم در گفتگو
جواں نے حقیقت کہی مو بمو

کہی ابتدا سے جو گذری تھی سب
جتایا سب اپنا حسب اور نسب

پری کا بھی جو حال ظاہر کیا
چھپے راز سے اسکو ماہر کیا

کہا اک پہر کی ہے رخصت مجھے
زیادہ نہیں اس سے فرصت مجھے

یہ سن دل ہی دل بیچ کھا پیچ و تاب
دیا شاہزادی نے اسکو جواب

مرو تم پری پر وہ تم پر مرے
بس اب تم ذرا مجھسے بیٹھو پرے

میں اسطرح کا دل لگاتی نہیں
یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

عبث تمسے دل کو لگاوے کوئی
بھلا جیتے جی دل کو جلاوے کوئی

بھری شمع ساں کیوں کوئی آہ سے
جلے کسلیے آتش رشک سے

یہ سن پاؤں پر گر پڑا منیظر
کہا کیا کروں آہ بدر منیر

کوئی لاکھ جی سے ہو مجھ پر فدا
میں تجھ پر فدا ہوں مجھے اس سے کیا

کہا چل پرے اپنا قدم پر نہ دھر
کسیکے مجھے جی کی کیا ہے خبر

یہ رمز و کنائے جو ہونے لگے
تو آپس میں ہنس ہنس کے رونے لگے

رہی دل ہی دل میں غرض دل کی بات
پہر بھر گئی اتنے عرصے میں رات

خبر رات کی سن اٹھا بے نظیر
کہا اب میں جاتا ہوں بدر منیر

اگر قید سے چھوٹنے پاؤنگا
تو پھر آج کے وقت کل آؤنگا

یہ مت سمجھیو ہوں میں آرام میں
کروں کیا پھنسا ہوں عجب دام میں

دل اسجا سے اٹھنے کو کرتا نہیں
کوئی آپ سے جان تا ہے نہیں

کرم مجھ پہ رکھیو ذرا میری جان
میں دل چھوڑے جاتا ہوں اپنا یہاں

یہ کہکر اس طرف وہ روانہ ہوا
دل اس طرف اسکا دوانہ ہوا

گیا اپنے معمول سے منیظر
ادھر کا ہوا قید ادھر کا اسیر

پری ساتھ کاٹی وہ جوں تیسی رات
اٹھا صبح ملتا ہوا اپنے ہات

سماں شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا
مزہ دل میں سارا سمایا ہوا

اٹھے سوتے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب
نہ ہو وصل اور دل کو ہو اضطراب

نئی بانکا لطف پانا غضب
وہ پہلے ہیں دل لگانا غضب

محبت میں زلف سیہ فام کی
لگا دیکھنے راہ پھر شام کی

ادھر کا تو احوال تھا اسطرح
کہا میں نے کر مختصر جس طرح

وہ شب اُسکو اندوہ و غم میں کٹی
گھڑی جو کٹی سو الم میں کٹی

کچھ امید دلمیں کچھ اک دنکو یاس
لبوں پر ہنسی ایک چہرہ اُداس

یہ تو آج کر خوب بنا سنگار
مجھے حسن کی اپنے دکھلا بہار

کروں کسکی خاطر میں اپنا سنگار
وہ ہی کون جسکو دکھاؤں بہار

نہا دھو کے اُس روز ایسی بنی
کہ دو دنکی پیچ ہو جیسی بنی

وہ مسّی وہ اُسکے لب لعل فام
سواد دیار بدخشاں کی شام

ستم لیسے سرمے کی تحریر سی
کھنچی ہاتھ کاذب کے شمشیر سی

وہ گیسو اک ڈھنگ کی کلگی
ستاروں کی تھی آنکھ جسپر لگی

جو دیکھے وہ مانگ جواہر نگار
فرشتے لے ہاتھ بے اختیار

ڈلک ٹیک بینفشی کی اوبھری ہوئی
گلابی سی گرد ایک دی ہوئی

پڑی پاؤں میں کفش زرین نگار
ستاروں کی جسکی زمین پر بہار

کنگھی ہوئی وہ ترکیب اور وہ بدن
وہ پوشاک زیور کی اوس پر پھبن

بھری مانگ موتی سی جلوہ کناں
نمایاں شب تیرہ میں کہکشاں

ہلوس ہم نہ دیکھا اُسکے زیور کو پھر
کہے تو کہ ٹیکا تھا اُسکے سر

وہ ٹیکا کہ بعید آب و تاب
وہ صبح گلو مطلع آفتاب

وہ چھاتی پہ الماس کی دھکدکی
ہے آنکھ سورج کی جسپر جھکی

وہ الماس کی ہیکل اک خوشنما
تصور ہے جسکا دلسے لگا

وہ پہونچی لسرکی اور دستبند
نزاکت میں تھی شاخ گل سے دوچند

وہ مہندی کے پانوں میں چھلّے کے گل
کہ آنکھوں سے دل اونکے کھاتے تھے گل

زمین سے معطر ہوا تا فلک
زمانہ گیا اُسکی بو سے مہک

فلک تک گئی حسن کی اُسکی دھوم
لیا ہاتھ مشاطہ نے اپنا چوم

بچھا فرش اور کر چھپر کھٹ کو صاف
مرصع کا اُسپر اوڑھا کر غلاف

قلق دلپہ بیٹھنے کے روز و شب
دکھائے منہ شمع شب افروز کب

وہ دن ہجر کا اوس پہ شامت ہوا
اوسے کاٹنا دن قیامت ہوا

ذرا اب سنو تم ادھر کا بیان
ہوا طرف ثانی کا کیا حال وان

رہی صورت آنکھوں میں جو یار کی
ہوئی یاد میں صبح رخسار کی

لگا اُسکو پاتو نہیں نجم النسا
لگی کہنے جی چاہتا ہے مرا

لگی کہنے چل ری دوانی تہو
کوئی چیز اپنی بگانی نہ ہو

غرض شاہزادی بہت دور تھی
یہ مشکل اُسکو بیھی منظور تھی

وہ مکھڑے کا عالم وہ کنگھی کا رنگ
شب ماہ وہ ہو دیکھکر جسکو دنگ

وہ آنکھوں کا عالم وہ کاجل غضب
کہے تو پڑی کہستان میں شب

لکھوٹا وہ پانوں کا مسی کے ساتھ
کہ جیون دامن شب شفق کے ہو ہاتھ

اور اک اوڑھنی خالی مقیش کی
اُڑی چاندنی سی مہلیش کی

وہ باریک کرتی مثال ہوا
عیاں مو بمو جسمیں تن کی صفا

مغرق زری کا وہ شلوار بند
ثریا سے تابندگی میں دوچند

لگا پا سے وہ نازنیں تا بفرق
ہرا پا جواہر کے دریا میں غرق

وہ چھب تختی اُسکی نزاکت نہاد
چمن زار قدرت میں نخل مراد

وہ ملتھے پہ ٹیکی کی اوسکی جھلک
سحر چاند تاروں کی جیسے چمک

وہ بالیکی تابندگی زیر گوش
جسے دیکھ اُڑ جائیں بجلی کے ہوش

وہ نکمے پہ چنپاکلی کی بعین
کہ سورج کے آگے ہو جیسی کرن

وہ موتی کے مالے لٹکتے ہوئے
رہیں دل جہاں سر پٹکتے ہوئے

وہ بھجبند بازو کے اور نورتن
کہ جوں گل سے ہو شاخ زیر چمن

وہ نعلو نکی پازیب و بیرہ دار
سدا اشک خوں میں ہو جسپر نثار

وہ پانوں کی بو رشک مشک ختن
وہ ڈوبا ہوا عطر میں اُسکا تن

کیا اسطرح جب اُسنے سنگار
ہوے مہرومہ اُسکے منہ پر نثار

خواصوں نے گھر کو دیا انتظام
تمامی کے پردے لگائے تمام

وہ نرگس کے دستے جو آفاق میں
نہ نکلیں سولا کر چنے طاق میں

ولایت کے میوے دہرے ہر طرف
کہ لیجاوے بو اونکی گل برطرف

دہرے تخلیے خاص ایوان مین
ہوا ہوگئی عطر دالان مین

دہرین کیاریان اکطرف بیشمار
چنی اکطرف ڈالیونکی قطار

اچار اور مربے دہرے خوشنما
وہ باہر کے دالان مین جابجا

چھپرکھٹ کے پاس ایک مسند بچھا
اور اوسپر تمامی سے تکیے لگا

چنگیرین بنا اور رکھ پاندان
قرینے سے اوسمین رکھے ہار پان

کئی عطردان پان مرصع دہرے
انوکھی گڑہت کے کئی چوگھڑے

سرہانے مجلد دہری اک کتاب
ظہوری نظیری کا کل انتخاب

دہری اک بیاض اور رنگین چمن
پر از شعر سودا و میر حسن

قلمدان بھی اک نزاکت بھرا
قرینے سے زیر چھپرکھٹ دہرا

دہرا اکطرف گنجفہ خوش قماش
دہری چوپڑ اکطرف کو غم تراش

لگی ایک چوکی طلا تورہ پوش
کرین دیکھکر غش جسے بادہ نوش

صراحی و ساغر شراب و کباب
دہرا اوسپہ ساقی نے کر انتخاب

ظروف اوسپہ رکھا چھپائے ہوئے
کہ چھوئے نہین منہ لگائے ہوئے

کہا خاصہ بر کو خبردار کر
کہ رکھیو تو خاصے کو طیار کر

یہ سب کچھ ہوا جبکہ آراستہ
خرامان ہوا سرو نوخاستہ

شگوفے کے ہاتھ مین اک چھڑی
ولیکن چھڑی وہ کہ جگنو جڑی

روش پر لگی پھرنے ادہر اودہر
کہ چھپ جائے سورج اوسے دیکھکر

داستان بے نظیر کے آنے کی اور باہم صحبت کرنے کی

پلا مجھکو ساقی شراب وصال
کہ اب ہجر سے تنگ ہے میرا حال

تڑپتا اودہر تھا جو وہ منتظر
ہوئی شام بارے تو چھوٹا اسیر

پر اوسنے بھی اتنا تکلف کیا
کہ اک دن مین جوڑے کو دھانی رنگا

تمامی کی سنجاب سے کر درست
بنا جلد جلد اور نہین تنگ و چست

پہن لعل و یاقوت کے نو رتن
وہ گل سطح ہو کہ رشک چمن

فلک سیر پر ہو شتابی سوار
ہوا آسمانپر ہوا ایک بار

یکایک جو وارد ہوا اوس جگہ
کہ جسجا خرامان تھی وہ رشک مہ

نظر نازنین کی جو اوسپر پڑی
ہوئی جا درختونکے اوجھل کھڑی

کیا جھکے عالم پہ جو اوسنے دھیان
تو دیکھا عجب رنگ سے وہ جوان

کہ دھانی ہے جوڑا گلے مین پڑا
چھپا سبزہ مین چاند سا ہے کھڑا

کہے تو کہ تب چاند نے آنکے
نکالا ہے منہ کھیت سے دھان کے

وہ حسن اوس پوشاک اور وہ شباب
زمرد مین جون جلوۂ آفتاب

سماں دیکھا اوس شعلۂ حسن کا
ہوئی اور جلنے کی دونی ہوا

خواصین جو تھین ہٹ گئین جانکے
کہا ایک ہمراز نے آنکے

کہ اب کسطرف انکو لیجائیے
جہان حکم ہو جاکے ٹھہرائیے

کہا وہ جو آراستہ ہے مکان
ادہر سے تو وون ہوکے لیجا وہان

کہے کے موجب اٹھا کر نقاب
چھپا اوسکو وان لا بٹھا لا شتاب

وہ بیٹھا جو خلوت مین آ منتظر
اور ایدہر سے آئی جو بدر منیر

اوسے دیکھ اوسنے تو پھر غش کیا
لباس اور زیور سے غش غش کیا

زبس جو صبا نے جو تنگی سی کی
حیا عشق نے خانہ جنگی سی کی

پکڑ ہاتھ مسند پہ کھینچا اوسے
محبت کے رشتے سے اینچا اوسے

لگی کہنے ہے ہے مرا چھوٹا ہاتھ
یہ گرمی ہے جس سے رہے اسکے ساتھ

تڑپتا ہے کب سے پڑا میرا دل
ذرا کھول آغوش اور مجھسے مل

غرض آخرش بعد راز و نیاز
وہ مسند پہ بیٹھی بصد امتیاز

ہوا پھر تو صہبائے گلگون کا دور
ہوئے اور ہی اور کچھ اونکے طور

ہوئے جبکہ بدمست وہ ماہرو
لگی اونمین ہونے عجب گفتگو

کہ دستے جو نرگس کے وان تھے نثار
لگے ڈھانپنے آنکھ بے اختیار

خواصین جو تھین وہ پرے ہٹ گئین
بہانے سے ہر کام کے ہٹ گئین

غرض رفتہ رفتہ وہ مدہوش ہو
چھپرکھٹ میں لیٹے ہم آغوش ہو

لیا کھینچ انھوں نے جو پردہ شتاب
چھپے ایک جا دو مہ و آفتاب

لگی ہونے بے پردہ جو چھیڑ چھاڑ
در حسن کے کھل گئے دو کواڑ

لگے پینے باہم شراب وصال
ہوئے نخل امید سے وہ نہال

لبوں سے لب و ذہن سے دہن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

لگی آنکھ سے آنکھ خوشحال ہو
گئیں حسرتیں دلکی پامال ہو

لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کیساتھ
چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ

کسیکی گئی چولی آگے سے چل
کسیکی گئی چین ساری نکل

غم و درد دامن کشیدہ ہوئے
وہ گل نارسیدہ رسیدہ ہوئے

اوٹھے پیکے باہم شراب امید
کوئی سرخرو اور کوئی روسپید

چھپرکھٹ سے باہر رکھا اپنے قدم
نکل آئے بھرتے محبت کا دم

نشہ سے وہ لذت کے بیہوش ہو
گئے بیٹھ مسند پہ خاموش ہو

عرق میں ادھر غرق وہ مہ جبین
کیے آنکھ نیچی ادھر نازنین

یہ بیٹھے تھے خوش ہو کے باہم ادھر
کہ اتنے میں ادھر سے باجا گجر

پھر کر وہ بیٹھے اوٹھا بینظیر
ہوئی غم کی تصویر بدر منیر

نہ بولی نہ کی بات نے کچھ کہا
نہ دیکھا ادھر آنکھ اپنی اوٹھا

کہا جب مجھے پیارے نہ بیزار ہو
پھر آونگا بولی کہ مختار ہو

خفا اسکے ہونیسے وہ نوجوان
گیا تو وے اسمعہ پہ افسردہ جان

ہوے دل جو دونوکے آپس میں بند
لگے ہجر سے دلپہ آنے گزند

بندھا پھر تو معمول اسکا مدام
کہ ہر روز آتا ادھر وقت شام

پھر رات تک ہنسنا اور بولنا
در حسن اور عشق کو کھولنا

کبھی ہجر سے انکے ہونا ملول
کبھی وصل میں بیٹھنا پھول پھول

داستان خبر پانا ماہ رخ کا زبانی دیو کے عشق بینظیر اور بدر منیر سے اور قید کرنا بینظیر کو

پلا جلد ساقی مجھے بھر کے جام
کہ ہے چرخ کبھی درپے انتقام

یہ دو دلکو اکجا بٹھاتا نہیں
کسیکا اسے وصل بھاتا نہیں

یہ ہے دشمن وصل و دلسوز ہجر
کرے ہے شب وصل کو روز ہجر

جدائی انھونکی خوش آئی اسے
پھر اتنی بھی صحبت نہ بھائی اسے

کسی دیو نے دی پری کو خبر
کہ معشوق عاشق ہوا اور پر

یہ سنکر وہ شعلہ بھبھوکا ہوئی
لگی کہنے ہیں یہ بلا کیا ہوئی

قسم تجکو حضرت سلیمان کی
ہوئی دشمن اپنے سگی میں جانکی

کہا دیو سے دے مجھے تو بتا
کہا وہ کسی باغ میں تھا کھڑا

کوئی نازنین سی تھی اک اسکے ساتھ
کھڑی تھی دیے ہاتھ میں اسکے ہاتھ

قضارا اوڑا میں جو ہو کر ادھر
وہ دونوں مجھے واں پڑے تھے نظر

یہ اوڑتی سی اسکو خبر سن پڑی
کہا دیکھنے پاؤں اسکو ذری

تو کھا جاؤں کچا اوسے مت ہو
لگی ہے مری تب وہ سوت ہو

وہ آوے تو آگے مرے نابکار
گریبانکو اوسکے کردن تار تار

یہی قول و اقرار تھا میرے ساتھ
بھلا اسکا دامن ہے اور میرا ہاتھ

ہمارے بزرگوں نے سچ ہے کہا
کہ ہر آدمی زاد کم ہے وفا

غضبناک بیٹھی تھی یہ تو ادھر
کہ اتنے میں آیا وہ رشک قمر

اسے دیکھ غصے میں وہ ڈر گیا
کہے تو کہ جیتے ہی جی مر گیا

بلا سی وہ دیکھ اوسے پیچھے پڑی
کہا سن تو اے موذی مدعی

تجھے سیر کو میں نے گھوڑا دیا
کہ اوس آدمیزادی کو چھوڑا دیا

الگ اسسے یون رہنا اور چھوٹنا
لے وہ پری اور پھر اسے لوٹنا

مجکو کا دیا تھا نہ تونے یہی
بھلا اسکا بدلہ نہ لوں تو سہی

پھر اچھے رہو تونکو دلشاد تو
کرے گا دنوں کو بہت یاد تو

مزہ چاہ کا دیکھ اپنی ذرا
چکھاتی ہون کیسے کنوئین میں ڈھکیلا

تجھے جی سے مارون تو کیا [illegible]
وہ لے جاہتے تجھے یہ تیرے نصیب

کہ چاہ الم میں پھنساؤں تجھے
ہنسا ہے تو جیسا رلاؤں تجھے

یہ کہہ اور بلا اک پریزاد کو
کہا سنیو اسکی نہ فریاد کو





لیے کھینچتا یاں سے لیجا شتاب
اُسے جا کے اُس چاہ مین بند کر
نہ دیجو سوا اسکے جو کچھ کہے
گری اوس پہ جو آسمانی بلا
کہا دل یہ رتبہ جو کچھ آج ہے
وہ یوسف کنوین مین ہو جبکہ بند
منور وہ گھر اُسکا سارا ہوا
لٹے پانون جب اُسکا تن گر گیا
ہوا وان سے اوپر گئی کانپ کا تپ
اندھیرے سے جانے نہ نکلا تھا جو
اندھیرے سے اُسکا گیا دم خفا
پکارا وہ جس تس کو فریاد کر
وہی چاہ تاریک اُسکا رفیق
کنوان ہی مدام اوسکا ہمدم رہا
سیاہی مین جیسے ہو کافر کا دل
غم و درد و آفت کو کھا کھا جیے
نہ تھا وہ کنوان تھا ستون الم

وہ صحرا جو ہی درد و محنت کا باب
وہی سنگ پھر اُسکے منھ پر تو دھر
یہی اسکا معمول دائم رہے
دل اُس نازنین کا ہوا ہو چلا
یہی عشق کی جان معراج ہے
ہوا اُس سے پستی کا رتبہ بلند
کنوین کی وہ تیلی کا تارا ہوا
کنوان اُسکے اندوہ سے بھر گیا
کنوین نے لیا سنگ سے منہ کو ڈھانپ
ہوا قید آ اُس اندھیرے مین وہ
کہ جون لے سیاہی کسیکو دبا
نہ پہونچا کوئی کاروان بھی ادھر
وہی سنگ سر پر بجای نفس
جو اوس سے سنے وہ ہی اوس سے کہے
صعوبت مین اوس سے جہنم خجل
لہو پانی اپنا کنوین مین پیے
نشان شب آفت درد و غم

کنوان اُسمین ہو جو مصیبت بھرا
سر شام کھانا کھلانا اسے
یہ سن دیو اُس گل کے نزدیک آ
ہوا یون جو اُس بخت وا ژونکا اوج
کیا بند پھر جا کے اُس چاہ مین
گئے اوس کنوین کے کا یک نصیب
وہ اندھا پڑا تھا سو روشن ہوا
زمین مین سمایا تحیر سے آب
دل اُس نازنین کا دھڑکنے لگا
نکلنے کی سوجھی نہ وان اُسکو راہ
فغان کی بہت اور پکارا بہت
نہ مونس نہ غمخوار اُسکا کوئی
ہوا بھی نہ وان جس سے دمساز ہو
کنوان اوسکو پوچھے وہ پوچھے اُسے
نہ شب کی سیاہی نہ وان دن کا نور
اس اندھیر کو کیا لکھون اب مین آہ
کہ دن مختصر پانے اب عمر کی

کلی مین تو پتھر ہی آ سیر دھوا
اور اک جام پانی پلانا اسے
پکڑ ہاتھ اسکا فلک پہ اوڑا
چلی آہ و نالے کی ساتھ اسکے فوج
کنوان وہ جو تھا قاف کی راہ مین
گرایا وہ اُسمین بہ دلفریب
جوان اُسمین وہ ساتھ اسکا ملا
گئے سو کہ آنسو کنوین کے شتاب
جگر ٹکڑے ہو کر بھڑکنے لگا
ہوا اُسکی آنکھون مین عالم سیاہ
سر اپنے کو ہر طرف مارا بہت
نہ تھا جز خدا یار اُسکا کوئی
کنوین کی سنے کون آواز کو
اندھیری سوا کچھ نہ سوجھے اُسے
سراسر ظلمت غم کا اُس جا ظہور
قلم کے نکلتے ہین آنسو سیاہ
گذارے اُسمین وہ آب حیات

نہیں مجلسی سوجھتی اب اُسے
نکالے خدا دیکھیے کب اُسے
بہم دو دو نہیں جو ہوتی ہو جا
تو ہوتی ہو دیکے تئین بیسرا
کبھی دن نہ آیا جو وہ رشک مہ
نظر میں ہو اُسکی عالم سیاہ
کہا اوسنے جی تمکو سودا ہو کچھ
وہ معشوق ہو اسکو پروا ہو کچھ
وہ رہ رہ کے تمکو دلاتا ہو چاہ
محبت آپکو مت کرو تم تباہ
نقول بھلا کچھ نکالا کرو
ذرا آپ کو تم سنبھالا کرو
گئے اسیے جب دن کئی اور بھی
بگڑنے لگے پھر تو کچھ طور بھی
ٹھہرنے لگا جان میں اضطراب
لگی دیکھنے وحشت آلودہ خواب
خفا زندگانی سے ہونے لگی
بہانے سے جا جا کے سونے لگی
نہ گلا سا ہنسنا نہ وہ بولنا
نہ کھانا نہ پینا نہ لب کھولنا
کہا گر کسینے کہ بی بی چلو
تو اٹھنا اُسے کہ ہان جی چلو
کسینے جو کچھ بات کی بات کی
یہ دیتی جو پوچھی کہی رات کی
کسینے کہا سیر کیجے ذرا
کہا سیر دل ہو میرا بھرا
نہ کھانے کی سُدھ اور نہ پینے کا ہوش
بھرا دل میں کسکے محبت کا جوش

پھنسا اسطرح سے جو وہ منتظیر
پڑی بیقراری میں بدر منیر
قلق وان جو گذرا تو یان غم ہوا
رکا جی وہاں یان خفا دم ہوا
لگی کہنے نجم النساء سے بوا
خدا جانے اوس شخص پر کیا ہوا
خدا جانے کس شکل میں لگ گیا
مری جو رہے اتنا بھی ہونا فدا
لگے جو کوئی اُس سے رک جائیے
جھکے آپ سے وہ تو جھک جائیے
یہ سن چپ ہی میں کہا پیچ و تاب
دیا پھر اس بات کا کچھ جواب
دوانی سی ہر طرف پھرنے لگی
درختوں میں جا جا کے پھرنے لگی
تب ہجر گھر دل میں کرنے لگی
ذرا اشک سے چشم بھرنے لگی
تب غم کی شدت سے وہ کانپ کانپ
اکیلی لگی رونے منہ ڈھانپ ڈھانپ
جہان بیٹھنا پھر نہ اٹھنا اُسے
محبت میں دن رات گھٹنا اُسے
جو پوچھا کسینے کہ کیا حال ہے
تو کہنا یہی ہو جو احوال ہے
کہا گر کسینے کہ کچھ کھائیے
کہا خیر بہتر ہے منگوائیے
جو پانی پلانا تو پینا اسے
غرض غیر کے ہاتھ جینا اُسے
چمن پر نہ مائل نہ گل پر نظر
وہی سامنے صورت آٹھون پہر

نہفتہ اسی سے سوال و جواب
سدا اور رو رو کے غم کی کتاب
جو آجائے کچھ ذکر شعر و سخن
تو پڑھنا یہ دو تین شعر حسن

غزل

مرے دل کو مجھ سے چھڑانے لگا
ملا یار دلبر کو مجھ سے جدا
مرا دل ہی مجھکو ڈبانے لگا
فلک نے تو اتنا ہنسایا نہ تھا
نہیں مجھکو دشمن سے شکوہ حسن
مرا دوست مجھکو ستانے لگا

یہ کیا عشق آفت اٹھانے لگا
نہیں تو مرا جی کھانے لگا
کہ چشم خونبار کا کچھ نہیں
کہ جسکے عوض یون رلانے لگا

سو یہ بھی جو منہ کو نہ نکلے کہیں
نہیں تو کچھ اسکی بھی خواہش نہیں
اسی ڈھب سے پڑھتا کہ ہو جس میں درد
غزل یا رباعی و یا کوئی فرد
سبب یہ کہ دل سے تعلق ہو سب
نہو دل تو پھر بات بھی ہو غضب
گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہانی رباعی کہانی غزل

داستان بدر منیر کے غم و اندوہ کی اور عشق بازی نجم النساء

پلا ساقیا تیسکی کی شراب
پیالے میں نرگس کے دے سیر جان
گلابی میں غنچے کے مجھکو نشا ہے
کہ دیکھو مئیں کیفیت بوستان
نہ دنیا میں قوام ہو نہ شادی غم
حکایت کر دن ایک ان کی رقم
اسے بھی سوتے اک دن وہ رشک پری
ذرا جا کے دیکھوں چمن کو ذری
کہ غم نے کیا ہو نپٹ مضمحل
اگر غنچہ سان کچھ کھلے سیر دل
زبس گل سے آتی ہو بو یار کی
ہوا پھر ہوئی اوسکو گلزار کی

پھر اک دن ہوا یہ کہ منھ ہاتھ دھو
کہ زانو پہ اک پانون کو دھر لیا
کفک اور فندق سے لالہ کو داغ
جواہر کے چھلے پھرے پور پور
خماری وہ انکھیان وہ انگڑائیان
نشے مین وہ آ صحن کے بیٹھنا
وہ شیشہ کا حقہ مرصع کا کام
لب ناز کے اوپر وہ مہنال دھر
خواصین کھڑی اوسکے سب گرد پیش
رسیلی چھبیلی نئی تنگ و چست
وہ آنکھین پہ کرتی تھین جدھر نگاہ
برابر برابر ادھر اور ادھر
عجب حسن تھا باغ مین جلوہ گر
زبس عطر مین تھی وہ ڈوبی ہوئی
پڑا عکس اوسکا جو طرف چمن
ہوئی اوسکے بیٹھے سے گلشن کو زیب
گل و غنچہ و لالہ آپس مین مل
ہوئے وان سے آئینہ رو اور دل
اری ہر کوئی یان ذرا جائیو
خفا ہون مزاجی تو مشغول ہو
یہ سنتے ہی دوڑی گئی اک نگار
عجب چال سے وہ چلی نازنین
لٹین منہ پہ چھوٹی ہوئین سر بسر
فقط کان مین ایک بالا پڑا
بندھا سر پہ چیرا بڑی زر فشانی

چلی اوٹھکے دالان سے سیر کو
اور اک پانون مونڈھے سے لٹکا دیا
ہوا ایسی کیفیت پائین باغ
زری کی تھی جیسے مخمل پہ تور
وہ جوبن کے عالم کی سرسائیان
وہ چھب تختی اپنی کو دیکھ اینٹھنا
مغرق زری کا وہ نیچہ تمام
نکالے تھی پردے سے دو دو جگہ
جو تھین اپنے عہدے پہ حاضر ہمیش
لباس اور زیور سے ہر اک درست
ادھر مین آتے تھے سب گل وہ کام
وہ گرد اوسکے بیٹھی تھین یکدگر
کہ ہر گل کی تھی اوسکے منہ پر نظر
دوبالا اک گل کی خوبی ہوئی
ہوا لالہ گل اور گل نسترن
گیا اوڑ صبا کا بھی صبر و شکیب
لگے کہنے اس باغ کا ہو سیر دل
وہ مہ جسکے دل مین ہوئی جلوہ گر
مری عیش بائی کو لے آئیو
کوئی دم تو داغ جگر بھولون مین
لیا عیش بائی کو اسنے بجا
کہ مستی مین پانون کہین کا کہین
کہ بدلی ہو جون مہ کی ادھر اودھر
لگے تو کہ تھامے کہ مالا پڑا
اکڑ کی بحال اور مٹک کی وہ چال

زمرد کا مونڈھا چمن پر بچھا
نہ پوچھ اوسکے پائے نگارین کا حال
طلائی کڑے اور نکھ کا وہ رنگ
زبس سوتی اٹھی تھی وہ نازنین
جوانی کا موسم شروع بہار
خواص ایک حقہ لیے تھی کھڑی
لیے ایک اوسپر پڑا تھا یہ پیچ
ادھر اور اودھر سر ظرف تھی نگاہ
کوئی مورچھل لے کوئی پیکدان
کھڑی نیچی آنکھین کیے با ادب
کئی ہمدم اوسکی جو تھین ہمسرو
سماں اوس گھڑی کا کہون کیا مین آہ
چمن اوس گھڑی بر سر جوش تھا
معطر ہوا اور گل کا دماغ
درختو نپر اوسکی پڑی جو جھلک
چمن نے جو اوس گل کی دیکھی بہار
گئی جی سے بلبل کے گلشن کی چاہ
کہ اتنے مین کچھ جی مین جو آگیا
عجب وقت ہے اور عجب ہے سمان
کسی طرح سے دل تو لگتا نہین
وہ آنے لگی کا فراس آن سے
وہ خلقت کی گرمی وہ جوبن بنا
وہ بن پوچھے ہونٹون کی مسی غضب
وہ پشواز انگرکی وہ مرس کے ہار
وہ شبنم کی انگیا بنی تنگ چست

وہ بیٹھی عجب آن سے دلربا
زبان تھا وصف مین جسکے لال
سنہری شفق جسکو ہو دیکھ دنگ
پڑی تھی عجب ڈھب سے چین جبین
وہ سینے سے اوسکے کچھ ابھار
کہ لالے کی پتی تھی اوس مین پڑی
یہ سب اوسکے آگے تھا گویا کہ ہیچ
کسیکی کوئی جیسے تکتا ہو راہ
کوئی بے جگر اور کوئی ہار پان
ابھی شرم سے ہر قیامت غضب
لجائے ہوئے کرشیان سو بسو
ستارہ نہین تھا جلوہ گر اک ماہ
گل و غنچہ جو تھا سو بیہوش تھا
کہ مہکا تمام اوسکی خوشبو سے باغ
زمرد کو دی اور اوسنے چمک
ہوا دیکھ اپنے گلون کو نگار
ہوئی سرو کی طرح قمری کو آہ
ادا سے لگی کہنے وہ دلربا
کرے دو گھڑی آکے مجرا یہان
جلے ہے جگر دل سلگتا نہین
کہ جلنے لگا جی سلمان سے
نشے مین بھبھوکا سا چہرہ بنا
کہ منہ پر تھی گویا قیامت کی تب
وہ کمخواب کے بندروے ازار
کناروں پہ مینا بنت کا درست

وہ اودھی ہوئی جیسے پشواز کی
وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی

چلی واں سے دامن اٹھاتی ہوئی
کڑے سے کڑے کو بجاتی ہوئی

زمیں کا وہ فرش اور بھی دل نواز
لیے ساتھ سارا وہ اوسکے سب اپنا ساز

روش پر جو تھا فرش اوسکے حضور
ادب سے وہاں بیٹھیاں ملکے دور

دیا آسمانپر جو طبلوں کو کھینچ
ہر اک تھاپ میں دل لیا سبکا کھینچ

عجب تال پڑتی تھی انداز سے
کہ بجلی تھی ہر تال آواز سے

گل و غنچہ کی طرح محبوب تھی
کھلی اور مندی دل کی مرغوب تھی

وہ گانے کا عالم وہ حسن بیان
وہ گلشن کی خوبی وہ دنکا سماں

درختوں کی کچھ چھاؤں اور کچھ وہ دھوپ
وہ دھانوں کی سبزی وہ سرسوں کا روپ

وہ لانے کا عالم ہزاریکا رنگ
وہ آنکھوں کے ڈورے نشے کا رنگ

وہ چادر کا چھٹنا وہ پانی کا زور
ہر اک جانور کا درختوں پہ شور

وہ اُٹھتی سی نوبت کی دیتی صدا
کہیں دور سے گوش پڑتی تھی آ

وہ دل بیاہا تھے پر دھر کے ہاتھ
اوچھلنا وہ دف کا ٹھوکر کے ساتھ

غرض جو کھڑے تھے کھڑے رہ گئے
اڑے جسطرح تھے اوڑتے رہ گئے

لگی دیکھنے آنکھ نرگس اُٹھا
گلوں نے دیے کان اودھر کو لگا

درختوں سے گرنے لگے جانور
بنے مثل آئینہ دیوار و در

موئے نہر سے سنگپا سے مچھل
پڑے سارے فوارے اوسکے اوچھل

بندھا اس طرحکا جو اوسجا سماں
ہوا سبکے دل کا عجب حال واں

لگا تھا زبس عشق کا اوسکو تیر
لگی کھینچنے آہ بدر منیر

کہیں کا کہیں لے اوڑا اسکو رنگ
ہوا اسے ہولی اور دونی وہ آگ

وہ جانے کہ ہو جسکے کچھ دلکو لاگ
کہ معشوق بن سب ہے گلزار آگ

جگر میں اگر آہ کی سول ہو
لگے خار کیسا ہی گو پھول ہو

کرے گلشن و گل پہ کیا وہ نظر
جسے اپنے گل کی نہووے خبر

خوشی کا جو عالم تھا ماتم ہوا
ورق کا ورق ہی وہ برہم ہوا

مری عقل اس جا پہ حیران ہے
کہ یارب یہ کیسا گلستان ہے

وہ منہہ کا کیا عالم وہ تیور پہ گرد
وہ پانوں میں سونیکے زردوز گرد

عجب ایک عالم تھا بیساختہ
کہ عالم تھا اک اوسپہ دلباختہ

چلیں ایک غماز اور ناز سے
کھڑی ہوئیں ان ہو میں یک انداز سے

ہوا حکم گوری کا جو برملا
لیے ساز سب نے سبھوں نے اوٹھا

لگی گانے ٹپہ وہ اس آن سے
نکلنے لگی جان ہر تان سے

وہ تھی گٹکری یا پڑی نور کی
مسلسل تھی اک پھلجھڑی نور کی

غرض کیا کہوں اوسکا میں ماجرا
عجب طرح کی بندھ گئی تھی ہوا

گھڑی چار دن باقی اوس وقت تھا
سہانا ہر اکطرف سایہ ڈھلا

لپیٹے ہوئے تھے ستونوں پہ تمام
روپہلے سنہرے سنہری و صبح و شام

گلابی سا ہوجانا دیوار و در
درختوں سے آنا شفق کا نظر

وہ سرو سہی اور آب رواں
وہ پانی کا مستی سے بہنا وہاں

وہ رقص بتان اور ستھری لٹاپ
وہ گوریکی تانیں وہ طبلوں کی تھاپ

نہ انسان ہی کا ہو دل اسمیں بند
ہوئے محو سنکر چرند اور پرند

جو پیچھے سے تھے آگے نہ وہ چل سکے
جو بیٹھے سو بیٹھے نہ پھر ہل سکے

لگے ملنے آکر وجد میں سب درخت
کھڑے رہ گئے سرد ہوکر درخت

ہوئیں قمریاں شوق سے نعرہ زن
بھرا اشک سے بلبلوں کا چمن

عجب آگ کو بھی دیا ہو اثر
کہ ہو جائے پتھر کا پانی جگر

ولیکن جو کچھ دل کو تیز گیا
کہ بن آئے ہر اک وہاں مر گیا

بندھا اوسکو عاشق کا اپنے خیال
لگی رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

لگی کہنے ہے ہے یہ دیکھوں میں سیر
نہو پاس کیونکر وہ یادش بخیر

بھلا کیونکہ جی اوسکا خوشحال ہو
کہ ہجران کا غم جسکے دنبال ہو

درختوں کے عالم سے کیا ہو نہال
جسے یاد شمشاد کی ہو کمال

یہ کہکر اوٹھی واں سے وہ دلربا
چھپر کھٹ پہ جا کر گری منہ چھپا

سب اوٹھتے ہی لپٹے جاتی رہیں
طوائف کہیں اور خواصیں کہیں

ہر اک وقت ہے اسکا عالم جدا
جو جا ہو یہ پھر ہو تو امکان کیا

کبھی ہو خزاں اور کبھی ہو بہار
پلا ساقی اک جام مجھکو شتاب
گری جب چھپر کھٹ پہ وہ رشک حور
گرے چشم سے اوسکے آنسو گہر
ہوا آفتاب الم جو طلوع
بدنکو جو دیکھا تو زار و نزار
زباں پر تو باتیں وے دل میں دھیاں
اگر سر کھلا ہے تو کچھ غم نہیں
جو سینہ کھلا ہے تو دل چاک ہے
ولیکن یہ خوبونکا دیکھا سبھاؤ
غرض پر ادائی ہے یاں کی ادا
وہ آنکھیں جو روتی ہیں سس سس کے پھوٹ
گریباں سینے پہ ہے جو کھلا
ادا سے نہیں یہ بھی عالم جدا
پلا ساقیا ساغر بے نظیر
وہ حسن جوانی اور اسیر یہ غم
کبھی خون آنکھوں سے رو رو ڈالنا
وے آن درختوں میں جس میں وہ ماہ
گیا اسطرح جب مہینا گزر
لگی کہنے تب جان بیتاب میں
کہ کرنے لگا پاس ناموس ننگ
یہ احوال دیکھا اسکا دخت وزیر
مسافر سے کوئی بھی کرتا ہے بیت
گئے آسمان کہ زمیں کے ہیں سیر
سنو جانی اپنے پہ جو کوئی مرے

داستان منظیر کے غم ہجر سے بدر منیر کی بیقراری میں

کہ پردے میں شب کے گیا آفتاب
سبھوں کو کہا تم رہو دور دور
کہ دھویا اوسی آب سے منہ سحر
اداسی کا ہونے لگا دن شروع
کسیکو کوئی جیسے دیوے فشار
پراگندہ حیرت سے ہوش و حواس
جو کرتی ہے میلی تو محرم نہیں
غم آلودہ صبح طرب ناک سے
کہ بگڑے سے دونا ہو انکا بناؤ
بھلوں کو سبھی کچھ لگے ہے بھلا
تو گویا کہ موتی بھرے کوٹ کوٹ
تو گویا ہے وہ صبح عشرت فزا

شب ہجر کی پھر علامت ہوئی
اکیلی وہ رونے لگی زار زار
صبوحی تو دے ساقی لعل فام
ذرا آئینہ لیکے دیکھا جو رنگ
فلک کیطرف دیکھ اور شکر کر
نہ منہ کی خبر اور نہ تن کی خبر
جو مستی ہے دو دن کی تو ہے وہی
نہ منظور ہے سرمہ کاجل سے کام
نہیں حسن کی اسطرح بھی کمی
جو ماتھے پہ چین جبیں غم سے ہے
تب غم سے یاں تمتماتے ہیں گال
نقاہت سے چہرہ اگر زرد ہے

داستان بیقراری بدر منیر کی بے نظیر کے فراق میں اور نجم النسا کے تسلی دینے میں

ستم ہے ستم ہے ستم ہے ستم
کسیکو کبھی دیکھ دھوم اٹھانا
سر شام چھپ چھپ کے کرتا نگاہ
کہ وہ ماہ مطلق نہ آیا نظر
لگا فرق آنے خور و خواب میں
لگی عقل اور عشق میں ہونے جنگ
لگی چلکے کہنے کہ بدر منیر
مثل ہے کہ جوگی ہوئے کسکے میت
جہاں بیٹھے چالیس ہیں اٹھ گئے ہیں
تو دل پہلے اپنا بھی صدقے کرے

جہاں بیٹھنا آہ کرنا اسے
خواصوں کو بالا تیانا اسے
سو وہ بھی پہر دن سے آ واں مدام
اور اُسکا ادھر رنگ گھٹنے لگا
محبت کا سودا سا ہونے لگا
خموشی اٹھانے لگی دل میں شور
تو وہ ہے کہ سینے تئیں دو دو نو
اری چار دن کے ہیں یہ تیننا
تو بھولی ہے کس بات پر ای بوا
اگر آپ پر کوئی شیدا نہو

نہیں اک دم تیرے پہ لیل و نہار
غرض عاشقوں پر قیامت ہوئی
اوسی پہ نئے عالم میں بے اختیار
کہ رو دھو کے یوں رات کاٹی تمام
تو جوں آئینہ رہ گئی وہ بھی دنگ
لگی دلکو بہلانے ایدھر اودھر
نہ سر کی خبر نے بدن کی خبر
جو کنگھی نہیں ہے تو یوں ہی سہی
نظر میں ہے تیرہ بختی کی شام
یوں اگڑی ہے بیٹھی تو گویا نئی
تو وہ بھی ہے اک موج دریائے غم
کہ جو رنگ لالہ ہو وقت زوال
دیا آہ ہونٹوں نے کچھ سرد ہے
کہ ہے چاندنی اور ٹھنڈی ہوا
پھنسی دام ہجراں میں بدر منیر
بہانا نزاکت پہ دھرنا اسے
اکیلی درختوں میں جانا اسے
اسی چھاؤں میں بیٹھ کرتی تھی شام
جگر خون ہو مژگاں پہ بہنے لگا
جنوں تخم وحشت کا بونے لگا
جتانے لگی ناتوانی بھی زور
کہ مر دل گیا تیرا اے بیوفا
ملا دل کو آخر کریں ہیں جدا
خبر ہے دوانی تجھے کیا ہوا
تو پھر چاہیئے اوسکی پروا نہو

وہ خوش ہوگا اپنی پری کو لیے
عبث اوسپہ بیٹھی ہو تم جی دیے

لگی کہنے تب اسکو بدر منیر
کہ سنتی ہو اے میری ذات ودیر

وہ اپنے دلوں سے تو ہے نیک ذات
ہوئی اُسپہ کیا جانیے واردات

مجھے رات دن اسکا رہتا ہے ڈر
پری نے سنی ہو نہ یانکی خبر

پری نے کہین طیش کھالا ہو مین
دیا ہو نہ پھینک اوسکو کوہ قاف مین

نہ ملنے کے دکھ سے اُسکے سب مین ہے
بھلا اپنے جی سے وہ جیتا رہے

تمھاری ہی سے چاہ ہوتی اگر
تو اک وہ تمکو نہ آتا نظر

کسیکی بدی تو نگر عیب ہے
کہ اوسکا خدا عالم الغیب ہے

ہوا قید یا آنے پایا نہ وہ
گئے اتنے دن اتبک آیا نہ وہ

نہ باندھا ہو اسکو کسی شیشہ مین
کیا ہو نہ اُسکے تئین قید مین

پرستان سے بھی نکالا نہ ہو
کسی دیو کے منہ مین ڈالا نہ ہو

یہ کہہ حال اپنا رونے لگی
گہر آنسوؤں کے پرونے لگی

پھر کھٹ کے کونے پہ منہ لپیٹ
گئی منہ کو کر یار آخر کو لیٹ

پلا ساقیا جام جم سے وہ مل
کہ غائب کا احوال ظاہر ہو کل

خواب دیکھنا بدر منیر کا بے نظیر کو کنوین مین اور جوگن بنکر نکلنا نجم النسا کا اُسکی تلاش مین

کسیکے تو آ کام فرخندہ حال
کہ آخر یہ دنیا ہے خواب و خیال

قضا نے دکھایا عجب اُسکو خواب
کہ دشمن نہ دیکھے یہ حال خراب

نہ انسان ہے وان نہ حیوان ہے
فقط اک کف دست میدان ہے

کنوین کا ہے منہ بند اُس سے اڑی
کئی لاکھ من کی ہے اک سل پڑی

مین بھولا نہین تجکو اے میری جان
کرون کیا کہ ہے مجھپہ قید گران

تو اپنی جو صورت دکھا دے مجھے
تو اس قید غم سے چھوڑا دے مجھے

تجھے کاش اسوقت مین دیکھ لون
جیون مین اگر تیرے آگے مرون

کوئی دم کا مہمان ہون آجکل
اِسی چاہ مین جائیگا دم نکل

یہ ہرگز میسر نہ آئی اُسے
قضا نے نہ اُسکی سنائی اوسے

نہ وہ چاہ دیکھی نہ ہمراز وہ
پڑی گوش مین پھر نہ آواز وہ

کہا گو کسی سے نہ اُسنے یہ بھید
گئے جون مہ صبح چہرہ سفید

وہ مہتاب سا چہرہ ہو زرد زرد
سراپا ہوا شکل اندوہ و درد

مژہ وہ نکیلی جو تھی تیز سی
ہوئین اشک خونین سے گلریز سی

جلین اُسکی آہون سے کل صورتین
ہوئین سب وہ مٹی کی جون مورتین

کسی سے کسیکو جو ہوتی ہے لاگ
بغیر از کہے اور لگتی ہے آگ

کہا اُسنے رو رو کے احوال خواب
رُلایا انھین پڑھکے غم کی کتاب

لگی کہنے وہ یون بہا آنسو بہا
ترے واسطے مین نے اب دکھ سہا

ذرا آنکھ جھپکی جو اس حال مین
تو دیکھا پھنسا اسکو جنجال مین

جو دیکھے تو صحرا ہے اک لق و دق
کہ رستم بھی جسے دیکھ ہو جائے فق

مگر بیچ مین اُسکے ہے اک کنوان
کہ اُٹھتا ہے آہوں کا وان سے دھوان

صدا اوس سے آتی ہے بدر منیر
ترے چاہ غم مین ہوا ہون اسیر

پر اس قید مین بھی ترا دھیان ہے
فقط تیرے ملنے کا ارمان ہے

نہین مجھکو مرنے سے کچھ اپنے ڈر
یہ غم ہے کہ تجھکو نہووے خبر

ولیکن یہ ہے خام میرا خیال
نہین وصل ممکن بغیر از وصال

یہ سن واردات شہ بے نظیر
جو چاہے کہ کرے بات بدر منیر

یکایک گئی آنکھ اتنے مین کھل
بھرے اشک رخسار پر آئے ڈھل

صدا اپنے یوسف کی سن خواب سے
اُٹھی باؤلی جان بیتاب سے

ڈھلے منہ پہ آنسو ہوا اسکو رنج
چھٹے چاندنی مین ستارونکے گنج

رکی آہ پنہان سے گھٹنے لگی
تو منہ پر ہوائی سی چھٹنے لگی

چھپینا سا قد تھا جو رشک نار
نکلنے لگے اوس سے شعلے ہزار

چھپایا بہت اُسنے پر ہمنشین
چھپانے سے آتش چھپے ہے کہین

خواصین کئی وہ جو ہمراہ اُٹھین
پڑی خدمتون مین سرافراز تھین

سنا جبکہ نجم النسا نے یہ حال
ہوئی بیقراری تب اوسکو کمال

لیے سن سر بصحرا نکلتی ہوئی
اُسے ڈھونڈھ لانیکو چلتی ہوئی

جو باقی رہا کچھ مرے دم میں دم
کہا شاہزادی نے سُن اے رفیق
رسائی تری ہوگی کیونکر وہاں
وگرنہ میں رک رک کے مر جاؤنگی
میں اس عشق کا یہ نہ سمجھی تھی ڈول
یہ کہہ وہ سنے رو رو تار اسکا
پھر آئے جو کچھ اسکو ہوش و حواس
کئی سیر موتی جلا راکھ کر
زری کے دوپٹے سے چھانی کو ہاتھ
گلے بیچ ڈال اپنے مانوں کے تئیں
لٹیں دیکے بل دوش پر چھوڑ دیں
زمرد کی سمرن کو ہاتھوں میں ڈال
چلی بنکے جوگن وہ باہر کے تئیں
اُس آئینہ رو کا کروں کیا بیان
چھپانے کو سوانگ اُسنے جو جو کیے

تو پھر آکے یہ دیکھتی ہوں قدم
ہوئی میں تو اس چاہ غم میں غریق
مجھے بھی ہے کبدہ ہاتھ سے میری جان
اسیطرح جی سے گذر جاؤنگی
ترے غمسے آنے لگا مجکو ہول
کیا اپنی پشواز کو تار تار
سجا تن پہ جوگن کا اُسنے لباس
بھبھوت اپنے تن پر ملی سر بسر
بدن کو چھپا اور گاتی کو باندھ
پریشان کر اپنے بالوں کے تئیں
وہ باگیں سی شبدیز کی موڑ دیں
اور اک بین کاندھے پہ اپنے سنبھال
دکھاتی ہوئی چال ہر ہر کے تئیں
صفا راکھ سے اور جھلکی وہاں
غرض حسن نے اور جلوے دیے

وگر مر گئی تو بلا سے موئی
بھلی جگ کی اپنی نہ کھو جان تو
میں جیتی ہوں اس آسرے پر فقط
کہا اوسنے کیا کیجیے پھر بھلا
مجھے دیکھنا یوں گوارا نہیں
گریبان کو مثل گل چاک کر
پہن سیلی اور گیروا اوڑھ کھیس
پہن ایک لہنگا زری باف کا
زمرد کے مندرے لگا کان میں
زری کا بنا حلقہ سر پر رکھا
مے غم سے آنکھوں کو کر لال لال
جو تنکے تھے تن سے اسے گرد رست
تف سوز دل کا عیاں منہ پہ مل
کرے حسن کو کسطرح کوئی ماند
وہ موتی کی سیلی وہ تنگی ڈنک

تو یوں جانیو مجھپہ صدقے ہوئی
کہ ہے وہ پری اور انسان تو
کہ ہوتا ہی تجھ سے مرا غم غلط
پڑی ہے تو اپنے ہی سر پر بلا
اس اندوہ کا مجکو چارا نہیں
دیا خاک پر پھینک ایدھر اُدھر
چلی بنکے صحرا کو جوگن کا بھیس
وہ پردہ سا کر اُس تن صاف کا
کہ جو سبزہ گل ہو گلستان میں
کیا سنبلستان کو جگمگا
رکھا چشم میں جون دل کو نکال
پہن آئی موقع سے چالاک و چست
اور اڑاتی چلی اپنی آہونسے رال
چھپے ہے کہیں خاک ڈالے سے جان
شب تیرہ میں کہکشان فلک

تصویر وزیرزادی کا جوگن بننا تلاش میں شاہزادیکے سامنے شاہزادی اور خواصوں کے



زری کا وہ حلقہ سر اوپر دھرے ❊ کہ جون شب مین کوئی انیٹی کرے
زبانکو ہلاتی جو اوسکی ادا ❊ تو اس رات پریونکو صدقے کیا

کرے جو کہ تقویم دلے حساب ❊ کے سنبلہ مین گیا آفتاب
یہ برق اور یہ ابر سیہ ہے اگر ❊ تو دامان عشاق ہوئے تنگتر

زمرد کے مندرے وہ اس آن پر ❊ کہون کیا کہ جیسے کھلے کا نیر
وہ مندرے وہ تن اسکا خاکستری ❊ ہیولیٰ حسن کی اور کھیتی ہری

اُٹھے سبزہ و گل کے دیکھ اسکو ہوش ❊ وہ دونون ہوئے اسکے حلقہ بگوش
نظر کر صفائی کو اُس گوش کی ❊ زمرد کو اُس گوش کی لو لگی

بڑے کیون نہ ہر دم زمرد کی شان ❊ حباب لیے کیسے لگ جا کے کان
وہ موتی کے بالے وہ مونگے کے ہار ❊ گل و نسترن کی چمن مین بہار

گلابی سے وہ نرگس شوخ رنگ ❊ بھرے جسمین لالا کے لالے کے رنگ
وہ قشقہ کھنچا سُرخ ماتھے پہ یون ❊ پڑے نور پر لعل کا عکس جون

ادا اُسکی دیکھے جو عاشق کبھو ❊ تو رویا کرے چشم سے وہ لہو
یہ بین اسکے کاندھے یہ تھی خوشنما ❊ لٹے جون کوئی مست شیشہ اٹھا

دیار محبت مین جھنگی تھی وہ ❊ نتھی بن عشرت کی بھنگی تھی وہ
نہ تھی بین تھے قمقمے رنگ کے ❊ دیا تھے سبو بحر آہنگ کے

سو وہ بین کاندھے یہ کیون چلی ❊ کہ لاوے کوئی جیسے گنگا جلی
ہر اک تار تھا بین کا رود نیل ❊ وہ تھی ہند کے راگ کی سلسبیل

نہ عاشق ہوئے اُسکے عالم پہ لوگ ❊ دوانہ ہوا جوگ دیکھ اسکا جوگ
بنی جبکہ جوگن وہ اس رنگ سے ❊ لگے پھوڑنے دوست سر سنگ سے

وہ رخصت جو اسطرح ہونے لگی ❊ تو وہ صاحب خانہ رونے لگی
وہ رو رو کے دو ابر غم ہون ملے ❊ کہ جسطرح ساون سے بھادون ملے

جہانتک بندھا اسکے رونیکا تار ❊ لیے پھوٹ دیوار و در ایکبار
کھڑے تھے وہ جوگن کے جو گرد گل ❊ وہ رو رو ہوئے شبنم آلودہ گل

نہ دیکھا کسینے جو کچھ اختیار ❊ کہا حق کو سونپا تجھے سدھار
چلی جسطرح بیٹھ اپنی دکھا ❊ اسیطرح دکھلا ہمین منہ پھرا

کسیسے کہا بھونیوت مجھے ❊ خدا کے تئین مین نے سونپا تجھے
کہا آپ نے خیر اب تو جاتی ہون مین ❊ جو ملتا ہے تو اسکو لاتی ہون مین

تمھین بھی خدا کو مین سونپا سُنا ❊ مرا بخت سو تم کہا اور سنا
جدا ہو کے القصہ وہ تو انکو چھوڑ ❊ چلی اپنے گھر بار سے منہ کو موڑ

نہ سُدھ بدھ کی لی اور نہ گھر کی لی ❊ نکل شہر سے راہ جنگل کی لی
لیے بین پھرتی تھی صحرا نورد ❊ تن چاک چاک اور رخ گرد گرد

کہ شاید کوئی شخص ایسا ملے ❊ کہ جس سے وہ شیدا کا شیدا ملے
جہان بیٹھکر وہ بجاتی تھی بین ❊ تو سننے کو آتے تھے آہوے چین

بجاتی وہ جوگن جہان جوگیا ❊ تو وان بیٹھتی خلق دھونی رما
اسے سنکے آتا تھا صحرا کو جوش ❊ صدا سے درختونکو آتا خروش

گل نغمہ جو اوس سے گرتے ہزار ❊ تو لیتا اُسے دشت دامن پسار
کہین حلقہ حلقہ کہین سخت سخت ❊ کھڑے ہو کے گرد اسکے سنتے درخت

بجاتی تھی جون جون وہ بن بنکے بیر ❊ خس و خار سنتے تھے بن سج کے من
نظر جو کہ پڑتی تھی بوٹی جڑی ❊ ہر اک عالم شوق مین تھی کھڑی

تماشا نہ دیکھا تھا جو یہ کبھی ❊ در و دوست عشق مین پڑتے تھے سبھی
یہانتک کہ رہ مین جو تھے نقش پا ❊ وہ بیٹھے تھے کان اپنے ادھر لگا

گل نغمہ تر کی یہ تھی بہار ❊ کہ صحرا کے گل اسکے آگے تھے خار
سُن آواز کی اسکی شان و شکوہ ❊ نکلنے لگی دہکے آواز کوہ

نہ پائی نہی سُن شور اُسکا چلے ❊ کنوین کے بھی دلمین اُٹھے ولولے
نہ جھٹے ہی کچھ آبدیدہ رہے ❊ گریبان کر چاک دریا بہے

ہوا بلبل و گل کا یانتک ہجوم ❊ کہ گرتی تھین ڈالیان جھوم جھوم
تحیر کا تھا وان ہر اک کو مقام ❊ زبان کا نکلنا تھا ہاتھون سے کام

یہین کرتے پھرتے تھے جنگل کے تئین ❊ بساتے تھے جنگل مین منگل کے تئین
یہ ہر جا یہ تھا اُسکے دم سے طلسم ❊ بندھا تھا اسیدم قدم سے طلسم

شب و روز سرگشتہ مثل صبا
کدھر ہے تو اے ساقی گلعذار
کوئی پھول سی دے شتابی شراب
نصیبے کے اسباب دیکھو ذرا
جہاں میں ہے اندوہ و عشرت بہم
قضا کو سہانا سا اک دشت تھا
کبھی ہر طرف چادر نور تھی
کدارا سجانے لگی شوق میں
بندھا اسکے اسطرح کا سماں
وہ اجلا سا میدان چمکتی سی ریت
درختوں کے سایے سے مہ کا ظہور
گیا ہاتھ سے میں سنکر جو دل
ہوا بند ہلنے لگی اس اصول
کدارے کا عالم تھا اسکو ہی
کہ تھا اک پریزاد فرخ سیر
ہوا پر اڑاتے ہوئے اپنا تخت
یکایک سنی میں کی جو صدا

داستان فیروز شاہ جنون کے بادشاہ کے بیٹے کا عاشق ہونا جوگن پر

کہ شہر مطالب کو پہونچوں شتاب
کہ قدرت میں اوسکی ہے کیا کیا بھرا
کہیں صبح عیش و کہیں شام غم
کہ اک شب ہوا اسکا وان سے گزرا
یہی چاندنی اسکو منظور تھی
لگی دست و پا مارنے ذوق میں
صبا بھی لگی رقص کرنے وہاں
لگا نور سے چاند تاروں کا کھیت
گرے جیسے چلنی سے چھنکے نور
گئے سایہ و نور آپس میں مل
بسیرا گئے جانور اپنا بھول
کہ تھی چاندنی ہر طرف غش پڑی
جنون کے تھا وہ بادشہ کا پسر
کسیطرف جاتا تھا فیروز بخت
وہاں تخت لا اسنے اپنا رکھا

وہ دارو پلا دل کو جو راس ہو
سفید و سیہ اسکے ہے اختیار
دو رنگی زمانے کی مشہور ہے
وہ تھی اتفاقاً شب چار دہ
بچھا مرگ چھالے کو اور تکیے میں
کدارا یہ سمجھے لگا اوسکے ہاتھ
وہ سنسان جنگل وہ نور قمر
درختوں کے پتے چمکتے ہوئے
وہ پایا کہ جوگن کا منہ دیکھکر
وہ صورت خوش آئی جو اوس حور کی
درختوں سے لگ لگ کے باد صبا
یہاں تک تو عالم تھا اور طور یہ
نہایت طرحدار صاحب جمال
وہ جاتا تھا کرتا ہوا سیر ماہ
جو دیکھے تو جوگن ہوا اک شکار

اسیطرح پھرتی تھی وہ جابجا
کہ صبح اسے اک دل ہوا خار خار
کہ جینے کی بیمار کو آس ہو
بنایا ہے اسنے یہ بلبل و نہال
کہیں سایہ ہے اور کہیں نور ہے
ادا سے وہ بیٹھی وہاں رشک مہ
دو زانو سنبھل کر وہ زہرہ جبین
کہ مہ نے کیا دائرہ اسکے ساتھ
وہ براق سا ہر طرف دشت و در
خس و خار سارے چمکتے ہوئے
ہوا نور سایہ کا ٹکڑے جگر
دل اپنے پہ سایہ نے منظور کی
لگی وجد میں بولنے واہ واہ
تس اوپر مزا تم سنو اور بھی
برس میں اکیس کا سن و سال
اسے خلق کہتی تھی فیروز شاہ
کہ چشم فلک نے نہ دیکھا یہ نور

تصویر جنون کے بادشاہ کے بیٹے کی مع دو جنوں کے اور جوگن سامنے بین بجاتی ہوئی



نظر کرکے حسن اوسکا غش کر گیا
تعشق کے عالم مین بس مر گیا

یہ سمجھا بناوٹ کا کچھ بھیس ہے
لگا کہنے جوگی جی آدیس ہے

پڑا تب یہ ایسا کہو کیا بجوگ
کیا واسطے کسکے تمنے یہ جوگ

کدھر سے تم آئے کہان جاؤ گے
دیا اپنی ہمیں بھی فرماؤ گے

وہ سمجھی کہ اسکا دل آیا ادھر
کہ دل بھی تو رکھتا ہو دلکی خبر

خس و خار ہین عشق حسن آگ ہے
سدا عشق اور حسن مین لاگ ہے

ولے راگ ہے اور انہین ہوا
کہ دونون طرف آگ ہی ہو لگا

کہا ہنسکے جوگن نے ہر بول پر
جہان سے تو آیا چلا جا ادھر

کہا تب پریزاد نے واہ جی
بہت گرم ہین آپ شہ جی

نہ روکھی ہو اتنی بھلا جاؤنگا
ذرا ہم بھی سنکر چلا جاؤنگا

کہان ہوتے سوتے سے اپنے کہو
فقیرونکو چھیڑو نہ بیٹھے رہو

یہ دو دو لطیفے جو باہم ہوئے
اوسی لطف مین یہ تو بیدم ہوئے

گیا بیٹھ آسامنے ریت مین
رہا کھیت یہ تو اوسی کھیت مین

نظر حسن پر گاہ گہ بین پر
سراپا دل اوس لعبت چین پر

رہا تن بدن کا نہ کچھ اوسکو ہوش
بنا گل وہ جون نقش پا چشم و گوش

وہ جوگن جو تھی درد و غم کی اسیر
ہوا غم مین جوگن کے یہ بھی اسیر

نہ سدھ بدھ کی کی اور نہلی راہ کی
جب آئی ذرا سدھ تو بھر آہ کی

بجاتی رہی بین وہ صبح تک
یہ رویا کیا سامنے بیدھڑک

ادھر تان پر بین کی تھی بہار
بندھا تھا ادھر اوسکے رونیکا تار

دھری بین کاندھے پہ جب سن امیر
اوٹھی لیکے انگڑائی زہرہ جبین

پریزاد نے تب پکڑ اوسکا ہاتھ
شتابی بٹھا تخت پر اپنے ساتھ

زمین سے اوٹھا آسمان نے تئین
وہ کتنا کہا کی پہ رہنے نہین

نہ مانا اور اوسنے اوٹھایا اوسے
پرستان مین لاکر بٹھایا اسے

یہ مژدہ گیا باپ پاس اپنے لے
کہا عرض رکھتا ہون مین آپ سے

یہ جوگی جو ہین ایک صاحب جمال
ذرا ہین سنیے اور لانے خیال

بہت آپ نے اوٹھائینگے حظ
بہت مین سے اوسکی پائینگے حظ

کہا اوس نے بابا بہت خوب ہے
ہمیشہ سے راگ اپنا مرغوب ہے

کہا آؤ جوگی جی بیٹھو ادھر
کرو روشن اپنے قدم سے یہ گھر

کھلا بخت بیٹے کے اور باپ کے
سرو پیر ہمارے قدم آپ کے

بہت اوسکی تعظیم و تکریم کی
جگہ ایک پاکیزہ رہنے کو دی

داستان فیروز شاہ کی مجلس آرائی اور جوگن کے بلانے مین

پلا مجھکو ساقی محبت کا جام
کہ جہان مین ہوا دن تمام

یہ جوگن جو بیٹھی پر دگن ہوئی
کہ اتنے مین رات آئی جوگن ہوئی

بھبوت اپنے منہ پر شتابی سے مل
رکھا اندھیرے کو مہ کے شب آئی نکل

دکھاتی ہوئی سوز دل دور سے
اوڑاتی ہوئی رال کو نور سے

ستارونکے مالے گلے بیچ ڈال
وہ پہونچی پرستان مین حال حال

ہوئی شب کو وہ بزم انجم فروز
چھپا رشک سے اوسکے پردے مین روز

لگانے پرستان مین مجلس بنا
بلایا اوسے جسکی تھی یہ بنا

پریزاد سارے ہوئے جمع وان
کہ دیکھیں تو جوگن کا جاکر سمان

وہ جوگن جو سج سج تھی زہرہ جبین
سو مجلس مین آئی لیے اپنی بین

بہت منتون سے بلایا اوسے
بڑی عزتون سے بٹھایا اوسے

کہا ہم ہین مشتاق کچھ گائیے
سمان مین کا ہمکو دکھلائیے

کہا کچھ بجانا نہین اپنا کام
ہر اکس طرح لینا ہمین ہر کا نام

ہے بیزار فرمایشون سے فقیر
لگے کیا کرین اب ہو ہین اسیر

کہا جوگی صاحب یہ کیا بات ہے
کرم آپ کا ہمپہ دن رات ہے

جو مرضی ہو تو تمکو تکلیف دین
نہین جسمین راضی ہو تم سو کرین

کہا اسطرح سے جو فرماؤ گے
تو ہان بندگی ہی مین کچھ پاؤ گے

یہ کہکے اوٹھے اور بین کاندھے پہ دھر
بہا نتک بجائی کہ دیوار و در

کھڑے رہگئے ہوش کھوئے ہوئے
نظر جو پڑے وان سو روتے ہوئے

گیا اہل مجلس کا جو دل پگھل
تو جون شمع اشک آئے اوسکے نکل

ہوئیں ہیں یہ انگلیاں یون ہی رون ۔ کہ ہاتھوں سے اُسکے ہوا دل رون
ہلوا حال پر اوسکا یہ کچھ تباہ ۔ وہ عاشق جو تھا اُسکا فیروز شاہ
ستون کے کبھی اوٹ مین ہو کھڑی ۔ کھڑا دیکھتا اُسکو رو رو کے وہ
وہ کچھ تھی نہ سنتی نہ کہتی اُسے ۔ کنکھیوں سے پر دیکھ رہتی اُسے
اسی آن و ادا پر وہ فیروز شاہ ۔ دل و جان سے کرتا تھا ہر لحظہ آہ
غرض تھی یہ صحبت کہ مین کیا کہون ۔ یہی دل تھا اسکا کہ دیکھا کرون
سراہا پریزادہ کے باپ نے ۔ کہا گن دیا جوگی جی آپ نے
مقدم ہمارا رچھانا کرو ۔ ہمین اپنا معشوق جانا کرو
تکلف تو موقوف کر دیجیے ۔ جو کچھ تمکو درکار ہو لیجیے
کہان تم کہان ہم ہلوا یہ جو ساتھ ۔ یہ تھی بات سب آپ دیوانہ کے ہاتھ
لگی رہنے اوسمین شب و روز وہ ۔ سمجھ جسمین کچھ کچھ دل افروز وہ
بہ بہنیمہ کہ تا کردگار جہان ۔ درین آشکارا چہ دار و نہان
پہر رات تک ہنستی اور بولتی ۔ ہر اک بات مین قند تھی گھولتی
ولے کیا کہون حال فیروز شاہ ۔ کہ تھی دن بدن اُسکی حالت تباہ
اوسی شمع کے گرد پھرنا اُسے ۔ پتنگے کے مانند گرنا اُسے
اسی طرح اوقات کھونا اُسے ۔ سدا بین سن سنکے رونا اُسے
ولے کچھ بھی پاتی جو حسن طلب ۔ تو عاشق پہ غصہ وہ کرتی غضب
کیا اسنے پردہ مین جب کچھ سوال ۔ دوانہ کیا اُسکو اتو بین ڈال
کبھی ٹیڑھی نظرون سے مارا او ۔ کبھی سیدھے دل سے پکارا اُسے
کبھی منہ چھپایا دکھایا کبھی ۔ کبھی مار ڈالا جلایا کبھی
وہ ہر چند آنکھیں دکھاتی رہی ۔ یہ نظرون سے دل کو لبھاتی رہی
اسیطرح مدت گئی جب اُسے ۔ چڑھی گرمی عشق کی تب اُسے
جگر خون ہو آنکھوں سے آیا نکل ۔ گیا دل سب اندر ہی اندر پگھل
جو کہتا ہوا اوس سے تو کہہ حال دل ۔ کہ اب تنگ ہے اپنا احوال دل
ملا کر تو اب دست افسوس کو ۔ پڑا رہ سہے ننگ ناموس کو

رہ ان دو دن کر دیا جان کو ۔ رولایا ہر اک جن و انسان کو
کبھی سامنے آکے کرتا نظر ۔ کبھی دیکھتا چھپ کے ادھر اودھر
کبھی ادھر اودھر سے پھر پھر کے آ ۔ چھپے اسکے کھڑے کی لیتا بلا
نظر اُسکی جب آن پڑتی اودھر ۔ تو یہ اور کیطرف کرتی نظر
اگر کوئی جوگن کی کرتا ثنا ۔ تو کھا رشک کہتا کہ پھر تمکو کیا
بجی پہلی صحبت مین ان ایسی بین ۔ کہ غش کر گئے وہ جو تھے نکتہ چین
اسی طرح ہر شب کرم کیجیے ۔ مری بزم رشک ارم کیجیے
یہ گھر بار ہے آپ ہی کا تمام ۔ ہوئے آج سے ہم تمہارے غلام
کہا اسنے مطلب نہین کچھ ہمین ۔ تمہارا مبارک رہے گھر تمہین
یہ کہہ دان سے اوٹھی وہ جوگن ادھر ۔ دیا تھا جہان اسکے رہنے کو گھر
کہا اپنے جی سے کہ سنتا ہو جی ۔ نہ گھبرائیو اپنے دل مین کبھی
غرض اسطرح اوسکا معمول تھا ۔ گیا دن شاہ پریونکی خدمت مین جا
بجانے مین سبکو رجھاتی تھی وہ ۔ پہر کے بجے گھر مین آتی تھی وہ
نہ دنیا کی اسکو نہ دین کی خبر ۔ اُسکے تصور مین شام و سحر
بہانے سے ہر کام کے روز و شب ۔ وہین کاٹتی اُسکو اوقات شب
وہ جوگن بھی سو سو طرح کر ادا ۔ ہر اک تان مین اُسکو لیتی لبھا
کبھی خوش کیا اور کیا گہ اداس ۔ کبھی دور بیٹھی کبھی اسکے پاس
کبھی تیکھی نظرون سے گھائل کیا ۔ کبھی میٹھی باتون سے مائل کیا
کبھی ہنسکے دیکھا ذرا خوش کیا ۔ کبھی ہوکے غمگین ناخوش کیا
لٹو نین کبھی دل کو لٹکا دیا ۔ کبھی ساتھ بالون کے جھٹکا دیا
بچارا پریزادہ وہ سادہ دل ۔ ادا مین تھا انسان کے متصل
نہ منہ پر وہ عالم رہا اور نہ نور ۔ کئی دن مین دل ہو گیا چور چور
یہ دی پردہ کہ دل سے جی نے صدا ۔ کہ ہے صبر کی اپنے بس انتہا
سنبھلتا ہے اب بھی تو ظالم سنبھل ۔ نہین کوئی دم مین چلا مین نکل
یہ سن جی کا پیغام مجبور رہو ۔ کہا اپنے نزدیک کو دور رہو

بلا سے اگر آن رہتی نہین
کہ اب بن کہے جان رہتی نہین
نہ تھا اسگھڑی کوئی ایدھر اودھر
اکیلی پڑی اسکو جو گن نظر
گرا اسطرح سے قدم پر جو وہ
تو کہنے لگی مسکرا اسکو وہ
کسینے ترا دل ستایا کہین
دیا جی کو تیرے مٹھایا کہین
فقیرون سے اتنا نہ ہو تو خفا
چلے ہم بھلا جا ترا ہو بھلا
لگا کہنے رو رو کے فیروز شاہ
کہ بس بس یہی تم کہو گی نہ واہ
ستائے ہوئے کو ستاتی ہو کیا
جلے دلکو ناحق جلاتی ہو کیا
تم اپنا سا مجھکو سمجھے رہے
بھلا تمکو اب یان کوئی کیا کہے
کہا اسنے کہ شتاب اپنا حال
کہ تو کیون گرا سر کو پاؤن پہ ڈال
بھلا ہجر مین کب تلک ہون ملول
غلامی مین اپنی مجھے کر قبول
مطالب اگر میرے بر لاوے تو
تو شاید مراد اپنی بھی پاوے تو
کہا اوسنے یہ ہے مری داستان
کہ شہر سراندیب ہے اک مکان
جہان مین ہے بدر منیر اسکا نام
مین رہتی ہون خدمت مین اسکے مدام
جدا باپ سے تھی وہ اسجا مقیم
سدا سیر کرتی تھی بیخوف و بیم
جدا ایک دم اس سے ہوتی نتھی
سلائے بغیر اسکے سوتی نتھی
کسی طرح کا غم نتھا دھیان مین
ترقی خوشی کی تھی ہر آن مین
کہان تک کہون اوسکا قصہ ہے دراز
نہ تھا آدمی نور کا تھا ظہور
شے عاشق اسیر تھی کوئی پری
محبت مین تھی اسکی وہ بھی بری
دیا قید مین اسکو ڈالا کہین
کہ مدت سے اسکی خبر کچھ نہین
پریزاد آپس مین تم ایک ہو
اگر تم ذرا کھوج اسکا کرو
دل آباد ہو جی کو آرام ہو
تمھارا بھی اس کام مین کام ہو
کہا پھر یہی کچھ نہین مہ جبین
لگی ہنسنے کہنے نہین کچھ نہین
کہ جاؤ تو ڈھونڈھو کر ہمت کمی
کہ ہے اک پرستان مین قید آدمی
یہ سن اپنے سردار کا وہ کلام
تجسس مین پھرنے لگے صبح و شام
وہ روتا جو تھا نالہ و آہ سے
تو کچھ اسکو آئی صدا چاہ سے

غرض ایکدن بات یہ ٹھانکر
لگا گھاٹ پر اپنی وہ آنکر
اکیلی اسے دیکھ ہو بے قرار
گرا پانو پر اسکے بے اختیار
کہ ہے آج یہ کیا خلاف قیاس
گر اتنا تو ہوتے کیون بے حواس
کے بیٹھنے سے اذیت ہوئی
کہ مہمانون کی مصیبت ہوئی
اذیت اگر ہمسے پاتا ہے تو
کہ اب پانون پڑ پڑ کے اٹھاتا ہے تو
تمھاری سمجھ نے تو مارا ہمین
یہ باتین نہین اب گوارا ہمین
ہوئین تم نہ واقف مرے حال سے
فدا مین ہون جان و دل و مال سے
تم ایسی ہی بیرحم و بیدرد ہو
غرض اپنے عالم مین تم فرد ہو
کہا تب پریزاد نے میری جان
کہان تک کرون راز دلکو نہان
لگی ہنسنے کہنے کہ اک طور سے
جو میری کہانی سنے غور سے
کہا اوسنے پھر جلد فرمائیے
جو کچھ آپ سے ہو بجا لائیے
ملک ایک ان کا ہے مسعود شاہ
کہ بیٹی ہے ایک اسکی مانند ماہ
بنایا ہے اسنے الگ ایک باغ
کہ فردوس کا ہے وہ چشم و چراغ
مین نجم النسا اسکی دختر وزیر
ہمیشہ سے ہمراز تھی اور مشیر
خوشی سے سروکار غم سے فراغ
برنگ چمن رہتی تھی باغ باغ
ہوئی ایکدن یہ عجب واردات
کہ اک شخص وارد ہوا ایک رات
گیا اسلیے وہ شاہزادہ کا دل
گئے ایک دونون وہ آپسمین مل
کہین وانکے آنے کی سنکر خبر
خدا جانے پھینکا ہے اسکو کدھر
سو مین کھوج مین اسکے جو گن ہوئی
یہانتک تو پہونچی برو گن ہوئی
تو شاید مدد سے تمھاری ملے
تو پھر آرزو بھی تمھاری ملے
کہا تب پریزاد نے ہاتھ لا
انگوٹھا دکھایا کہ اترا نجب
یہ سن قوم کو اپنی اسنے بلا
تقید سے سبکو بلا کر کہا
جو تم مین سے لاویگا اسکی خبر
جواہر کے دونگا لگا اسکے پر
ہوا ایک کا ناگہان وان گذر
جہان قید مین تھا وہ خستہ جگر
کہا کچھ تو ملتا ہے یانسے سراغ
کہ آتی ہے یان کوئی گلزار باغ

وہ چوکی کے جو دیو تھے جا بجا
وہ تحقیق کر لاوے اونکا بھید
کہا میرا مجرا ہے اب لائیے
یہ معمول تھا وانکے انعام کا
یہ بھیجا پھر اس ماہرخ کو پیام
ترے پاؤں پکڑ کر کہوں تیرا حال
ترا رنگ غیرت سے اڑتا نہیں
بھلا چاہتی ہے تو اسکو نکال
گیا ماہرخ کو یہ فرمان جب
اگر اب میں لاؤں ہوں اسکی کبھی
مرے باپ کو پھر نہو دے خبر
سر چاہ پر جب وہ ہمو خار رفیق
وہ پتھر جو تھا کوہ سا سنگ راہ
اندھیرے سے اس چاہ کے اسکا تن
نکلوا امانت اسے اس نمط
تمہیں اختیار اسکی اب ہے ہر فرد
قدح بھر کے لا ساقی بے تمیز
گلابی جھلکتی پلا دے مجھے
کوئی دیو تھا وان سکندر نژاد
لے آیا وہ جون خضر سو گھاٹ سے
اندھیرے سے نکلا وہ روشن بیان
زمیں اوپر آنے کا تھا اسکو غم
نہ آنکھوں میں طاقت نہ تن میں توان
وہ سر میں جو تھے اسکے سنبل سے بال
بدن سے رگوں کی تھی اس دم نمود

لگا پوچھنے کسکی ہے یہ صدا
کہا ماہرخ کا ہے قیدی یہاں
م اڑا شہر کو اپنے دیو سفید
کیا جاکے فیروز شہ کو سلام

داستان پیغام بھیجنے میں فیروز شاہ کے ماہرخ کو

کہ کیوں زیست کرتی ہے اپنی تمام
بنی آدمی کو تو چوری سے لا
تو کیا حال ہو تیرا اے جہاں پال
عزیز اپنی رکھتی نہیں جان کو
تجھے کیا پری زاد جڑتا نہیں
ہمارا گنہ بھول خوف و خطر
کنوئیں میں جسے تو نے رکھا ہے ڈال
اور اسکی قسم کھا کہ پھر گر کہیں
ہوئی خوف سے وہ پریشاں تمام
کہا مجھ سے تقصیر اب تو ہوئی
تو پھر بھونک دیجو مجھے تم ابھی
برا تھا یہ احسان مجھ پہ کرو
کہ پھر میں نہ ادھر کی ہوں نہ ادھر
یہ سنکر جواب اسکا فیروز شاہ
کہا انکو تھے وہ جو اسکے شفیق
کہ یہ سنگ اس کو ڑے ہیانسے چلے
دیا پھینک وانسے اور شکل ماہ
وہ بادل سا پتھر کا جو اوس چاہ سے
نظر یوں پڑا جیسے کالے کا من
وہ من ڈالے اسمیں پڑا تھا جوان

داستان کنوئیں سے نکلنے میں بے نظیر کے

کنوئیں سے نکلتا ہے یوسف عزیز
گئے دن خزاں کے اور آئی بہار
سماں کوئی ایسا دکھا دے مجھے
کہ وہ ماہ نخشب کنوئیں سے نکل
کنوئیں میں اتر کر بعجب مراد
اتک یوں لے آیا کنوئیں سے نکال
نکال آب حیوان کو ظلمات سے
ہوئی سست اسکی نہ بو سے وہ گل
کہ حرفوں سے جوں ہووے معنی عیاں
وہ جیتا تو نکلا ولے اس طرح
گئے تو کہ پھرتا تھا اور پر کا دم
جمی خاک تن پر برنگ زمین
کہ جوں خشک ہو نرگس بوستان
وہ تن سرخ جو تھا سو پیلا ہوا
لگے لاغری سے بدن کے وہ بال
فقط پوست باقی تھا اور استخوان
کہ اوجھی ہو جوں ریسمان کبود
بدن خشک و زرد اس طرح تھا وہ گل

کنوئیں میں تمہ بتا ہے اک نوجوان
سن آیا جو کچھ تھا سنایا کلام
جو دینے کہا ہے سو دیو آیئے
جواہر کے اوسکو پیے پر لگا
بٹھاتی ہے گھر میں نقش جتا
یہی ہے کہ بھو نکوں پرستان کو
لگی رکھنے انسان پر تو نظر
لیا نام اسکا تو پھر تو نہیں
کہو اسکو لیجائے پانسے کوئی
کہ اسکا پرستان میں چرچا نہو
چلا اپنے گھر سے جہاں تھا وہ چاہ
کسی طرح چھاتی سے پتھر ٹلے
تو اک نور چمکا شب ماہ سے
کہا اس پری زاد نے سب کو ہاں
کہ لیتے ہیں بو مشک سے جس نمط
سمجھوا ہے اپنی پتلی کا نور
لے لالہ گوں سے دکھا لالہ زار
منازل کو اپنے پھرے بر محل
کہ فوارہ جوں آب کو دے نکال
کہ نکلا وہ سنبل سے مانند گل
کہ بیمار ہو نزع میں جسطرح
گرا جیسے نکلے ہے تیلا کہیں
وہ جوڑا جو تھا سبز نیلا ہوا
نہ تھا خون کا رنگ بھی درمیان
خزاں دیدہ ہو جسطرح برگ گل

تصویر کنوئیں سے نکلنا بےنظیر کا بحکم شاہزادہ اجنہ بسعی وزیرزادی نجم النسا کے



وہ ناخن جو تھے اُسکے نعلِ ہلال
سو وہ ہوگئے پشتِ بدرِ کمال

بٹھا تخت پر اپنے اُسکو وہاں
لے آیا وہ بیٹھی تھی جوگن جہاں

چلی اب تو کہہ میں اُسکو لایا یہاں
یہ سنتے ہی گھبرا کے بولی کہاں

کہا جی کہاں ہے بتا تو مجھے
ذرا اُسکی صورت دکھا تو مجھے

یہ کہہ اور لے ہاتھ میں اُسکا ہاتھ
لے آیا وہ جوگن کو واں ساتھ ساتھ

جسے ڈھونڈھتی تھی یہ سو ہے وہی
کہا ہاں رے ہاں یہ وہی ہے وہی

کہ اِس تخت کے گرد آ دم بھروں
بلائیں میں لوں گھوم کر اُسکی لوں

کہا اُسنے تب اپنی جوتی دکھا
ارے دیو تو کیوں دوانہ ہوا

یہ اِس تخت کے گرد پھرنے لگی
بلا اُسکی لے لے کے گرنے لگی

وہ دیکھے جو تک آنکھ اُٹھا بےنظیر
تو نجم النسا ہے یہ دخت وزیر

کہا تیرے غم نے دوانہ کیا
کہ عالم سے بیگانہ کیا

بیان حال دونو جو کرنے لگے
دُر اشک سے چشم بھرنے لگے

یہ سن بےنظیر اپنے دلسوز سے
لگا شاد ہونے اُسی روز سے

اسی تخت پر بٹھلا کے وہ اُدھر
کہ تھا نقش مطلوب اُسکا جدھر

پڑھے حرف مطلب جو کچھ سوچ کر
تب اکسیر بیٹھے مثلث کے گھر

یہ دیکھا جو احوال اُسکا تباہ
تو روتا ہوا جلد فیروز شاہ

رکھا تخت اک جا پہ اُسکا چھپا
کہا پھر یہ جا کر کہ نجم النسا

دوانی تھی از بس وہ اُس تانونکی
نہ سرکی رہی سدھ نہ کچھ پانونکی

کہا مجھسے چلیو ذرا تھم رہو
کہ شادی بڑی ہے کہیں غم نہو

کیا آپ اِس تخت پر بیٹھ اور
دکھایا اُسے اور کہا گر تو غور

یہ کہہ اور اِس تخت کے پاس آ
کہا اے پریزاد تو اُٹھ ذرا

کہا اُسنے ہنسکر بھلا دیکھ تو
تو اِس بات پر میرے صدقے نہو

غرض وہ پریزاد نیچے اُوتر
کھڑا ہوگیا تخت سے ہو اُدھر

گلے لگ کے رونے لگی زار زار
کیا اپنے تن من کو اُسپر نثار

کہا تو کہاں اور کسکا یہ جوگ
کہاں یہ لباس اور کہاں تم یہ سوگ

بغل گیر ہو کر پھر تو آپس میں مل
وہ رویا کیے دیر تک متصل

کہی سرگذشت اُسنے اسدم تلک
کہ اسطرح پہونچے ہیں ہم یہاں تلک

کیا ایکدن تو اُنھوں کے مقام
چلے دوسرے دن وہ نزدیک شام

وہ جوگن وہ فیروز شاہ اور وہ ماہ
چلے تخت پر بیٹھ اوپر کی راہ

مربع نشین تھی جو بدر منیر
وہاں اُسکو لائی وہ دخت وزیر

اوتارا وہیں اس درختوں میں تخت
دوبارہ کھلا اُن درختوں کا بخت

یکایک جو آ وہ قدم پر گری
تو جھجکی وہ شہزادی اور کچھ ڈری

کہا میری نجم النسا تو ہو جاں
اری تیرے صدقے مری مہربان

بہت رنے چاہا کہ ہووے کھڑی
گھڑی سی ہوتے ہوتے وہیں گر پڑی

بلائیں لگی لینے نجم النسا
لگی گرد پھرنے برنگ صبا

نہ گھر کی وہ رونق نہ اسکا وہ حال
گلوں سے لگا دل ملک پائمال

خواصیں جو تھیں پاس وہ نازنیں
سو میلی کچیلی کہیں کی کہیں

ہر اک اپنے عالم میں دیکھو تو دنگ
اُڑا رنگ چہرے کا مثل پتنگ

غم آلودہ ہر ایک زار و نزار
نہ آرام جی کو نہ دل کو قرار

چمن سارے ویران سے ہیں پڑے
شجر گل کے اک جھاڑ سے ہیں کھڑے

نہ تاب و توان اور نہ ہوش و خرد
ضعیف و نحیف و پریشان اُداس

دیکھیں محل میں پڑی جب دھوم
کیا عشق پروانہ اُسپر ہجوم

کوئی غنچے کیطرح کھلنے لگی
کوئی دوڑ کر اُس سے ملنے لگی

کوئی آئی باہر سے گھر سے کوئی
ادھر سے کوئی اور اُدھر سے کوئی

ہوا سر پہ اسکے زبس ازدحام
لگی کرنے گھبرا کے سبکو سلام

وہ انبوہ جب کچھ ہوا برطرف
تو پھر دیکھ نجم النسا کیطرف

چلو چلکے آرام تک کیجیے
کچھ اک ملتے کہنا ہے میں کیجیے

یہ سن ایکدم تو وہ غش کر گئی
کہے تو کہ حیرت میں آ مر گئی

کہا مجھکو سوگند اس جان کی
غلط کہنے والی میں قربان گئی

کہا کیونکہ لائی کہا اس طرح
وہ سب کہدیا حال تھا جسطرح

کہا پھر وہ دونوں کہاں ہیں کہا
درختوں میں انکو رکھا ہے چھپا

مگر ایک یہ بڑی بے بسی
کہ ہیں تیری خاطر بلا میں پھنسی

یہ سن شاہزادی ہنسی کھلکھلا
کہا کیوں تو مرتی ہے نجم النسا

چلی اب جو چلے بس زیادہ مگر
انھیں جاکے جلدی سے لا تو ادھر

کہا وہ تو ایسا دوانہ نہیں
وہ اس بات کو کیا کہیگا نہیں

اکیلی اُتر وانسے آئی ادھر
لیے سوگ بیٹھی تھی وہ مہ جبیں

پھر آخر جو دیکھا تو جوگن ہے یہ
مرے درد و غم کی پرو گن ہے یہ

ہمیں تیرے ملنے کی کب آس تھی
کہ جینے سے اپنے ہمیں یاس تھی

کہا بارِ غم سے افاقت نہیں
اری کیا کروں مجھ میں طاقت نہیں

اُسے شاہزادی کا تھا حال یاد
جو دیکھا تو پایا اسے کچھ ہے زیاد

پڑے سارے بے دشت دیو اُور در
محل کو جو دیکھا تو لوٹا سا گھر

نہ چوٹی نہ گندھی اور نہ کنگھی درست
جو چالاک تھی نٹکھٹی وہ بھی سست

نہ اُسکی وہ چہلیں نہ وہ چہچہے
نہ گانا بجانا نہ وہ قہقہے

جو بیٹھیں تو رونا جو اُٹھیں تو غم
غرض بیٹھتے اُٹھتے اُسپر ستم

جو خود ہے تو حیران و بیمار سی
کہ جوں زرد شیشے کی ہو آرسی

یہ دیکھا اُسکا احوال نجم النسا
جلی شمع کیطرح آنسو بہا

سنی ایک نے ایک سے یہ خبر
مبارک سلامت ہوئی یکدگر

لگے کوئی صدقے کے لانے لگی
کوئی سر سے روٹی چھوانے لگی

حقیقت لگی پوچھنے آ کوئی
لگی کرنے آپس میں چرچا کوئی

کہا بیٹھو کل کہونگی میں حال
کہا راہ کی ماندگی ہے کمال

کہا شاہزادی تو آئی نہیں
ادھر اپنی تشریف لاتی نہیں

گئی جبکہ خلوت میں بدر منیر
کہا میں نے لے آئی ترا بے نظیر

تعجب سے پوچھا کہ سچ مچ ہے یہ
دیا چھیڑنے کو مرے کج ہے یہ

نشاط و خوشی کی خبر نیک نیک
نہیں منہ یہ کہہ بیٹھے بیدھڑک

ترا قید سے کر چھڑا لائی ہوں
اور اک اور بندھوا کے لائی ہوں

عجب وقت میں ہوئی تھی جدا
کہ دو پھر کو تیرے دیا لا ملا

سو اب ایک کو تو نے آتی ہو نہیں
ہوا دوسرے کو بتاتی ہوں نہیں

اری ایک ہی تو بڑی قہر ہے
کہیں تو ہے امرت کہیں زہر ہے

کہا پھر پریزاد کے روبرو
بغیر از کسیکے رہے ہو گی تو

اگر دلمیں کچھ تیرے سودا ہو
نہیں دور وہ بھی ترے پاس ہے

ذرا پوچھیو تو اس بات کو
چھپائے ہوئے لا بٹھایا وہاں
کہا خیر ہے تجھکو رشک چمن
مرا یہ تو ہمدم ہے دن رات کا
مرے منہ سے ساقی لگا دے شراب
یہ سن سنکے باتیں وہ پردہ نشین
نظر سے نظر جو ملی ایک بار
نہ وہ رنگ اسکا نہ وہ اسکا حال
عجب صحبت آپس میں اسدم ہوئی
ز رشک محبت بہانے لگے
وہ مجروح دل تھی جو بدر منیر
بڑی غم کی باتیں جو آدرمیان
رخ زرد پر اشک گلگون بہا
پھر آخر کو نجم النساء وہ شریر
مگر تیری خاطر یہ رو رہا ہے کم
یہ مردہ سا لائی ہوں میں اسلیے
لے آئی ہوں اسکو محبت کی دھن
بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو
یہ سن ہنس پڑے سب وہ آپس میں مل
شب آدھی گئی جب تو خاصہ منگا
پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے
الگ ہو کے لیٹی جو وہ ماہرو
کہا شاہزادے نے احوال سن
پہونچا کوئی میرا فریاد رس
محبت نے چاشنی اور دی

کہ وہ روبرو اسکے ہو یا نہو
وہ خلوت کا جو تھا قدیمی مکان
چھپے ہیں کہیں بھائی سے بھی بہن

یہ سنکر شتابی گئی وہ نگار
پھر اُس سے یہ پوچھا کہ اے بے نظیر
مرا جان و مال و سب قربان ہے

داستان بے نظیر اور بدر منیر کے ملنے کی اور اسکے باپ کو بیاہ کا رقعہ لکھنے میں

چلی آئی واں ناز سے نازنین
کیے چشم نے لعل و گوہر نثار
تن زرد زرد اور رخ لال لال
کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی
اس احوال پر جب کہ آنے لگے
لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر
یہ دونی کہ تنگ آ گئیں ہچکیاں
بہار و خزاں کو کیا ایک جا
لگی کہنے سنتی ہے بدر منیر
کہ تو اور رو رو کے دیتی ہے غم
کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیے
جیا ہے فقط تیرے ملنے کی سن
خدا پھر نہ تمکو رلائے کبھو
پڑیں جسطرح پھول گلشن میں کھل
تکلف سے ہر اک کے آگے دھرا
الگ خوابگاہوں میں جا سو گئے
ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
کنوئیں میں جو گذرا تھا رنج و تعب
تڑپتا رہا دل برنگ جرس
کہ میرے تئیں جیتے جی گور دی

حیا سے پھر آ کر جو بیٹھی وہ تب
ادھر چشم خونیں ادھر چشم نم
بہم وہ خزاں دیدہ گلزار سے
وہ نجم النساء اور وہ فیروز شاہ
ادھر اسطرف کو شاہزادہ نڈھال
چھپا منہ کو اسطرف سے نازنین
غرض دیر تک ملکے روتے رہے
کلیجوں پہ جو داغ تھے بیشمار
کیا چاہتی ہے تو اب قہر کیا
ذرا تن میں آنے دے اسکے تو جان
وہاں ہیں یہ اسکی بہن کی دوا
اسے وصل کی اپنے دارو پلا
بہنیں خوشنما باں آئے ہوئے
بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
عجب چہل سے بیٹھے آپس میں مل
اٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال
وہ گذرا ہوا یاد کر کرکے حال
کہ یوں میں اندھیرے میں رویا کیا
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا
زمیں سے نکلنے کی کب آس تھی

لیا جا کے آہستہ آنکھوں پہ چار
کہے تو چلی آئے بدر منیر
کہ اسکے سبب سے مری جان ہے
مجھے اس سے پردہ ہو کس بات کا
کہ ملتے ہیں باہم مہ و آفتاب
پھر آئے گئے اسکو ہوش و حواس
اسے اسکا غم اور اسے اسکا غم
ملے جیسے بیمار بیمار سے
حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ
لگا رونے آنکھوں پہ رکھکر رومال
لگی کرنے تر دامن و آستین
جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے
سو آنکھوں سے انکی دکھائی بہار
زیادہ نہ بس اپنی الفت جتا
ابھی اسکو رونے کی طاقت کہاں
کہ ہے خانۂ یار دار الشفا
کسی طرح اس نیم جاں کو جلا
رہیں دو جنے منہ چھپائے ہوئے
اسیجے لگے دل سے عیش و نشاط
کیا نوش حسب تمنائے دل
ہوے اس مزے میں وہ خواب و خیال
لگے رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال
کنوئیں میں تن اپنا ڈبویا کیا
سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی

عجب طرح سے زیست کرتا رہا
دیا شاہزادی نے رو رو جواب
تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے ایک
میں ہر چند چاہا کروں تجھسے بات
عجب اس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق
نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر
یہ کہتی ہیں کس سے یہ درد نہاں
اسی غم میں بستی تھی لیکن وہاں
پھر آئے تو معلوم ہو تم کو سب
جو ملتے ہیں بچھڑے ہوئے ایک جا
کٹی رات حرف و حکایات میں
چھپا ماہ نے اپنے منہ پر نقاب
لیے روز کو ساتھ آنے لگا
گیا عقدۂ صبح اس دم جو کھل
دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار
نہا دھو کے نکلی عجب آن سے
نئی آگ اس نے لگائی یہ اور
تمامی کی سنجاف اوپر لگا
بھبوکا سا تن اور منہ کی دمک
گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک
ملاوٹ وہ بٹنی کی ویسی نمود
بنت گرد اسکے یہ کیونکر پھبے
جواہر سجا اپنے موقع سے کل
پچھڑی وہ چوٹی زری کا موباف
بنی جسکا اس آن سے رشک حور

تری جان سے دور مرتا رہا
کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب
اور اس دشت میں ہے کنواں ایک ہی
وے کیا گئی وان نہ کچھ مجھسے بات
کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
لے تھا تیرے غم سے دلکو اثر
شب و روز جلتی تھی میں شمع سان
کہ کیونکر ملاوے گا پروردگار
کہ ہم تم ملے پھر اسی کے سبب
انھیں نیند یا تو نہیں آتی ہے گیا
سحر ہو گئی بات کی بات میں
اٹھا بستر خواب سے آفتاب
وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا
نکل آئے ادھر ادھر سے وہ گل
چمن میں نئے سر سے آئی بہار
کہ الماس نکلے ہے جوں کان سے
اور پوشاک کی سرخ لانے کے طور
طلا کی طرح سے دیا دگدگا
کہ جوں شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک
تراشے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک
کہ جوں سرخ چہرے پہ خال کبود
کہ ان کو گھڑی دیکھ کر گر پڑے
ترشح میں ہو جیسے نم دیدہ گل
کہ جوں دود کے بعد شعلہ ہو صاف
چلی آئی فیروز شہ کے حضور

خدا ہی نے تجھسے ملایا مجھے
گئے داغ کی دل میں جو بو گئی
صدا اونسے آتی ہے بدر منیر
مری جان گئی اسطرف ڈھل گئی
اسی دن سے یہ حال پہونچا مرا
گذرتا تھا وان تجھپہ جو صبح و شام
عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں
مری شکل پر رو کے نجم النسا
یہ آپس میں کہہ حال رو رو ابھی
پریزاد و نجم النسا وان جدی
شب وصل کی جو سحر ہو گئی
صبوحی کو اٹھتا ہے جیسے مدام
ہوا چشم وا جب وہ مژگان دراز
اٹھے جب یہ آپس میں گلفام وہ
وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا
نہانے سے نکلا عجب اسکا روپ
جلا انکو عاشق کے دکھلائیں
اسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس
الیلی وہ اٹھتی ہوئی جھانیاں
وہ کنچن سی اور ہمیں کچھ لال لال
کہے تو یہ اپنے منہ پر نقاب
وہ پاجامہ سبز کمخواب اور
وہ کنگھی کھنچی اور وہ ابرو کھنچے
عروسانہ اوسنے کیا جو لباس
پریزاد تو قتل ہی ہو گیا

اٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
میں اک رات روتی ہوئی سو گئی
ادھر آ نہ یاں قید ہے بے نظیر
اسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
کہ مرتی رہی نام لے لے ترا
وہ اندھیر تھا مجھپہ روشن تمام
نہ اس زیست کرنے سے مرتی تھی میں
کہی اسطرح حال اپنا بنا
وہ کہنے کو سوئی تھی پر سو رہی
الگ اپنی باتوں میں مشغول تھی
تو سو تو انکو گویا خبر ہو گئی
شراب شفق سے بھرا اپنا جام
سپید و سیہ میں ہوا امتیاز
گئے باری باری سے حمام وہ
جمی گرد وہ اپنے تن کی چھوڑا
نکل آئے بدلی سے جسطرح دھوپ
لیا سرخ ناہی کا جوڑا پہن
تصور میں ہو سرخ جسکے لباس
پھریں اپنے جوبن میں اٹھلاتیاں
بھرے رنگ سے قمقمے کی مثال
شفق میں چھپا جوں سر آفتاب
دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور
اگر آئینہ اپنی ہر سو کھنچے
تو آنے لگی خوش کی آسمیں یاں
لگے تو کوئی جان سے کھو گیا

حیا سے نہ کی بات نہ کچھ کہا
لیے جی سے قربان اُس پر رہا

وہ بن ٹھن کے آپس میں رہنے لگی
بہم راز دل اپنے کہنے لگی

خوشی سے ہوئے اسکے سرسبز دل
لگے سبز پان پینے آپس میں مل

ضیافت بہم ملکے کھانے لگے
وہ غم کھانے ہم تم کو کھانے لگے

چھپے عیش و عشرت وہ کرتے رہے
نہ غیروں کے چرچے سے ڈرتے رہے

اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا
ولے ہجر کا غم انھیں یاد تھا

یہ ٹھہرا کے نکلے وہ دو ماہرو
کہ اسبات کو کیجیے ایک سو

غضب ہے جو یوں ہیں دوبارہ رہیں
چھپے کب تلک آشکارا رہیں

سہی ہو یہ تکلیف آرام کو
یہ ناکامیاں ہوں نہ کس کام کو

نصیب اس طرح سے جو یاری کریں
عیاں کیوں نہ ہم خواستگاری کریں

جب آپس میں یہ مشورے ہو گئے
ادھر اور ادھر ملکے دو دو گئے

وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر
کچھ اک کر بہانہ وہ دونوں شریر

رہیں گھر میں پھر جا کے ماں باپ پاس
کہ دکھینگے اب ہم قدم آپکے

نکل منظیر اور وہ فیروز شاہ
کسی شہر میں رکھ کے فوج و سپاہ

کرا سباب سب سلطنت کا درست
پھر آئے اسی جا یہ چالاک و چست

وہاں کا جو تھا شاہ انجم سپاہ
جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

نامہ بھیجنا منظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری میں بدر منیر کے

کیا نامہ یوں ایک اسکو رقم
کہ اے شاہ شاہان و اے فخر جم

فریدون مثال و سکندر نژاد
مراد جہان و جہان مراد

جہاں شجاعت زمان کرم
دل رستم گرد حاتم ہمم

ہیں اُردو میں یاں اک تن غریب
لے آئے ہیں مجھکو مرے یاں نصیب

نوازش سے اپنی کرم کیجیے
غلامی میں اپنی مجھے لیجیے

ہمیشہ سے ہے راہ و رسم جہاں
کہ وابستہ یوں ہیں ہیں کار جہاں

جہاں پر ہے روشن کہ میں ماہ ہوں
ملکزادہ ابن ملک شاہ ہوں

ہر اک مجھ سے واقف ہے برنا و پیر
کہ ہے نام میرا شہ بے نظیر

بیان سب کیا ماضی و حال کا
تجمل لکھا فوج و اموال کا

جتا کر بہت عجز اور انکسار
لکھا یہ بھی اک حرف آخر کی بار

کہ جو ہووے برعکس شرع شریف
وہ ہے اپنے مذہب میں بیجا حریف

اگر مانیے خیر تو مانیے
نہیں آپ یا ہمیں جانیے

گیا یہ جو مسعود شہ کو پیام
سنا اور پڑھا خط کا مضمون تمام

سمجھ اسکا مضمون مسعود شاہ
کہ اتنی ہے فوج اور اتنی سپاہ

اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
پھر آخر خدا جانے کیا رنگ ہو

اور آخر یہی ہے زمانے کا حال
کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال

جواب نامہ منظیر کا ملک مسعود شاہ سے

نہ تازی یہ کچھ رسم پیوند ہے
ہمیشہ سے عالم برومند ہے

لکھا نامہ اسکے یہ اک در جواب
کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

لکھا بعد حمد و ثنائے خدا
پس از نعت احمد شہ انبیا

کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا
وہ راز نہاں اپنے ہاتھوں کھلا

شریعت کے عالم میں مجبور ہیں
نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں

اگر ہم کبھی اپنے دعوے پہ آئیں
تمہارے فلک کو نہ خاطر میں لائیں

ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکوں کے طول
نہیں ننگ و بد تمہیں اپنے غول

کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں
سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں

ولے کیا کریں رسم دنیا ہے یہ
وگرنہ گھمنڈ آپکا کیا ہے یہ

زبس ہمکو ہے پاس شرع رسول
سو اس واسطے کرتے ہیں ہم قبول

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اک اچھی سی تاریخ ٹھہرائیے
دیا حکم ہم نے تمہیں آئیے

گیا ایلچی لیکے نامہ اُدھر
اُڑی ہر طرف یہ خوشی کی خبر

سنی جبکہ نامہ کی گفت و شنید
ہوئی شاہزادہ کو گویا کہ عید

کشادہ ہوئے دل جو تھے غم سے تنگ
اُسی دن سے ہونے لگے راگ و رنگ

ہوئیں ہر طرف سب دل آزاریاں
بلا سکینو نکو تبا سال و سن
کدھر ہے تو اے ساقی گلبدن
وہ اسباب شادی کا تیار ہو
محل سے نکل جب ہوا وہ سوار
وہ دولھا کے اُٹھتے ہی اک غل پڑا
لگا کہنے کوئی اِدھر آئیو
کوئی پالکی میں چلا ہو سوار
سپاہ اور قبضے کمر سے لگے
وہ شہنائیوں کی سہانی دھنیں
وہ ملبوں کا بجنا اور اُنکی صدا
کھٹکھٹ کر وہ گھوڑوں کا چلنا سنبھل
دو رستہ جو روشن چراغاں ہوئے
چراغوں کے ترپولیے جا بجا
تماشائیوں کا جدا اک ہجوم
براتی اِدھر اور اُدھر جوق جوق
وہ آرائش اور گل کئی رنگ کے
دو رستہ برابر برابر وہ تخت
جہاں تک نظر آوے اُنکی قطار
اوڑایا ستاروں کو جو آگ نے
دھواں چھپ گیا نور میں نور ہو
زری پوش سردار سب یکدگر
جب آئی وہ دولہن کے گھر برات
کھڑے پاؤں تک وہ خیمے بلند
بلوریں دھرے شمعدان بے شمار

داستان بے نظیر اور بدر منیر کے بیاہ کی اور اُسکے تجمل میں

دمڑی آج اس شمع رو کی لگن
مکرر نہ پھر جسکی تکرار ہو
بجے شادیانے بہم ایکبار
لگا دیکھنے اُٹھکے چھوٹا بڑا
سلائے رستہ شتابی مری لائیو
پیادوں کی رکھ اپنے آگے قطار
سواروں کے گھوڑے ٹھٹکنے لگے
جنھیں گوش زد ہر مفصل سخن
یہ گاتا کہ اچھا بنا لاڈلا
ہماکے وہ دونو طرف مورچھل
تلنگے خوشی سے غزلخواں ہوئے
اور آہیں وہ بازاریوں کی صدا
تلنگے گریں جوں چراغاں سے جھوم
وہ آواز قرنا وہ آواز بوق
وہ ہاتھی کہ وہ دیو تھے جنگ کے
کسی پر کنول اور کسی پر درخت
طلسمات کی سی ہوا پر بہار
تو ہاتھی لگے بن سے پھر بھاگنے
سیاہی اوڑھی شب کی کافور ہو
پھریں برق کیطرح ادھر اُدھر
کہوں فرنگی عالم کی کیا تمسا
کریں عالم نور جسکو پسند
چڑھیں موم کی بتیاں چار چار

بلا مطربان خوش آواز کو
بڑی خواہشوں سے جب آیا وہ روز
کروں اُس تجمل کو کیونکر عیاں
کوئی دوڑ گھوڑوں کو بلانے لگا
کسیلے کسیکو کا را کہیں
جو کثرت میں دیکھا کہ گاڑی نہیں
نکورے وہ نوبت کے اور اُنکے بعد
ہزاروں تمامی کے تخت رواں
وہ نوشہ کا گھوڑے پہ ہونا سوار
وہ فانوسیں آگے زمرد نگار
ہوا دن جو روشن چراغان سے
کوئی یاں نیچے کھلونے کوئی
کھڑکنا وہ نوبت کا باجوں کے ساتھ
وہ کاے پیادے وہ اُنکی نفیر
وہ ابرک کی ٹٹی وہ مینے کے جھاڑ
وہ رنگین درخت اور وہ شمع و چراغ
اناروں کا وغنا پھلجھڑی کا زور
وہ مہتاب کا چھوٹنا بار بار
سراسر وہ ہر طرف مشعل کے جھاڑ
کہے تو کہ نزدیک اور دور سے
ہوا اونکی صحبت کی رشک بہشت
عجب مسند اک جگمگی اور فرش
نئے رنگ کے اور نئے طور کے

لگیں ہونے شادی کی تیاریاں
مقرر کیا نیک ساعت کا دن
کہ آویں لیے اپنے سب ساز کو
چڑھا بیاہنے وہ مہ شب فروز
کہ باہر ہے تقریر سے یہ بیاں
کوئی ہاتھیوں کو بٹھانے لگا
نہ لانے پہ میانے کے بار آہیں
کوئی مانگے تانگے پہ بیٹھا کہیں
گرجنا وہ دھونسوں کا مانند رعد
اور اہل نشاط اور یہ جلوہ نہاں
وہ موتی کا سہرا جواہر نگار
کہ ہو سبز مینا جھونیر نثار
پڑھے شعر نوری کے دیوان کے
کوئی دال موٹھ اور سلونے کوئی
گرجنا وہ دھونسوں کا ڈنکوں کے ساتھ
کہ تا چرخ پہونچے صدا اُنکی چیر
کہے تو کہ تنگے کی اڑھل بہار
کھلے جسطرح لالہ نو رباغ
ستاروں کا چھٹنا پٹاخوں کا شور
ہر اک رنگ کی جس سے دونی بہار
کہ جوں نور کے مشتعل ہوں پہاڑ
زمین و زمان بھر گیا نور سے
دھرے تخلخے گرد عنبر سرشت
تمامی کے عالم کا جو نور فرش
دھر ہر طرف جھاڑ بلور کے

تماشائیونکی یہ کثرت تھی بس
کہ ایک ایک سے ایک سب بیچ اپس

وہ دولہا کا مسند پہ جا بیٹھنا
برابر رفیقون کا آ بیٹھنا

کرون راگ اور ناچ کا کیا بیان
قدیمی کسیوقت کا سا سمان

وہ اُن کی تانین ادھر اور ادھر
لے سُر طبورونکے با یکدگر

اولٹنا وہ ٹھوکر کو دیکے تال
وہ بوٹا سا قد اور کہڑی دکی چال

کبھی گت پھرنا جتا ذرے سے
کہ تیورا کے عاشق گرے شوق سے

کھڑے ہوکے دو گھونٹ جھکتے
حیا بان اور رنگ ہو منھ پہ دے

اولٹ آستین اور تھرکا چاک
نئے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک

دوپٹے کو سر پر اُلٹ اور سنبھل
یکایک وہ صف چیر آنا نکل

ادھر اور اُدھر رکھکے کاندھے پہ ہاتھ
چلی ناچتی آنا سنگت کے ساتھ

کبھی ناچنا اور گانا کبھی
رجھانا کبھی اور بنانا کبھی

وہ شادی کی مجلس وہ گانیکا رنگ
وہ جی کی خوشی اور وہ دلکی ترنگ

وہ پیڑونکے تیے پڑے ہر طرف
غم دل جسے دیکھ ہو برطرف

وہ گھرنسی شادی مبارک وہ ڈہول
وہ لیے سلونے وہ میٹھے سے بول

گلے مین پہنا وہ ہنس ہنس کے ہار
شتاشٹ وہ بہوئونکی چھڑیونکی مار

قہاقے ہنسی شور وغل کا بیان
سہانی سہانی نئی گالیان

دو زانو زری پوش بیٹھے تمام
شراب خوشی کے کیے نوش جام

طوائف کا اُٹھنا اِن انداز سے
دکھانا وہ آہستہ تن ناز سے

وہ ارباب عشرت کا آپسین مل
جمانا کھرک راگ کا ریتے دل

اور اُس صف سے اک چھوکری کا نکل
جتانا ہنر اپنا پہلے پہل

کبھی پیرتانو کی دکھانی ادا
کہ جوان لوٹ کر بجلی ہوئے ہوا

ادھر کی تو یہ گت اور اسکا یہ بھاؤ
ادھر اوٹ مین نائکہ کا بناؤ

انگوٹھے کی لے سامنے آرسی
وہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار سی

بنا کنگھی اور کرکے ابرو درست
جھمک دامن اور ہوکے چالاک چست

پکڑ کان اور گھنگرون کی اٹھا
پہن پانو مین اپنے سر سے چھوا

فتح چند کے ہاتھ کی مور ایک
بجاتی ہوئی چاندسی صور ایک

خوش آوازیون سے دو گانا خیال
دکھانا ہر اک دم مین اپنا کمال

وہ بہولونکے گہنے کناریکے ہار
وہ بیٹھی ہوئی رنڈیونکی قطار

ادھر کا تو یہ رنگ تھا اور سہا
محل مین اُدھر توریان اور سہا

اتر تنگی وان سمدھنونکی بہین
کھلین پھول جیسے چمن در چمن

دکھانا وہ بن بن کے اپنا بناؤ
وہ آپس کی رسمین وہ آپس کے چاؤ

غرض کیا لکھون تاب مجھمین نہین
نہ دیکھے گا عالم کوئی یہ کہین

داستان نکاح ہونا بے نظیر کا ساتھ بدر منیر کے اور شادی نجم النسا کی پریزادے اور رخصت ہونا آتسین

چھکایون نشے مین بہت ساقیا
مجھے بدلے اب کے شربت پلا

ہوا جب نکاح اور بٹے ہار پان
پلا اسکو شربت دیے ہار پان

چلا یون وہ دولہا دلہن کیطرف
اُوڑے جیسے بلبل چمن کیطرف

ہوا لیکن اُسوقت دونا مزا
کہ دولہا دلہن جب ہوا یکجا

ملا سرخ جوڑے پہ عطر سہاگ
کھلے ملکے آپسین دونونکے بھاگ

تھا وصل اسطرح کا دہیا نہین
خدا نے کیا آن کی آن مین

وہ جلوہ کا ہونا وہ شادی کی دھوم
وہ آپسین دولہا دلہن کی رسوم

سہاگا کسی کان کو کوئی لگا
کسی کوئی دولہن کی جوتی چھوا

کسی پر نہ ایسا ہو جو یار ہون
کر سحر مین گلے کا ترے ہار ہون

اُٹھا پھر تو نوشاہ بعد از نکاح
محل مین بلانیکی ٹھہری صلاح

وہانتک پہونچتے ہوئے کیا کہون
ہوئی دل لگی لاکھ ہر شگون

عروسی وہ گہنا وہ سوہا لباس
وہ مہندی سہانی وہ بہوونکی باس

دکھا مصحف اور آرسی کو نکال
دہر بیچ مین سر پہ آنچل کو ڈال

عجب قدرت حق نمایان ہوئی
جسے آرسی دیکھ حیران ہوئی

کسینے بسائی سر ریخ آنکر
کوئی کالیان دیگئی جانکر

وہ شیرینیان جو میٹھی تھی شیرنی
نبات اسکی صحنی سنے کو بنی

چھپائی نہ بات اُسکو گُن گھات سے — کہ دکھلا دیا گھر کی ہی بات سے
اُٹھائی ڈلی اُسکی آنکھوں سے یوں — کریں نقش بادام شیرین کو جوں
کمر سے اُٹھائی ڈلی اس طرح — کہ ہاں ہوں نہیں کی نہیں جسطرح
ظاہر کی تکرار تھی بار بار — وگرنہ دل اس بات پر تھا نثار
وہ سب ہو چکی جبکہ رسم و رسوم — سواری کی ہونے لگی پھر تو دھوم
کھڑے سبکا لاچار منہ دیکھنا — کہ یارب یہ کیا ہے جہاں بیٹھنا
گلے سے وہ جانا محل سے جہیز — کہ جوں چشم سے اشک ہو موج خیز
وہ جو درد مندی کے ہیں آشنا — وہ شادی کا لیتے ہیں غم سے مزا
چلے لیکے چنڈول جس دم کہار — کیا دو طرف سے زر اُس پر نثار
ادھر اور اُدھر اپنے سہرے کو چیر — وہ اک چاند سا منہ دکھا بے نظیر
دکھاتا ہوا حشمت و عظم و شان — لیے ساتھ ساتھ اپنے نوبت نشان
پھر آگھر کو اپنے قدم با قدم — سواری لگا گھر میں اُترے صنم
ہوئی وہ جو ہوتی ہے رسم و رسوم — کہ ظاہر میں تھی یہ بھی درکار دھوم
وہ نجم النسا تھی جو دخت وزیر — گیا اسکے والد کنے بے نظیر
سو میں تجھ سے رکھتا ہوں اک التجا — کہ تو اسکو فرزندی میں اپنی لا
پریزاد تھا وہ جو فیروز شاہ — دیا اسکو نجم النسا سے بیاہ
وہی سب تجمل وہی سب رسوم — ہوئی تھی جو کچھ بیاہ میں اسکے دھوم
اسی طرح اسکو بیاہا غرض — جو کچھ قول تھا سو نباہا غرض
ہوئیں متصل جو دو شادیاں — بسیں ایک جا چار آبادیاں
خوشی سے یہ حرمت و جان و مال — چلے شہر کو اپنے وہ خوشحال
رضا اونسے لیکر اُسی آن میں — گئے شاد و خرم پرستان میں
تم اس غم سے بہت ہو جو سینہ ریش — کہ ہم تم سے ملتے رہینگے ہمیش

زبس دل تو تھا اسکا ہر جا بہ بند — سبھی جا اُسنے چنی کر پسند
ڈلی وہ جو ہونٹوں کی تھی لب ملی — وہ مصری کی منہ سے اُٹھائی ڈلی
ڈرایا تو کن پر کے اُٹھانے اوڑا — نہیں اور ہاں کا عجب غل پڑا
عجب طرح کی رنگ رلیاں ہوئیں — کہ باتیں وہ مصری کی ڈلیاں ہوئیں
سحر کا وہ ہونا و رونیکا وقت — وہ دولھن کی رخصت وہ رونیکا وقت
وہ دولھن کا رو رو کے ہونا جدا — وہ ماں باپ کا اور رونا جدا
یہاں حیرت ہے اہل عرفان کو — کہ جانا ہے اکدن یونہیں جان کو
وہ دولھا نے دولھن کو گود میں لا — بٹھایا محافے میں آخر کو لا
کھڑے تھے جو ان چشم کو تر کیے — سو موتی اُنھوں نے نچھاور کیے
سوار اپنے گھوڑے پہ ہو کر شتاب — کہ جوں صبح ہووے بلند آفتاب
وہ سمجھے تو چنڈول میں رشک ماہ — اور آگے وہ خورشید عالم پناہ
غرض اسطرح جب وہ دولھن کو بیاہ — لے آیا جہاں اسکی تھی عیش گاہ
اُٹھایا اسی دھوم میں لگتے ہاتھ — پریزاد کا بیاہ جو تھی کے ساتھ
کہا باپ کو اسکے اے خیر خواہ — مرا بھائی ہے ایک فیروز شاہ
غرض ہر طرح کر رضا مند سے — کیا حال پر اپنے پابند اُسے
اُسی دھوم سے اور اُسی طور سے — اُسی شان سے اور اُسی اوج سے
دقیقہ نچھوڑا کسی بات میں — برابر رہی جھمک دن رات میں
خدا راست لایا انھوں کے جو کام — بر آئے دلوں کے مطالب تمام
پھرے دن تو اپنے وطن کو پھرے — وہ آشفتہ بلبل چمن کو پھرے
وہ نجم النسا اور فیروز شاہ — گلے مل کے ہو شکل خورشید و ماہ
یہ اقرار جیتے ہوئے کر گئے — کہ گو تم اُدھر اور ہم ادھر ہوئے
تسلی وہ دیکر اُدھر کو چلے — یہ اِدھر لیے اپنا لشکر چلے

داستان بینظیر کی بدر منیر کو اپنے وطن لیجانے اور ماں باپ سے ملاقات کرنے میں

پلا ساقیا آخری ایک جام — کہ ہوتی ہے اب یہ کہانی تمام
کیا جبکہ خلقت نے تفتیش حال — اور آنکھوں نے دیکھا جو بدر کمال
وہ نزدیک پہنچے جو اس شہر کے — گیا پاس جا خیمہ اک نہر کے
پڑا شہر میں یک بیک پھر یہ غل — کہ غائب ہوا تھا سو آیا وہ گل

خبر یہ ہوئی جبکہ ماں باپ کو
کہا گم انھون نے وہین آپ کو

زبس دل تو تھا یاس ہی سے بھرا
یہ سن ہاتھ اور پاؤں گئے تھرتھرا

لگے رونے آپس مین زار و نزار
کہا ہائے ہمکو نہین اعتبار

ملا دینگے ہمسے ہمارا حبیب
یہ دشمن نہین اپنے ایسے نصیب

یہ ہوگا کوئی دشمن ملک و مال
سو ہین آپ ہی ہم گرفتار حال

کوئی اسکا وارث تو آخر نہین
وہی لیکے جاوے یہ جھگڑا نہین

کہا سب نے صاحب چلو تو سہی
یہ بیٹا تمھارا وہی ہے وہی

مگر یہ سنا جبکہ بیٹے کا نانون
چلا پھر تو روتا ہوا ننگے پانون

وہ آتا تھا جیسے کہ بیٹا ادھر
پڑی باپ پر جو یکایک نظر

جو ہین اپنے کعبہ کو دیکھا وہان
چلا سر کے بل بینظیر جہان

تصویر بینظیر کی باپ کے قدم پر گرنیکی



اٹھا سر قدم پر سے چھاتی لگا
لپٹ کے گھڑی دو تلک خوب سا

یہ رویا یہ دیا کہ غش کر چلا
اکے تو کہ آنسو کا لشکر چلا

ملے پھر تو آپس مین وہ خوب سے
کہ یوسف ملے جیسے یعقوب سے

وہ گل گل شگفتہ ہوا گل کی طرح
ہے گل کی طرح اور وہ بلبل کی طرح

ہوئے شاد و خرم صغیر و کبیر
چلے لیکے نذرین امیر و وزیر

لئے عیش سے سبکو مستی ہوئی
نئے سر سے آباد بستی ہوئی

بڑی دھوم سے اور بڑی آن سے
بجاتے ہوئے نوبتین شان سے

وہ بھولا جو تھا ہجر کے داغ مین
ہوئے جاکے داخل اُسی باغ مین

زنانی سواری اُتروا کے ساتھ
پکڑ اس گل نو شگفتہ کا ہاتھ

در آمد ہوا گھر مین سرو روان
لیے ساتھ اپنے وہ غنچہ دہان

گئے تے مین آگے نظر جو پڑی
تو دیکھا کہ ہر راہ مین ماں کھڑی

ابھی چشم سے آنسوؤں کی قطار
گرا ان کے پانو پہ بے اختیار

وہ ماں خوب بیٹے کے ملکر گلے ... یہ روئی کہ آنسو کے نالے چلے
لیا اور بیٹے کو چھاتی لگا ... وہ دونون کی دو دہائی سے ملا
ہوئی جان اور جی سے اُسپر نثار ... پیا پانی اُن دونو پر وار کر
جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ ... بجھے وصل سے ہجر کے وہ چراغ
سب آپس مین ہنسنے لگے مل ملا ... پھر آئے چمن مین وہ گل کھلکھلا
وہ آنکھین جو اندھی تھین روشن ہوئین ... زمانے مین جو تھین رشک گلشن ہوئین
زبس باپ ماں کو تھی سہرے کی چاہ ... دوبارہ اُنھون نے کیا اُسکا بیاہ
آنکھون گرہین اُس بیاہ کی دھوم دھام ... تو پھر یہ کہانی نہ ہوئے تمام
بنا اُنکی تقدیر کا جو بناؤ ... نکالے اُنھون نے یہ سب دل کے چاؤ
وہ جیسے کہ اُس باغ مین تھی خزان ... بسے آ کے پھر اُسمین سب گلرخان
محل مین عجائب ہوئے چہچہے ... وہ مرجھائے گل پھر ہوے لہلہے
ہوا شہر پہ فضل پروردگار ... وہی شاہزادہ وہی شہریار
وہی لوگ اور وہی چرچے تمام ... وہی ناز و انداز کے اپنے کام
وہی بلبلین اور وہی بوستان ... شگفتہ گل و مجمع دوستان
اُنھو کے جہان مین پھرے جیسے دن ... ہمارے تمھارے پھرین ویسے دن
ملین سب کے بچھڑے الٰہی تمام ... بحق محمد علیہ السلام
ہوے جیسے وہ شاد ہوں شاد ہم ... رہین شہر مین اپنے آباد ہم
رہے شاد نواب عالیجناب ... کہ ہے آصف الدولہ جنکا خطاب
خوشی اُسکی ہو سر و باغ مراد ... رہے روشن اسکا چراغ مراد
بحق حسین اور بحق حسن ... رہون شاد مین بھی غلام حسن
ذرا منصفو داد کی ہے یہ جا ... کہ دریا سخن کا دیا ہے بہا
زبس عمر کی اس کہانی مین صرف ... تب ایسے یہ نکلے ہین موتی سے حرف
جوانی مین جب ہو گیا ہون مین پیر ... تب ایسے ہوے ہین سخن بے نظیر
نہین مثنوی ہے یہ اک پھلجھڑی ... مسلسل ہے موتی کی گویا لڑی
نئی طرز ہے اور نئی ہے زبان ... نہین مثنوی ہے یہ سحر البیان
رہیگا جہان مین مرا اس سے نام ... کہ ہے یادگار جہان یہ کلام
ہر اک بات پر دل کو ہے خون کیا ... تب اسطرح رنگین یہ مضمون کیا
اگر واقعی غور ٹک کیجیے ... مزا اسکا کم ہے جو کچھ فہم کیجیے
غرض جسنے اسکو سنا یہ کہا ... حسن آفرین مرحبا مرحبا
جو منصف سنینگے کہینگے یہی ... نہ ایسی ہوئی ہے نہ ہوگی کبھی
مرے ایک مشفق ہین مرزا قتیل ... کہ ہین شاہرہ سخن کے دلیل
سنی مثنوی جب یہ مجھسے تمام ... دیا اسکی تاریخ کو انتظام
زبس شعر کہتے ہین وہ فارسی ... ہر اک شعر اُنکا ہو جون آرسی
اُنھون نے شتابی اُٹھا کر قلم ... یہ تاریخ کی فارسی مین رقم

تاریخ طبعزاد مرزا قتیل

بہ تفتیش تاریخ این مثنوی ... کہ گفتش حسن شاعر دہلوی
زدم غوطہ در بحر فکر رسا ... کہ آرم بکف گوہر مدعا
بگوشم ز ہاتف رسید این ندا ... برین مثنوی باد ہر دل خدا

۱۱۹۹ھ

تاریخ طبعزاد مصحفی

میان مصحفی کو جو بھایا یہ طور ... اُنھون نے بھی کی فکر از راہ غور
کہی ہے نئی تاریخ یون برمحل ... یہ بتخانۂ چین ہے بے بدل

۱۱۹۹ھ

تاریخ فخر الدین ماہر کی

سنی جبکہ ماہر نے یہ مثنوی ... تو محظوظ ہو فکر تاریخ کی
یہ مصرع پڑھا وہ ہین با کر طرح ... ہے اس مثنوی کی یہ نادر طرح

آغاز حال مصنف

آب رنگ گلستان سخن میر حسن طبقۂ سادات عظام سے اور تحصیل علم اور فن شعر کی اُسکے خاندان مین قدیم الایام سے ہے چنانچہ مقبول الکونین میر غلام حسین ضاحک والد اس بزرگوار نے عربی مین شرح ملا تک اور فارسی مین استعداد تمام بہم پہونچائی تھی اور شعر فارسی اور ہندی اور ظرافت طبعی مین بھی کہ تخلص سے ظاہر ہے اُسے کمال رسائی تھی چنانچہ یہ رباعی فارسی نمایش شاہد استعداد اُس اوستاد کے لیے آرسی ہے ر با عی

فریاد و دلا کہ غمگساران رفتند | ہمسین بدنان و گلعذاران رفتند
چون بوی گل آمدند بر باد ہوا | در خاک چو قطرہای باران رفتند

اور والد اسکے بھی بامداد الٰہی علاوہ حاجی ہونیکے فضیلت مین خوب استادی اور اجداد اور امجاد اس اُستاد نے انقلاب زمانہ اور مقتضاے آب و دانہ سے ملک ہرات مسکن قدیم اپنا چھوڑکر پرانی دہلی مین بود و باش اختیار کی چنانچہ مصنف اُسی دہلی مین پیدا ہوا اور عہد طفلی سے شعر گوئی پر شیدا ہوا پہلے شاہجہان آباد مین مصلح غزل کے میر درد صاحب تھے اور آخر مین بعد بربادی سلطنت اس شہر کے کہ مصنف مع والد بزرگوار فیض آباد مین آکر آباد ہوا میرزا ضیاء الدین ضیا اصلاح دیتے تھے کبھی میرزا رفیع السودا سے بھی کہ ضیا اُنکے ہم مشق تھے مشورہ کا اتفاق ہوا پھر تو رفتہ رفتہ غزل اور قصیدہ اور مثنوی بلکہ تمام اقسام سخنوری مین شہرۂ آفاق ہوا قصہ صلہ مثنوی کا کہ نواب آصف الدولہ مرحوم نے ایک دوشالہ ملبوس خاص عنایت فرمایا تھا نزدیک و دور مشہور ہے سبحان اللہ ایسا ابر کرم باکر سرسبزی نخل امید سے نہال نہ ہونا فقط قسمت کا قصور ہے المختصر عہد آصفی مین اُس سلیمان اقالیم سخندانی نے بیچ غرہ محرم سنہ ۱۲۰۱ ہجری کے سراے فانی سے رستہ ملک جاودانی کا لیا اور اُس گنج معانی کو عقب باغ نواب قاسم علیخان بہادر واقع محلہ مفتی گنج من محلات بیت السلطنت لکھنؤ مین مدفون کیا والحمد للہ العزیز الملک العلام والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ الکرام و اصحابہ العظام

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ کہ یہ مثنوی سحر البیان معروف بہ مثنوی میر حسن جسکو سر گروہ شعراے زمن میر حسن دہلوی مرحوم نے زمانہ نواب آصف الدولہ بہادر مین قصہ بدر منیر کو تصنیف فرماکر پیشکش کیا کہ آج تک کوئی مثنوی اُردو مین اس خوبی و لطافت کے ساتھ تصنیف نہین ہوئی یہ مثنوی بہت مطابع ہندوستان مین طبع ہو چکی اور اس مطبع مین بھی بارہا چھپی چند مرتبہ سے حسب اصرار شائقین ہر ایک موقع و محل فسانہ مین تصاویر قائم کیگئین اب یہ مثنوی پھر باہزاران حسن و خوبی مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین حسب ایماے منشی بشن نرائن صاحب مالک مطبع بماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء بار دہم چھپکر نذر شائقین ہوئی